

تاریخ

عروج عہد سلطنت انگلستان

(بعض شہنشاہی)

حضرت علیا ملکہ معظمہ و کتور یا قیصر ہند بالقابہا

مولفہ

خان بہادر شمس العظمیٰ، بیگم کاہرہ اللہ صاحبہ لوالہ آبادیو نور پوری
اس حصہ میں لارڈ آف لٹنڈر لارڈ وائلین ہرا و لارڈ ہارڈنگ کے
عہد حکومت کا بیان ۱۸۳۶ء سے ۱۸۵۸ء تک لکھا ہے

جلد ۱

مطبع المطابع النورانیہ، لاہور، ۱۳۰۰ھ

نہروں کی کتابیں جو کہ (پیشہ) کے لئے لکھی گئی ہیں

۱۰

ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ

پانچ جلدوں کا مجموعہ کسی خریدار کو کمیشن نہیں دیا جائیگا مگر جو پانچ جلدیں یا اس سے زیادہ کا خریدار ہو وہ خط و کتابت کے ذریعہ سے کمیشن ٹھہرائے۔ ہر شخص کل تاریخ خریدیگا اس قیمت سے محصول کیا جائیگا۔ قیمت سے محصول کیا جارہا ہے روپیہ مقرر ہے۔

محمد عطاء اللہ دہلی چلیا

جلد اول

قیمت عہد محصول ۲۰ روپیہ
اس جلد میں مکتبہ لکھی ہے کہ مصنف نے کس طرح اس کتاب کو تصنیف کیا ہے مقدمہ ہر جلد میں تاریخ کی حقیقت بتائی ہے اہل عرب کے زمانہ جاہلیت کا بیان اور مسلمانوں کے ۱۱۸ فرمانرواؤں کا حال ملک شہر کی فتح و تباہی اور غزوات کی تاریخ اور خاندان غوری کی تاریخ۔

جلد دوم

قیمت عہد محصول ۱۰ روپیہ
۴۰ صفحہ
اس جلد میں سلاطین غلیہ سلاطین تغلق اور سیدوں اور یوں کہ باشندوں کا حال اس جلد میں بطور کے ساتھ لکھا ہے۔

جلد سوم

قیمت عہد محصول ۱۰ روپیہ
۵۳۰ صفحہ
۱۱۸۰ سالہ شہزادہ شہزادہ ہمایوں کے زمانہ میں شہزادہ سی

جلد چہارم

قیمت عہد محصول ۱۰ روپیہ
۶۹۰ صفحہ

۱۰ تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ

۱۱ مالوہ (۵) تاریخ خاندانیں (۶) تاریخ سلاطین

۱۲ تاریخ سلاطین جوہنور و دکن حصہ میں

۱۳ مکن (۲) تاریخ سلاطین عامل پشاہی

۱۴ نظام شاہیہ احمد نگر (۲) تاریخ سلاطین

۱۵ تاریخ سلاطین حیدر آباد ملکہ پور (۲) تاریخ

۱۶ ملک بیدر (۲) خیمہ تاریخ مکن (۲) ریونیو

جلد پنجم

قیمت عہد محصول ۵ روپیہ
۱۱۸۰ سالہ شہزادہ

جلد ششم

قیمت عہد محصول ۱۲ روپیہ
۱۱۸۰ سالہ شہزادہ

جلد ہفتم

قیمت عہد محصول ۱۲ روپیہ
۱۱۸۰ سالہ شہزادہ

جلد ہشتم

قیمت عہد محصول ۲ روپیہ
۱۱۸۰ سالہ شہزادہ

قیمت عہد محصول ۱۲ روپیہ
۱۱۸۰ سالہ شہزادہ

حصہ دوم باب اول

لارڈ آگ لینڈ

جب ملکہ معظہ تخت نشین ہوئی ہیں تو ہندوستان میں لارڈ آگ لینڈ گورنر جنرل تھے۔ ۲۰ مای ۱۸۵۸ء کو انہوں نے ہندوستان کے گورنر جنرل ہونے کا حلف اٹھایا تھا۔ جب لنڈن میں ان کی وداع کا جلسہ ہوا تو انہوں نے اپنی سچ میں فرمایا کہ میں ہندوستان میں جانے کی خوشی کے مارے پھولا نہیں ساتا۔ وہاں میری یہ قوی امیدیں برآئینگی کہ لاکھوں آدمیوں کو جن کے ساتھ میں شرکت نوعی رکھتا ہوں عمدہ نظم و نسق کی مینیت و سعادت سے مستفید و مستفیض کروں گا۔ اور ان کی تعلیم و تہذیب شائستگی و مہودوی و آسودگی و آسائش و آسائش و وابستہ و نشاط میں دل سے کوشش کروں گا۔ حقیقت میں انہی طبیعت ان کاموں کے لئے موزون و موضوع تھی وہ بڑے رحم دل غریب پرور محنت شعار و جید و مستعد تھے۔ جن سوالوں پر اول انکو توجہ کرنی پڑی لیکن میں سے ایک یہ سوال تھا کہ ایسی پولیسی اختیار کی جائے کہ جس کے سبب سے یوپی کے مقدمات دیوانی کو مفصلات میں ہندوستانی جج نہ فیصلہ کیا کریں۔ ہمیشہ سے انگریزوں کو یہ امر ناگوار خاطر تھا کہ ان کے ہمسایہ میں جو کالی کھال کے ہندوستانی رہتے ہیں وہ ان کے ساتھ قانوناً مساوات پیدا کریں۔ جب کوئی اس مسئلہ کی تقریب صورت پذیر ہوتی تو وہ بڑے پریشان خاطر ہو کر دایلا مچاتے۔ وہ اسکو اپنی بڑی کسر شان سمجھتے تھے کہ ہندوستانی ججوں کے روبرو ان کے مقدمات دیوانی فیصلہ ہونیکے لئے پیش ہوں۔ انکی تنائے دلی یہ تھی کہ انکے مقدمات دیوانی صرف ان کی اپنی پریسیڈنسی کی سپریم کورٹ میں فیصلہ ہو سکیں۔ اب اس سوال کے دو پہلو تھے۔ ان میں سے لارڈ آگ لینڈ کی کونسل نے وہ پہلو اختیار کیا جو کل جماعتوں کے لئے عدلی و انصاف تھا۔ یعنی مسئلہ ۴ میں ایک یکٹ پاس کیا کہ ریور وچمن کے دیوانی مقدمات کو ہندوستانی جج اپنی

حالاتوں میں فیصلہ کیا کریں۔ جس سے انگریزوں کو خوف پیدا ہوا اور انہوں نے اس قانون کا نام بلیک لیٹ (انڈیئر کا قانون) رکھا اور اسکے مسترد ہونے کیلئے ولایت میں پھیل ڈال دیا۔ مگر وہاں لارڈ میل بورن کی وزارت زبردست تھی۔ ڈائی ریکٹروں کے آگے کچھ چلی نہیں ایٹھ بدستوری رہا۔

صوبہ اڑیسہ کے مہاندی کے جنوبی جانب میں پہاڑوں کے درمیان شمالی سرکاروں کے پاس جو ملک ہر اس میں قوم کھونڈ رہتی ہے ۱۸۳۷ء میں راجہ گم سور نے سرکار انگریزی سے بغاوت کی جس کے سبب سے سرکار انگریزی نے اس کا ملک ضبط کیا تو سرکار انگریزی پر یہ حال گھلا کہ یہاں قوم کھونڈ پر تھوڑی کی پوجا کرتی ہے اور اس پر انسان کا بلدن چڑھاتی ہے۔ پہاڑوں کے نیچے کے آدمیوں کو پکڑ کر لجاتی ہے اور ان کو قربان کر کے اپنے دیوتا پر چڑھاتی ہے۔ یہاں کے انگریزی افسروں میں سے میجر میکفرسن صاحب نے بڑی کوشش اس رسم کے دور کرنے میں کی۔ بعض کھونڈ کے سرداروں نے مسلح ہو کر ان کا مقابلہ کیا جن کو سپاہ کے ذریعہ دبا دیا۔ آخر کو یہ رسم بد انسان کے بلدن کرنے کی موقوف ہوئی۔ اسکا مفصل حال آئندہ لکھا جائیگا۔

۱۸۳۷ء میں نصیر الدین جب دہلی لکھنؤ کا بادشاہ بنا ہوا تو محل سے باہر کئی ہفتہ تک نہیں آیا گو اسکی علامات خطرناک نہیں معلوم ہونی تھی مگر وہ ۷ جولائی ۱۸۳۷ء کو آدھی رات کو دقت مر گیا۔ لوگوں نے حسب دستور شہر پر کیا کر اسکو کسی رشتہ دار نے زہر دے کر مار ڈالا۔ اسوقت لکھنؤ میں بڑے آذوقہ کار عاقل جوانوں کو صاحب رزیدنٹ تھے انھوں نے اپنی جان پر کھیل کر یہ بڑا دانشمند کام کیا کہ جب ان کو اتویں آٹھویں تاریخوں کے درمیان کی رات کو خبر ہوئی کہ پادشاہ بیگم شاہ مرحوم کی والدہ مسلح سپاہیوں کے لئے مناجاں کو تخت سلطنت پر بٹھائے گئے محل میں جاتی ہے تو گو گو متی ندی کے پار چھاوئی میں حکم بھیج دیا کہ سپاہ امداد کے لئے آئے۔ مناجاں کو پادشاہ اپنا بیٹا ماننا تھا مگر وہ درہل اسکا بیٹا نہ تھا۔ سلطنت کا وراثت شرعی پادشاہ کا چچا محمد علی شاہ تھا جو مخالفوں کی قید میں تھا۔ مناجاں نے پادشاہ بیگم کی حمایت لالہ بیوی پر قبضہ کر لیا تھا اور تخت سلطنت پر ہو بیٹھا تھا۔ تین بجے تو صاحب محمد علی شاہ کو ہمراہ لئے ہوئے آئے تو اپنے فرمائش ہوئی کہ پادشاہ کے روبرو مجھ کو ریش بجالا میں محل اور اسکے گرد و مکانات مسلح آدمیوں سے بھرے ہوئے تھے تلواریں نیزے اپنی چمک دیک دیکھا رہے تھے بند و قیں اپنے فیر سنا تھیں گلیوں میں توپیں اپنی دھواں دھون کا شور مچاتی تھیں طائفوں کے ناپج ہو رہے تھے باجے بج رہے تھے مشعلوں کے دھوؤں کے بادل اٹھ رہے تھے۔ اس تمام ہنگامہ میں تو صاحب نے بیگم صاحبہ سے کہا کہ آپ اپنی بیگمادہ

کھاڑا کھونڈ کے انسان کی قربانی کا موقوف ہونا

لکھنؤ میں شہر پر کیا کر اسکو کسی رشتہ دار نے زہر دے کر مار ڈالا۔ اسوقت لکھنؤ میں بڑے آذوقہ کار

و یہودہ حرکت سے باز رہیں تو ایک گستاخ بے ادب امیر نے اُن کو میا کاٹھکایا کہ آپ تخت کے آگے مناجا کے روپر و کورنش و مچرانہ بجا لائیگے تو یہاں سے نکال دیئے جائینگے۔ پھر لوصاحب پر کچھ دہکاپیل بھی بوجھنے لگی۔ تو اس طوفان بے تیزی سے اُن کا ایک دوست اٹکو باہر نکال لایا۔ اس وقت دن نکلنے کو تھا کہ اس کی مبارک روشنی میں سینتیس بلٹن کی پانچ کمپنیاں بریگیڈیر کے زیرِ حکم نظر آئیں تو لوصاحب نے حکم دیا کہ اگرچہ تھائی گھنٹے میں بارہ دری خالی نہ ہو نو سپاہ اس پر اپنے ہتھیار چلائے۔ ناقص عقل بیگم نے اُن کے حکم کی قیل نہیں کی تو بھوری محل پر گگ برساتی پڑی روانہ تو پے اٹھایا گیا سپاہ نے بارہ دری پر حملہ کیا بیگم اور اسکے کل ہر لڑی بھاگ گئے پچاس آدمیوں کو مقتول و مجروح کر کے چھوڑ گئے۔

۸۔ جولائی ۱۸۵۷ء کو دس بجے دن کے لوصاحب نے محمد علی شاہ کو تخت پر بٹھایا اور اپنے ہاتھوں اسکے سر پر تاج رکھا تو پوں کی شاہی سلامی سر ہوئی۔ بیگم اور مناجاں گرفتار ہوئے اور بنارس میں بھیجے گئے گورنمنٹ نے لوصاحب کی اس کارگزاری کو پسند کیا کہ لکھنؤ کو اپنی تدبیر سے آپس کی لڑائی جھگڑوں سے بچا دیا۔ گورنمنٹ ہند نے حکم دیا کہ بادشاہ کے اختیارات کم کئے جائیں۔ ۱۰ نومبر ۱۸۵۷ء ایک نیا عہد نامہ مرتب ہوا۔ بادشاہ نے اُس پر دستخط کر دئے اس میں یہ دو بڑی شرائط لکھی گئیں۔ اول۔ او دھ میں دو درجن سواروں کی اور پانچ بلٹنیں پیدلوں کی اور دو کمپنیاں گولہ اندازوں کی بٹمانی جائیں اور اس کا خرچ سوا لاکھ روپے سالانہ خزانہ شاہی او دھ سے لیا جائے۔ دوم جن اصلاح پر ظلم و ستم پڑا ہوا ہے۔ وہاں کے انتظام اور بندوبست کے لئے انگریزی حکام مقرر ہوں جو ہندوستانی اصول و قوانین کے موافق حکمرانی کریں اور خرچ کے بعد جو آمدنی ملک میں سے روپیہ بچے۔ اسے خزانہ شاہی او دھ میں داخل کریں مگر گورنٹ ڈائریکٹر نے اس نئے عہد نامے ۱۸۵۷ء کو اس وجہ سے نامنظور کیا۔ کہ اسکو یہ شبہ تھا کہ او دھ کی بد نظمیاں مبالغہ سے بیان کی جاتی ہیں اور خود انگریزوں کی غلطیوں سے اس کی آمدنی میں خرابیاں آتی ہیں۔ اس لئے ۱۸۵۷ء کا عہد نامہ بدستور قرار رہا۔ اس نئے بادشاہ نے او دھ میں پانچ سال تک اچھی طرح سلطنت کی۔ سرکار انگریزی کا ممنون متانت اور خیر خواہ رہا۔ اور یہی سبب تھا کہ انگریزوں کی عنایت سے پادشاہی حاصل ہوئی ہے۔ اس نے ان سبب لایق آراکین سلطنت کو بحال کیا۔ جن کو سستیجے نے نکال دیا تھا۔ جب اُن میں سے کوئی مرنے لگا تو اس کی جگہ کوئی لائق آدمی مقرر کیا جو بد نظمیاں پہلے سے پھیلی ہوئی تھیں اُن کو روکتا آراضی کی مالگنداری کے بندوبست کو درست کرتا خزانہ کو بڑی ترقی دیتا

سے پر کرتا اپنی حکمرانی میں بعض انگریزی صول کو بھی دخل کرتا اپنے محل کو تقالوں اور قوالوں و گویوں و
سخروں بجاڑوں کا اندر اکھاڑہ نہیں بننے دیتا۔ ۱۷۷۳ء میں بہت بڑی عمر میں دنیا سے سفر کیا اور
امیر علی شاہ اس کا بیٹا جانشین ہوا تو پھر سلطنت کے کارخانوں میں خرابیاں آئی شروع ہوئیں۔

اس ملک میں کہ سالانہ بارش کے چند انچوں پر فصل کی پیداوار کا مدار تھا بار بار قحط سالی و بیماریاں
آتی اور آفت ایسا دل نہیں ہوا تو مٹی ۱۷۷۳ء سے ۱۷۷۴ء کا لڑا تھا۔ ۱۷۷۳ء کے آخر میں لارڈ واک لینڈ
کلکتہ سے اودھ اور دہلی میں گئے ہر جگہ قحط کے سخت مصائب کو معائنہ کیا ان ہی کے ستر کا یہ نتیجہ تھا کہ
ملک میں پچانوئٹوں کی بہت دہوئی جس کا خاتمہ گنگا کے نہر کلان پر ہوا جو لارڈ ہارڈنگ اور لارڈ ڈیل ہوزی
کے عہد میں بن کر تیار ہوئی۔

افغانستان

باب دوم جنگ افغانستان کا حال

جس ملک کو اب ہم افغانستان کہتے ہیں وہ ایک کوہستانی وسیع ملک ہے جس کا رقبہ جزائر برطانیہ
اعظم کے رقبہ سے وسعت میں دو چند ہے وہ ایران کے ضلع خراسان اور ہندوستان کے اضلاع
پنجاب کے درمیان واقع ہے اس کی مصنوعی سرحد جنوبی بلوچستان ہے اور شمالی سرحد مالک ازبکیہ جو
روس کے تابع ہیں وہ تین حصوں میں منقسم ہے جن میں سے ہر ایک حصہ اپنی جدا جدا تاریخ رکھتا ہے ایک حصہ
کابل سے ضلع مضافات ہے جو ہندوستان کے مغلوں کی سلطنت میں داخل تھا۔ دوسرا حصہ ہرات
اور وادی ہری رود ہے جو ایران متعلق تھا۔ تیسرا وہ حصہ ہے جو چین و سیام سے ملتا ہے اور ہمیں قندھار
ہے اس حصہ پر سلطنتوں کے لڑائی بھر گئے رہتے تھے کوئی اس میں مستقل سلطنت جسے نہیں پاتی تھی۔
فرمان روائی اس کی بدلتی رہتی ہے۔

افغانستان

ہندوستان اور افغانستان کے حد شمال اوپنے اوپنے پہاڑ ہیں اور ان پہاڑوں کے درمیان
بڑے بڑے دشوار گزار اور دہشت ناک درے ہیں جن کے اندر سے جو کہ پنجاب و کابل کے درمیان

آمدورفت ہوتا ہے۔ ہندوستان پروسٹا ایشیا کے سبب حملہ آور ان ہی دروں سے آئے ہیں اب بھی اگر کوئی حملہ آور خشکی کے راہ سے ہندوستان پر حملہ کرنا چاہے تو وہ صرف اسی جانب سے دروں میں سے گذر کر حملہ کر سکتا ہے اور کسی اور جانب سے نہیں کر سکتا۔ سوائے اس طرف کے ہندوستان کی اور سب جانبوں میں سمندر ہے جس کو انگریزوں نے اپنی بحری قوت سے خوف و خطر بنا رکھا ہے جس میں بھی افغانستان کا ملک ہے جس کی طرف سے برٹش گورنمنٹ کو اندیشہ حملہ ہونے کا رہتا ہے۔ انگریزوں کی عقل دنگ ہوتی ہے جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ روس اُن کی طرف جلد جلد بڑھا چلا آتا ہے اور پچاس سال کے اندر اس نے اس طرف بہت اپنے قدم بڑھائے ہیں روسیوں نے اس نصف صدی میں یورپ میں فن لینڈ کو فتح کر لیا ہے ترکوں کی سلطنت کے عمدہ عمدہ صوبے لئے ہیں اور اس کو بڑا ضعیف کر دیا ہے پولینڈ کو جیتوں میں تقسیم کر لیا ہے غرض یورپ کی غنیمتیں روس شیر کا سا حصہ اپنا لیتا ہے اب ایشیا میں سائبیریا کے جنوب کی طرف بہت سامان لے لیا ہے جگر ارٹش پر اپنے قلعے بنائے ہیں۔ اور اوکس کی طرف دانت لگا رکھے ہیں اور بخارا اور قوقند کے خانات کو اپنا تابع بنا لیا ہے اور سب سے زیادہ خطرناک یہ معاملہ ہے کہ اس نے ایران کے شمالی اضلاع لئے ہیں۔ اور کل سلطنت کو پاؤں تلے کی کٹ پتلی بنا لیا ہے۔ شاہ ایران سے انگریزوں کے بہت دفعہ عہد نامے ہوئے مگر وہ قائم نہ رہے اور اُن دونوں میں آپس اتحاد و داد نہ قائم ہوا۔

ہرات جو ہمیشہ سے کلید ہند مشہور ہے اس پر روسیوں کی پیش قدمی کا ہونا بدترین انگلش کو متروک کرتا ہے وہ ایک ملک ہے جو روسیوں اور انگریزی سلطنتوں کے درمیان حد قابل ہے۔ اب افغانستان جو ہندوستان اور ایران کے درمیان واقع ہے۔ اسی کو برٹش گورنمنٹ اپنی سپر روسیوں کی پیش قدمی کی سدا رہ بنا چاہتی ہے۔ یہ ملک جاڑ اور کوہستان ہے اور اس میں بہت سے ہتھیار ایسے ہیں کہ وہاں روسائی مشکل ہے اور باشندے جبری اور مفلس ہیں اور جیسا اُن کا ملک مٹی ہے ایسے ہی اسکے باشندے خوش ہیں وہ بہت سے خیلوں اور فرقوں و جگہوں میں منقسم ہیں اور وہ اپنی آزادی پر جان دیتے ہیں۔ اور اُن کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہتھیاروں کے گلا کاٹنے کو بھی اپنا حق سمجھتے ہیں اُن میں نصف قومی حیت اور عزت اور نصف جوش مذہبی ایسے ہیں کہ جب کوئی اُن کو لائق پیشوا بل جاتے تو وہ اُن کی ان دونوں باتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ خواہ آپس میں کسی ہی وہ معاندت رکھتے ہوں مگر

اب گورنر جنرل اور اسکے مصاحبین کے روبرو ایک قہقہہ عظیم جنگ افغانستان پیش آیا۔ بارہ برس سے امن امان چلا آتا تھا۔ اس بارہ برس کی صلح کے وضع حل سے جنگ افغانستان کا بچاؤ عمیق اور حقیقتاً انگیز پیدا ہوا جس نے بہت روکوڑے قرض کارئیر بار کیا اور سرکار انگریزی کی نیک نامی کو ایسا داغ جھکوقوع عظیم بھی نہ دھوکیں۔ گو جنگ اقل پر ایک اوپر ساٹھ برس کاعرصہ گزر گیا ہے مگر پھر اسکا اثر سفر ہونا کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے اسکا حال سمجھانے اور سبب بتلانے کو لئے چند تمہیات لکھتے ہیں جو احمد شاہ درانی نے افغانستان کے قبضوں حصّوں کہ جن کا اوپر ذکر ہو رہا ہے ملا کر اپنی ایک سلطنت زیر فرمان باقی برلاسلمہ میں پانی پت کے میدان مرہٹوں کو وہ شکست فاش دی کہ بعد وصال اس کے نام سے لرزنے لگا اور شمال مغرب کی طرف سے حملہ آوری کی دہشت سے وارن ہیٹیگز کے زمانہ سے لارڈ ڈنشو کے عہد تک سرکار کمپنی کی پولیس کارنگ بدلاتا رہا۔ ۱۹۰۷ءمیں شاہ زمان افغانستان کے تخت پر بیٹھا وہ ملک کی شاہی قوم مولوی کشمر زادہ تھے اس لئے یہ اسکا ۔۔۔۔۔ باب تیمورشاہ مرغیا تھا۔ اسلئے یہ اس کا بڑا بیٹا دادا کا جائشیں ہوا۔ یہ فوقیت اس کو اپنے بھائیوں پر پایندہ ملکہ دارکن زئی کی بدولت حاصل ہوئی تھی۔ کہ وہ پاوشاہ ہوا تھا۔ یہ پاوندہ خاں امیر دوست محمد خان کا باپ تھا۔ امیر دوست محمد خان بڑانا مور تھا۔ وسط الیشاء میں نادرشاہ کے بعد کوئی آدمی اُس کے برابر امیر لا ئحق نہیں پیدا ہوا۔ باری باری سے کبھی وہ انگریزوں کامردودوست تھا اور کبھی زبردستی سے دشمن اُن کا بنایا گیا تھا۔ کبھی اُن کا معزز قیدی تھا اور کبھی اپنی حفاظت وحایت کے لئے انگریزوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن حقیقت میں وہ ہندوستان کے انگریزوں کا غیر خواہ وفادارسیک رنگ دوست تھا۔ انگریزوں میں کسی نسبت خلط بیانیاں بہت ہوتی رہیں۔ زمان شاہ اپنی زندگی کا بڑا مقصد یہ سمجھتا تھا کہ برٹش انڈیا پر حملہ کرے اور برٹش گورنمنٹ کا یہ خیال تھا کہ اُس کو اس حرکت سے باز رکھتے۔

سرحدت سنگہ جس کا عروج پنجاب میں ہو رہا تھا وہ زمان شاہ کی تعظیم و تکریم کرتا تھا اور اُسی کے نام ہی پنجاب میں حکومت کرتا تھا اور نپولین بونا پارٹ جو ساری دنیا میں انگلینڈ کی مضرت رسانی کے درپے رہتا تھا وہ زمان شاہ کو اپنے لئے بڑے کام کا اوزار جانتا تھا۔

اس طوفان سے بچنے کے لئے آئندہ سال میں بڑے لایق و قابل افسر کپتان شلکم سفیر بن کر گھر آئے اس طلب کے لئے بھیجا گیا کہ ہندوستان میں انگریزی حملہ زمین خلل اندازی کے لئے فرانسیسی جو سازشیں ایرانیوں کے ساتھ کر رہے ہیں اُن کو شاہ ایران رفع دفع کرے۔ اور افغانوں کی اولو لغری کو بڑھنے نہ دے اور ان کے روکنے کے واسطے ایک استوار سدر راہ بنے۔ ٹھیک وقت پر یہ سفیر عہد نامہ لایا جس میں شاہ ایران نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی طرف سے خراسانیوں کو نکال دیگا اور اپنے نئے دوستوں (انگریزوں) کی مدد اس طرح کرے گا کہ ہندوستان پر باہر کی طرف سے شمال مغرب سے حملہ آوروں کو روکے رکھے گا۔ غرض اس طرح سے منسلک ہیں ایران کے ساتھ فرانس اور افغانستان کے برخلاف عہد نامہ ہو گیا۔ دوسرے ہی سال میں زمان شاہ ناپائیکار قید خانے میں ڈالا گیا۔ اس امر کا واقع ہونا کوئی بڑی بات ہی نہ تھی زمان شاہ نے تخت پر بیٹھے ہی سے اول یہ کام کیا کہ پائیدہ خان کو جس کی بدولت سلطنت کی دولت ہاتھ آئی تھی اپنے سے علیحدہ کر دیا۔ پائیدہ خان نے پادشاہ کے برخلاف سازش کی وہ کھل گئی اور وہ گرفتار ہوا اور وحشیانہ طور پر مارا گیا مگر اپنے اکیس بیٹے انتقام لینے کے لئے چھوڑ گیا جنہوں نے دکھا دیا کہ افغانوں کے سپوت ایسے ہوتے ہیں کہ باپ کے انتقام میں سلطنت کے تخت کو الٹ دیتے ہیں فتح خان جو ان سب بھائیوں سے بڑا تھا اور اپنے باپ کی طرح نامور تھا اُس نے پادشاہ کے سوتیلے بھائی شہزادہ محمود شاہ کو اپنی امداد اور جرات سے پادشاہ بنا دیا اور زمان شاہ کی آنکھیں نکلوا کے قید خانے میں ڈلوادیا۔

اس جانشینی پر زمان شاہ کے بھائی شجاع الملک اور اسکے سوتیلے بھائی محمود میں لڑائیاں شروع ہوئیں۔ کبھی ایک بھائی فتح پاکر کابل میں پادشاہ ہوتا کبھی دوسرا بھائی۔ شجاع الملک نے بھی وہی فاش غلطی کی جو اس کے بھائی زمان شاہ نے کی تھی کہ شاہ گرقوم بارک زئی کی امداد سے دست کشی کی۔ محمود کی نالائقی کو فتح خان دیکھ کر شجاع الملک کا حامی ہونا چاہتا تھا مگر اسکے اوصاف و اطوار سے وہ متفق نہ ہوا دونوں بھائیوں میں سال بسال جنگ ہوتی رہی۔

جب شجاع الملک کابل میں پادشاہ تھا تو برٹش گورنمنٹ نے اپنے بڑے لائق قابل - مدبر - عالم
 میجر مونٹ سٹورٹ ہنسن کو پشاور میں سفیر بنا کے اُس پاس بھیجا تھا۔ شجاع الملک نے سرکار انگریزی کے
 ساتھ بڑی پختی و دقتی کا وعدہ کیا اور اس کے معاوضہ میں درخواست کی کہ روپیہ اسکو دیا جائے جس سے
 وہ اپنے بھائی محمود کا سر کچلے اور ہندوستان کا دروازہ جو کابل ہے اُس کو کل حملہ آوروں کے لئے
 مسدود کر دے۔ ہنسن صاحب نے بھی اس درخواست کی تائید کی مگر لارڈ منٹو اور اُس کی کونسل
 نے اس درخواست کے سننے میں کان بہرے کر لئے۔ شاہ شجاع نے یہ عہد و پیمان کر لیا کہ اگر سرکار
 کمپنی خرچ کے لئے روپیہ دے گی تو میں افغانستان کی راہ سے فرانسیسوں یا کسی اور قوم کے حملہ آور ہونے
 کا مانع و مزاحم ہو گا۔ شاہ ۴ میں لارڈ منٹو ولایت روانہ ہوئے۔ یہ عہد نامہ تصدیق ہو کر اُن کے ہاتھ
 تلے سے باہر نکلا ہی تھا کہ شاہ شجاع افغانستان میں برائے نام پادشاہ رہ گیا۔ ہنسن صاحب ہندستان
 کی طرف روانہ ہوئے اور اس ملک کی اور اس ملک کے آدمیوں کے حالات کی معلومات کا مصالح مستفید
 ساتھ لائے کہ ایک جلد سفر نامہ کی بڑی دلچسپ لکھ ڈالی۔ آخر کار شہ عین سندھ کے پادشاہ محمود نے شاہ شجاع
 کو مارواڑ کا سندھ اتار دیا۔ سخت سنگہ نے اُسکو مقید کیا اور دھوکہ دیکر دنیا کا مشہور الماس کوہ نور اُس سے چھین
 لیا۔ اب یہ ہیرا انگلینڈ کے تلج شاہی میں اپنا نور دکھا رہا ہے۔ پھر وہ بہت سی مصیبتیں اٹھا کر اور تفتیں
 جھیل کر ۱۸۶۲ء میں لدھیانہ میں انگریزوں کے سایہ عاطفت میں آیا۔ اس کا بھائی زمان شاہ بھی
 اس جلا وطنی میں شریک ہوا اس سرزمین میں اندھا قیدی بنا جسکو وہ مدت تک اپنے حلوں سے محکوم
 دیتا تھا۔ فتح خان بابر کی نام کو وزیر تھا مگر درحقیقت افغانستان کا بادشاہ جب تک رہا کہ اسکے
 سب سے چھوٹے بھائی دوست محمد خاں نے سدوزئی شہزادی کو بے حرمت کیا۔ اس پر یہ بھائی
 کو ایسی غیرت آئی کہ اس نے وزیر کو قید کر لیا اور خنجر سے اس کی آنکھیں نکال لیں اور اُسکی کھوپری کا
 چھڑا اڑا لیا۔ اور جب اُس نے اپنے بھائیوں کے ساتھ دغا کرنے سے انکار کیا تو اس پادشاہ
 کے حکم سے جو اُسکے ہاتھ کی کٹ پتلی تھا اُسکا ایک ایک عضو کاٹ کاٹ کر پادشاہ کے رو بہرہ پیش کیا
 گیا۔ اس خونریزی و محن کثی کے کام نے اس خاندان کی قیمت کو سر بہرہ کر دیا وزیر کے بھائی جو زندہ تھے
 انہوں نے سارے ملک کو حصوں میں تقسیم کر کے اپنا اپنا قبضہ کر لیا۔ بس اس طرح سے کابل میں
 سدوزئی کا ادب اُپایا اور بابر کی نام کا اقبال چرک اس انقلاب کو اہل کابل ایسا پسند کرتے تھے کہ اُسکے

الٹ پلٹ کرنے کی قابلیت انگریز بھی نہیں رکھتے تھے آخر کار سنہ ۱۸۰۷ء میں دوست محمد خان مظفر خواہ ہو کر کابل میں فرمانفرما ہو گیا۔ یہ بہادر و بہادری اپنی آخر عمر تک کابل میں حکمران رہا صرف تین برس بچ میں کابل میں انگریزی عملہ لایا گیا ہوئے حکمرانی سے محروم رہا اور سنہ ۱۸۱۸ء میں وفات پائی۔ اب اسی زمانہ کا حال ایران کا سنہ ۱۸۰۷ء میں روس کے شہنشاہ پال نے جارجیا کو ایبائیوں سے لیکر روس کی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اہل ایران نے انگریزوں سے مدد کی درخواست کی پہلے فرانسیسیوں کی مخالفت کو لئے ان کی مصالحت انگریزوں سے ہو چکی تھی جبکا اوپر بیان ہوا۔ انگریزوں نے اس کی درخواست پر کان نہیں لگایا اہل ایران نے انگریزوں کی اس عہد شکنی سے مایوس ہو کر فرانس کی طرف متوجہ ہوئے۔ فرانس کی پینولین نے فوراً اپنا سفیر بھیجا اور باسانی شرائط عہد نامہ طے ہو گئیں کہ اہل فرانس نے اپنے فوٹے یہ کام لیا کہ وہ روسیوں کو ہٹائیں گے اور اہل ایران نے یہ عہد کیا کہ وہ فرانسیسیوں کے ساتھ ہندوستان پر حملہ کرنے میں شریک ہوں گے۔ طہران میں جو فرانسیسی فرستے تھے انہوں نے ہندوستان پر فوج کشی کی کئی تہذیبی لکھ کر فرانس میں پینولین کی منظوری کے لئے بھیجا یا لیکن شہنشاہ نے پینولین اور ایٹلیسیڈر بار روس کے درمیان ٹکسٹ میں آپس میں اتحاد ہو گیا۔ جسکے سبب جو پہلو تجاویز ہوئی تھیں ان میں تغیر عظیم ہو گیا۔ مگر ہندوستان پر حملہ کا ہونا برقرار رہا جس میں روسی شریک نہیں ایرانیوں کا جو اصل مقصود تھا وہ مفقود ہوا کہ روسیوں کی جو کوہ قاف سے آگے پیش قدمی ہو اس میں فرانسیسی مداخلت کریں ؟

سنہ ۱۸۰۷ء میں انگلش نے یہ پولیسی اختیار کی کہ ہندوستان کی سرحدی سلطنتوں پنجاب و سندھ و افغانستان سے معاہدے کر لئے اور ایران سے بھی از سر نو آشتی اور دوستی پیدا کر لی ؟ مارچ سنہ ۱۸۰۹ء میں انگلینڈ کی طرف سے ہر فورڈ جوش سفیر طہران بھیجا گیا۔ اس نے ایران کے ساتھ عہد و پیمان کئے کہ اہل یورپ کی جو سپاہ ہندوستان کی طرف سفر کرے گی تو اس کو ایران اپنی سپاہ سے یا کسی اور طرح سے روکے گا اور ان فرنگستانی قوموں کے افسروں کو ملازم نہیں رکھیں گا جو برطانیہ عظمیٰ کے دشمن ہیں۔ اس کے عوض میں انگریزوں نے یہ عہد و پیمان کیا کہ اگر کوئی یورپین خواہ وہ انگریزوں کا دوست ہو یا نہ ہو خود زبردستی ناحق اہل ایران پر حملہ آور ہوگا تو برٹش گورنمنٹ شاہ ایران کی امداد روپے اور سپاہ سے کرے گی اور برٹش گورنمنٹ کی درخواست سے شاہ ایران جو اپنی

سپاہ افغانستان میں بھیجے گا اس کا خراج وہ اس سے لے لیگا۔ یہ عہد نامہ ترمیم ہو ہوا اگر ۱۲۷۸ھ میں طرفین سے تصدیق ہو گیا تو

عہد ناموں کی شرائط اکثر خود بتلا دیا کرتی ہیں کہ وہ کیونکر ٹوٹ جائیں گی۔ جارجیہ میں مذہبی ظلم و ستم بہت ہوا کرتے تھے اور سرحدوں پر ہمیشہ فساد کھڑے ہوتے تھے تو ۱۲۷۸ھ میں اس لئے روس نے پھر ایران سے لڑائی شروع کی۔ شاہ نے ہر چند چاہا کہ یہ جنگ نہ ہو مگر روس نے نہ مانا۔ اہل ایران نے عہد نامہ کے موافق انگریزوں سے مدد مانگی مگر سرکنتیک وزیر اعظم انگلینڈ نے اہل ایران کو جواب دیا کہ تم خود ہی بانٹے فساد ہو اس لئے امداد نہیں کی جائے گی۔ انگلینڈ بیٹھا ہوا روسیوں کی فوج کو اور ایرانیوں کی شکست کو دیکھا کیا جب تک کہ جنگ کا خاتمہ ایرانیوں کے عاجزانہ عہد و پیمان پر ہو اور ترکمانچہ میں کئے گئے۔ اسکے موافق ایرانیوں کو اپنے ملک کے بہت سے صوبے روسیوں کو دینے پڑے اور تاوان جنگ اتنا روپیہ دینا پڑا جس کا ادا کرنا ایرانیوں کے لئے ناممکن تھا اور فقط روسیوں کو یہ تھاقت حاصل ہوا کہ وہ بحکیمین (بحر خضر) میں اپنے مسلح جہاز رکھیں۔ انگلینڈ اپنی اس حرکت سے ایسا شرمندہ ہوا کہ اس نے ایرانیوں کو تاوان جنگ ادا کرنے کے لئے دو لاکھ سچاس ہزار تین سو تین کروڑ روپے پیش کر دیے ہوتے ہیں وہ کہ عہد نامہ سے ان دفعات کو خارج کر دیا جو ایرانیوں کی امداد دینے کے باب میں ہوئے تھے۔ بس اس وقت سے یہ سمجھنا چاہئے کہ ایران ایک آلہ روسیوں کے ہاتھ کا بن گیا اس آلہ کار روسیوں کا کام میں لانا جنگ افغانستان کا سبب ہوا تو

اب روسیوں نے یہ پولیسی اختیار کی کہ اپنے اختیارات کو یردے میں رکھنے کے لئے وسطیہ ایشیا میں اہل ایران کے اقتدار کو بڑھانا شروع کیا روسیوں کی مٹھی میں ایران تھا جو ایران کو قایدہ ہاتھ لگتا وہ ان کے ہاتھ میں آتا روسیوں نے اول عزم جزم ہرات کے فتح کرنے کا کیا جو کابل و قندھار و ہندوستان کی راہ کے پچ میں واقع ہے افغانستان کے اور صوبوں میں سدوزئی پر بارک زئی فتحیاب ہوئے تھے لیکن صرف ہرات شاہ محمود کے قبضہ میں باقی رہا تھا وہاں اس کا بیٹا اور جانشین حکومت کرتا تھا تو

ایران کے شاہ پیرزہ سال فتح علی شاہ نے ۱۲۷۸ھ میں اس دنیا سے رحلت کی اور اسکا پوتا شاہزادہ محمود زرا محمد شاہ تخت نشین ہوا۔ اس نوجوان شاہزادے کو اپنے باپ عباس مرزا

کی شجاعت جھٹے میں آئی تھی۔ اسکے روسی صلاح کاروں نے کوشش کر کے اسکے حوصلہ کو ایسا بڑھایا کہ اس نے افغانستان کی مغربی سرحد ہرات کے فتح کرنے کا قصد کیا۔ ایران کے نوجوان شاہ کاہرات پر حملہ کرنا انصاف سے خالی نہ تھا گو بعض کے نزدیک ہرات پر ایران کا دعوے تادمی ایام کے سبب سے ضعیف ہو گیا تھا۔ ایران میں انگلینڈ کلفیئر مسٹر ایلس صاحب موجود تھا اس نے اپنی گورنمنٹ کو لکھا کہ شاہ ایران افغانستان میں غزنی تک فرمان روائی کا مستحق ہے۔ کامران نے جو ایران کے ضلع سستان پر قبضہ کر لیا ہے اس لئے یہ انصاف ہے کہ ہرات پر شاہ لڑائی شروع کرے اب ہندو انگلینڈ کے مدبروں کو یہ مشکل آنکر پڑی کہ ایران کے پیٹ میں روس بیٹھا ہوا تھا جس نے ہرات پر حملہ کرنے کے لئے شاہ ایران کو برا بھونچا کیا تھا۔ مسٹر ایلس نے بتلایا کہ روس اور ایران کے درمیان ایسا ارتباط ہے کہ افغانستان میں ایران کی پیش قدمی روس کی پیش قدمی پر مشتمل ہے کہ چاندی میں کم سختی سے ایک دفعہ باقی رہ گئی تھی جس میں لکھا تھا کہ اگر ایران اور افغانستان میں باہم لڑائی ہو تو انگلش گورنمنٹ اس میں مداخلت نہیں کرے گی۔ بشرطیکہ طرفین سے چھ میں واسطہ بننے کی درخواست اس سے نہیں کی جائے گی۔ مسٹر ایلس اور اسکے جانشین مسٹر نیل نے ہر چہ کوشش کی کہ ایرانی ہرات پر حملہ نہ کریں مگر اسے کچھ فائدہ نہیں ہوا (زمانہ بھی کیسا چاک پھیراں کھاتا ہے کہ سنہ ۱۸۴۱ء میں خود انگریز خواستگار تھے کہ ایرانی ہرات پر حملہ کریں یا اب اسکے برخلاف خواستگاریں) تو اس معاملہ میں گریٹ برٹن نے سینٹ پطرس برگ کی طرف رجوع کی تو وہاں سے بھی زار روس نے ٹیپلوویچک مبہم جواب یہ دیا کہ میرے قائم مقام کونٹ سائی لوئج نے میری ہدایتوں سے باہر قدم رکھا وہ وقت پر واپس بلا لیا گیا۔ مگر اس میں یہ نہیں لکھا کہ زار کی گورنمنٹ ایران کی حمایت کا دعوئی نہیں رکھتی بلکہ لٹی برٹش گورنمنٹ کی دعوت کی کہ وہ بھی ایران کی حمایت کرے اس ایما میں ایک طنز پائی جاتی تھی۔ سنہ ۱۸۴۱ء میں ایلس صاحب نے لکھا کہ ایرانیوں کا حملہ ہرات پر ہندوستان پر روسیوں کے حملہ کی بسم اللہ ہے اور ایرانیوں کا ہرات پر قبضے کا ہونا اس کے دوست و روکلہ اس سرحد انگریزی پر آنا ہے جو مجروح و معزوب ہونے کی قابلیت رکھتی ہے۔ لارڈ آگ لینڈ گورنر جنرل نے سنہ ۱۸۴۱ء کی ابتدا میں مسٹر نیل کو ہدایت کی کہ وہ شاہ ایران چاہیہ ازوردالے کو وہ ہرات کی ہم سے اس وجہ سے ماتھا اٹھائے کہ گورنر جنرل ہند اس امر سے ناراض ہو گا کہ مغربی سرحد پر

فتح کرنے کے لئے مداخلت کیجائے۔

مگر شاہ نے اس سفیر انگلشیہ کی باتوں پر قداکان نہ لگایا اور نومبر ۱۸۳۷ء کو ہرات کا محاصرہ کرنے کیلئے شاہ پچاس ہزار لشکر لیکر آن موجود ہوا شاہ ایران کے خیمہ گاہ میں روسیوں کے افسر اور ایجنٹ موجود تھے۔ وہ اسکو محاصرے کے باب میں صلاح و مشورہ دیتے تھے اور علی امداد بھی کرتے تھے روس کا وزیر کونٹ سائی پونچ طہران میں موجود تھا۔ جب محاصرے میں سستی ہوئی تو وہ خود آیا اور ایران کے خالی خزانے میں پچاس ہزار تین کھنڈے اور وعدہ کیا کہ اگر ہرات کو محمد شاہ فتح کر لے گا۔ تو روس اس تمام قرضہ کو معاف کر دیگا۔ جو ایرانیوں پر اسکا لینا ہے اگر شاہ فقیہ ہو تو ضرور اس کا لشکر قندھار اور کابل کو پامال کرتا۔ اور جب بارک زئی پر فقیہ ہو یا کابل کو زیر کرتا تو ہر صورت میں روسیوں کی سانشو کے لئے ایک نئی بنیاد کی افتاد پڑتی۔ ایک قابل نکتہ شناس ڈیورنڈ صاحب بیان کرتے ہیں کہ محاصرے میں ابتدا سے انتہا تک بری تدبیریں کی گئیں۔ مقام کا استحکام محاصرین کا انتظار اور روسی جنگی صلاح کاروں کی ہمتی اور مصوری کی جو اندری یہ سب باتیں مبالغہ سے بیان کی گئیں ہیں ایرانیوں کی لاعلمی اور نامردی و کابل کے سبب سے فقط محصورین کی محافظہ کی شہرت ہوئی۔ ورنہ وہاں بھی انتظام اچھا نہ تھا محافظت کی امداد ایک انگلش افسر بوٹچر بٹا بہادر صلاح کار تھا مگر اس سے بھی صلاح کم پوچی جاتی تھی اور کمتر اختیار کی جاتی تھی۔ محاصرین اور مصوری کا حال جیسا پوٹچر صاحب نے صاف صاف بیان کیا ہے ایسا کسی اور نے بیان نہیں کیا کہ ہرات کے سامنے نیل صاحب سفیر انگلشیہ ایرانیوں کی خیمہ گاہ میں مقیم رہے لیکن اسکا اثر شاہ پر کچھ نہ ہوا۔ اس کے برخلاف روسی سفیر کا اثر شاہ پر غالب تھا۔ سفیر انگلش بار بار خفستین اٹھا کر اور بالکل مار کر ایرانیوں کی خیمہ گاہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔ ایرانیوں اور ان کے روسی مدد نے ہرات پر چھ دن تک گولہ باری کی اور ۲۳ جون ۱۸۳۷ء کو حملہ کیا۔ مگر کامیابی نہیں ہوئی اور بہت نقصان اٹھایا۔ اور شاہ ایران ایسا مایوس ہوا کہ اُس نے محاصرہ اٹھانے کا قصد کیا اور اس قصد میں اس سب سے بھی شتابی کی کہ کرنیل سنوڈ ڈارٹ صاحب اُس کے خیمہ میں آئے اور یہ خبر لائے کہ بھی کی ایک سیاہ جس کی مدد کے لئے جنگی جہاز بھی موجود تھی خلیج فارس میں جزیرہ کرک پر قابض ہوئی ہے شاہ کو چاہیئے کہ وہ ابھی ہرات سے مراجعت کرے۔ عہد نامہ کے موافق خلیج فارس میں اس سا کچھ بیٹا لارڈ پامر سٹون کو جائز تھا۔ ۹۔ ستمبر ۱۸۳۷ء کو ہرات سے شاہ چلا گیا ساڑھے نو مہینہ محاصرہ رہا۔

۱۷۷۴ء میں وسط ایشیا میں روسیوں کی سازشوں نے نئی نئی عداوتیں اور جیسیدیں پیدا کیں۔ ہندوستان میں غوغا مچا کہ انگریزی عہداری میں خلل پڑا۔ سفیروں نے جو اور آدمیوں کی آنکھوں سے دیکھتے تھے اپنی بکواسیں شروع کیں۔ افسروں نے جو صرف اسی بات کو دیکھتے تھے جسکو وہ دیکھنا چاہتے تھے رپورٹ بازی شروع کی اور انگریزی اخباروں اور رسالوں نے ہندوستان اور افغانستان کے بازاری گپوں کو ناپ سناپ چھاپنا شروع کیا۔ انگریزی تجارتوں کے لئے نئے نئے بازار تجویز ہونے لگے۔ غرض ان سب باتوں نے ملکر گورنمنٹ کے دلیں یہ نقش جما دیا کہ جس خوف کا وہم پیدا ہوا ہے اس کی دوا بہت جلدی کرنی چاہئے۔ یہ حکامیتیں پہلے ہی سے چلی آتی تھیں کہ ہندوستان پر افغانوں و ایرانیوں و ترکوں کے حملے ہمیشہ سندھ کے پار کے پہاڑوں پر سے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ خیال نہیں کیا جاتا تھا کہ حملے ہندوستان پر اس حالت میں ہوئے تھے کہ اندرونی فسادوں کے سبب سے ہندوستان تحلیل اور ناتوان تھا۔ اب برٹش گورنمنٹ جو سمندری قوت پر مبنی ہے وہ ہندوستان کی بڑی زبردست پشت و پناہ ہے۔ کیسے پھر وہ حملے وقوع میں آسکتے ہیں۔ مگر یہ خیال بڑا بچہ تھا کہ ہرات پر ایرانیوں کے قبضہ ہو جانے سے روس کے لئے ہند کا دروازہ کھل جائے گا۔ وہ ایران کو بلی کے بچے کی طرح اس فتح کی تدابیر عظیم میں کام میں لاسے گا۔ جو پیٹر اعظم زار روس نے اپنے وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ ہندوستان پر حملہ کیا جائے گا۔ وہ پورا ہو کر رہے گا۔ مگر یہ وصیت نامہ اس وقت کا تھا کہ ہندوستان میں انگریزی عہداری کا نام و نشان ہی نہ تھا۔ اسوقت انگلینڈ میں لارڈ ہامرسٹون وزیر دول خارجہ تھے۔ سر جان ہوپ ہوٹس کورٹ ڈائریکٹرز کے پریسیڈنٹ تھے ان کی ہدایتوں پر گورنمنٹ چلتی تھی سیکریٹری کی مفتی لارڈ آک لینڈ کے پاس انکے احکام بھیجے تھے۔ جن کے موافق روس کی ان سازشوں کی جو وہ ہندوستان کی حدود کے ہمایوں میں کرتے تھے۔ رفع دفع کی تدابیر کی جاتی تھیں۔ برٹش گورنمنٹ ہند نے انگلینڈ کی ہدایتوں کے موافق الگ سینڈرز بریئر کو تجارتی سفیر بنا کے کابل بھیجا۔ صاحب مدوح کا حال یہ ہے کہ وہ بمبئی کی سپاہ کا کپتان تھا اور انگریزوں سے لاہور زبانوں کا جاننے والا تھا۔ وہ ۱۷۷۴ء میں سر جان مملکم گورنر بمبئی کے حکم سے سندھ کی راہ سے لاہور بھیجا گیا تھا اور لارڈ آیلن براکے گھوڑے تحفہ رنجیت سنگھ کے لئے بھیجے ہوئے ساتھ لے گیا۔ امیران سندھ انگریزوں سے حسد رکھتے تھے جب کسی انگریز کو اپنے ملک میں دیکھتے تھے تو اسکو یہ جانتے

تھے کہ ہمارے ملک کے فتح کرنے کے لئے یہ پہلا قدم آیا ہے۔ انہوں نے برٹنر صاحب اور ان کے مصاحبین کو کئی مہینے تک آگے جانے نہیں دیا مگر وہ سب وقفیں رفع کر کے لاہور پہنچے۔ شیر خجانبے ان کا خیر مقدم بڑے تپاک سے کیا۔ اور جب تک وہ رہے ان کی توجہ و تکریم کی بے برنیز صاحب یہ سفر کر کے شملہ پر لاڑ ڈھیسنگر گورنر جنرل پاس آئے اور اپنے سفر کی ساری دستاویزیں ان کو سنائیں۔ اور سندھ کی تحقیقات کی تدبیریں بتلائیں۔ جن کو گورنر جنرل نے پسند کیا پھر ان کے حکم سے اس نے ایک بڑا خطرناک سفر دور و دراز اختیار کیا۔ کہ کابل و بخارا گیا۔ اور وہاں سے ایران ہوتا ہوا بمبئی میں پھر آیا۔ ۱۸۳۳ء میں وہ کلکتہ سے ولایت میں آیا۔ اور اپنا عمدہ سفر نامہ چھپوایا اور ۱۸۳۷ء میں وہ ہندوستان میں آیا۔ اور جیہ رکا بادار السلطنت سندھ میں بھیجا گیا۔ اُس نے یہاں کے امیروں سے یہ حکم حاصل کر لیا کہ وہ دریاء سندھ کی پیمائش کرے۔ الیہ اگٹ نے اُس کو سفیر نزل کے دوست محمد خاں کے دربار میں بھیجا۔ نوویسٹ ۱۸۳۷ء ۶ وہ پھر بمبئی میں جہاز میں بیٹھا اور اپنی اُس یو لیس کا کام شروع کیا کہ انگریزوں کے لئے تجارت کے واسطے دریاء سندھ کا راستہ کھل جائے اور افغانستان کو بھی انہوں سے دیکھتا جائے کہ وہاں کیا کام ہو رہا ہے۔ برنیز صاحب اس تجارت کی کیمبسنی کی تدبیر میں دو برس سے لگے مانتھا مگر اسکو پرانے تجربکار انگریز ناپسند کرتے تھے۔ اسوقت سر جارج ملر صاحب کورٹ ڈائریکٹر کے پریسیڈنٹ تھے۔ انہوں نے اس تدبیر کو برا بتلا کے کہا کہ یقینی اس تجارت کی کیمبسنی کا تنزل پولیٹیکل کیمبسنی میں ہو جائے گا۔ جس کے سبب سے افغانوں کی پولیٹیکس کھجاولی میں ہم پھنس جائینگے۔ سر چارلس مٹکاف برسوں سے بہت سوچ سمجھ کر ان تمام کوششوں کے برخلاف رائے زنی کرتے جو دریاء سندھ کے پار کے ملکوں میں خفی یا علانہ مداخلت کے لئے کی جاتی تھیں۔ وہ پہلے بھی دریاء سندھ کی پیمائش کے برخلاف تھے جو اس بہانہ سے کی گئی تھی کہ لاہور سفارت جاتی ہے۔ وہ اس دھوکہ بازی میں برٹش گورنمنٹ کی کسر شان جانتے تھے۔ وہ برنیز صاحب کی تجاویز پر متبن اعتراضات کرتے تھے۔ مگر گورنمنٹ ہاؤس پر بہت طرفوں سے ایسا زور پڑا کہ وہ ان دانشمندانہ صلاحوں پر غالب آیا۔ اور وہاں سے بمبئی میں ہدایتیں بھیجی گئیں جن کے سبب سے ایک فہر کی ہوشیاری پر معاملہ چھوڑا گیا جس کی رائے اس معاملہ میں صاحب اور صواب پر نہ تھی برنیز صاحب نے سندھ اور پنجاب میں خوب عافیت سے سفر کیا اور سکھوں کی مدد لے کر وہ درہ خیبر میں آیا اور

ستمبر ۴ء میں کابل میں دوست محمد خاں نے اسکا خیر مقدم بڑے کروفر سے کیا یہ امیر کابل میں گیا ڈیرس سے فرمانروائی کرتا تھا وہ بارک زئی میں سب سے زیادہ لائق امیر تھا۔ اسکے بھائیوں نے سدریوں کا سارا ملک آپس میں تقسیم کر لیا تھا قندھار میں اسکے تین بھائی حکمرانی کرتے تھے۔ مگر اسکے دو بھائیوں سے پشاور کو سکھوں نے چھین کر پنجاب میں شامل کر لیا تھا۔ اس غریب صوبہ کے چھین جانے سے امیر کے دل میں ایک کاٹنا چھا کرتا تھا قدیمی افغان نشان کی سلطنت کا پشاور ایک چھلکا رہ گیا تھا۔ کافر سکھوں کے ہاتھ سے اسکے چھٹانے کا ارادہ اسکے دل میں ہر وقت رہتا تھا اسی ذہن میں اسنے ایران کے شیعہ شاہ سر صلح کی التجا کی روسیوں سے عہد و پیمان کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اب تو کابل میں ٹنگش پھینٹ آگیا جو اسکا مہمان پانچ برس پہلے بھی رہ چکا تھا اسلئے پھر اس کی ہمت بندھی کہ وہ ہندوستان کے مالکوں کے طفیل سے جو برجیت سنگھ کے بڑے دوست تھے اپنے دلی مقصد کو حاصل کرے برنیز کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں روسیوں کے دم میں امیر دوست محمد خاں نہ آجائے اسلئے وہ اپنی بڑی حدت طبع سے اپنے قوم کے اغراض نکالنے کی پیش قدمی کے لئے سعی بلیغ کرتا تھا۔ اس نے اپنے ایک دوست کو خط میں لکھا کہ میں یہاں صرف تجارت کی حالت دیکھنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اس ملک کی تقشیش کے لئے اور یہاں کے معاملات کے تجسس کے لئے اور اس فیصلہ کے واسطے کہ بعد ازاں کیا کرنا چاہیئے آیا ہوں سو بعد ازاں ابھی اسکے سوچنے کے واسطے آگیا ہے

جس ملک میں تجارت نام لینے کے قابل بھی نہ ہو اس میں تجارتی سفارت بالکل فطرت سے غائب ہو گئی اور اسکی بجائے امیر سے اور اس کے مشیروں سے پولیٹیکل گفتگوئیں ہونے لگیں۔ دوست محمد خاں کو یہی تجویز پسند کی جو اسکے آندا دزدانہ دل مہمان انگریز نے بتلائی۔ برنیز صاحب نے جس بات کی سفارش کی امیر صاحب نے منکولبر و چشم قبول کیا وہ برٹش گورنمنٹ کی مرضی کے موافق کام کے کرنے پر راضی تھا بشرطیکہ وہ برجیت سنگھ سے پشاور اسکو واپس کر دیں۔ جس کو سکھوں نے اس وقت کیشگی سے چھین لیا کہ امیر شاہ شجاع سے لڑنے کو گیا تھا اگر پشاور امیر کو مل جائے تو پھر وہ اور سلطنتوں کے ساتھ عہد و پیمان و سازشوں و امیر شوکن کرنے سے کچھ سروکار نہیں رکھیگا اور قندھار میں جو اس کے بھائی حکمران ہیں ان کو حکم دے کر عبور کرے گا کہ وہ ایران کے ساتھ کوئی ارتباط اور تعلق نہیں کریں اور ضرورت کی صورت میں اسکو یہ بھی منظور ہے کہ پشاور اسکو اس شرط سے مل جائے کہ وہ باج و

خارج برنجیت سنگہ کو دیا کہ برنیز صاحب کو صرف یہ توقع تھی کہ برنجیت گواہی اس فتح جدید کو پیش بہا جاتا ہے مگر وہ یہ قبول کرے گا کہ وہ پشاور کو دوست محمد خان کے بھائی سلطان محمد خاں کے حوالے کر دے مگر جب اس تجویز کو امیر کو بہیمان کیا تو وہ بہت بڑبڑایا کہ اس سے نا حق فائدہ اسکے بھائی کو پہنچے گا جو اسکا جھوٹا دوست اور دشمن جان ہے۔ لیکن برنیز کے بیان سے ایسا ترشح ہوتا ہے کہ اکتوبر میں وہ اس بات پر راضی ہو گیا تھا کہ اگر اسکے دوستوں کی بھی صلاح ہے تو وہ اس تلخ گولی کے ٹکٹے میں پرہیز نہیں کرے گا برنیز صاحب کو اس کی وفاداری اور صداقت پر اعتماد کی رکھنا تھا مگر وہ اس سے کوئی وعدہ نہیں کرتا تھا امیر کے ماتھے سے پشاور چمن جانے کی کیفیت یہ ہے کہ شاہ شجاع اپنی پناہ گاہ لدھیانہ سے پھر تخت سلطنت حاصل کرنے کے لئے متواتر سازشیں اور بیسیٹیشیں کرتا رہا مدت تک وہ اپنی تدابیر میں ناکام رہا۔ مگر ۱۸۴۲ء میں مہاراجہ برنجیت سنگہ سے اُس نے کچھ ساز باز کر لیا۔ شاہ شجاع نے انگریزی گورنمنٹ ہند سے پچھلے کی امداد چاہی تو گورنمنٹ ہند اُسکو یہ جواب دیا کہ اُس نے یہ پولیسی اختیار کر رکھی ہے کہ وہ کسی غیر کی طرفدار نہیں ہوتی۔ اپنی پولیسی کے برخلاف شاہ کی امداد کرنا مناسب جانتی ہے مگر گورنمنٹ نے اپنی دانائی کے خلاف یہ کام کیا کہ چار مہینے کی پنشن سولہ ہزار روپے اُسکو پیشگی دیدئے اگرچہ جنگ کے لئے یہ رقم حقیقتی۔ مگر امداد ضرورت تھی۔ فروری ۱۸۴۲ء میں شاہ اپنی مہم پر روانہ ہوا اور امیر ان سمدہ پر فوجیاب ہو کر قندھار پہنچا۔ اور اسکے حصار کا محاصرہ کیا۔ لیکن امیر دوست محمد خان نے کابل سے جا کر اپنی محصور سپاہ کی مدد سے محاصرہ کو اٹھا دیا۔ شاہ شجاع کو فاش شکست ہوئی وہ اپنا توپ خانہ اور سارا سامان جنگ اور خیریت یہ چھوڑ کر بھاگا اور لدھیانہ میں چلا آیا اس طرح جنوب میں دوست محمد خاں لڑائی میں جب مصروف ہوا تو برنجیت سنگہ کی فوج نے دریائے اکاک سے پار اتر کر افغان نشان کا صوبہ پشاور امیر کے دو بھائیوں سے چھین لیا۔ اور افغانوں کو درہ خیبر میں نکال دیا۔ پشاور سے سکھوں کے نکالنے میں دوست محمد خاں کی کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ اُسکو یہ شبہ پیدا ہوا کہ برنجیت سنگہ کے نا حق حملہ کی کامیابی میں برٹش گورنمنٹ نے اغراض کیا اب اس نے اپنے استحکام کے لئے ایران کے ساتھ مصالحت کرنی اختیار کی۔ افسوس ہے کہ امیر اور سفیر اپنے حسابوں میں اپنے مخالفین گورنر جنرل اور برنجیت سنگہ کو شمار نہیں کرتے تھے لارڈ آگ لینڈ کی نیت میں خواہ کچھ ہی باقی ہوں مگر یہ اور برنجیت سنگہ دونوں جانتے تھے کہ یہ تجارتی سفارت صرف یو لیکل سازشوں کی نقاب پر دہ ہے۔ دوست محمد خان کی یہ دلیل بڑی معقول تھی کہ جو سلطنت میری

دوستی کی خوشگوار ہے وہ دوستی کے معاوضہ میں مجھے کوئی اچھی شے دے۔ برنیز صاحب کو یقین تھا کہ ان کی ہدایتیں امیر دوست محمد خان کو برٹش گورنمنٹ کا دوست صادق بنانی ہیں اور افغانستان میں یقینی اس زمانہ میں امیر سب امیروں سے اعلیٰ و برتر ہے ان لبا جائے کہ گورنمنٹ کی پولیسی آگے بڑھنے کی ایک ضروری امر تھا تو چاہئے تھا کہ بریٹش گورنمنٹ جو اپنے اصرار سے امیران قندھار کو اس شرط پر تین لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا تھا کہ وہ ایران سے کوئی ایسا تعلق و ارتباط نہ رکھیں تو برٹش گورنمنٹ اس وعدہ کی موید ہوتی مگر سچائے اسکے کہ لارڈ آک لینڈز اپنے سفیر کو ایسا اختیار دیتے کہ وہ امیر دوست محمد خان اور اسکے بھائیوں کو قوی دوست بناتے اور ریخت سنگ پر ایسے دباؤ ڈالتے کہ سارے مقاصد اس میں صلیح سے حاصل ہو جاتے انہوں نے ایک سال کے بعد اس کام کو ایک محارب عظیم بڑی لاگت کا بنالیا۔ گورنر جنرل بہت سی بے بسیاں بٹھاتے تھے کہ امیر دوست محمد خان کا اختیار نہ کیجئے جس پر برنیز صاحب کو بالکل اعتماد تھا کہ ریخت سنگ کی ہرگز یہ مرضی نہ تھی کہ امیر کو کسی شرط پر پشاور دیجئے وہ امیر سے عدالت بہ نسبت محبت کے زیادہ رکھتا تھا اور لارڈ آک لینڈز بذات خود کوئی اپنی مستقل پولیسی نہیں رکھتے تھے۔ وہ اپنے چیف سکرٹری ولیم میک ناٹن اور سٹیج کے سرحد کے ایجنٹ کپتان کلورڈ ویڈ کے کہنے سننے پر چلتے تھے۔ یہ دونوں خاص کروڈ صاحب شاہ شجاع کی طرفداری کا کلمہ پڑھتے تھے۔ شاہ نے نہ ہیانا کو اپنا امن بنا رکھا تھا اس جلاوطنی میں بیٹھے بیٹھے پڑے تخت سلطنت کے دوبارہ حاصل کرنے کے لئے سازشیں اور مویشک دو انیان کرتا تھا۔ ویڈ صاحب نے اس کی ہمت بند ہوائی اور ولیم ہینٹنگ کی سہل انگاری سے اور ریخت سنگ کی چپ چاپی مدد سے ۱۸۳۷ء میں افغانستان کے دوبارہ فتح کرنے میں اسے کوشش کی ۱۸۳۷ء میں قندھار پر دوست محمد خان سے پھر شکست پائی اور بڑی ہزیمت اٹھا کر پھر اپنے پرانے آشیانے میں آیا اور اپنی ناکامیوں کے انڈوں کو بیٹھ کر سینا شروع کیا اور نئی نئی سازشیں کرتا رہا اور سرکار انگلینڈ کی فیاضی سے پنشن پاتا رہا۔ ویڈ صاحب کو سیدل ہو رہے تھے مگر بالکل مضطرب ہوئے تھے۔ ان میں ابھی اتنی سکت باقی تھی کہ وہ شاہ شجاع کو کمال ہونے کے لئے کوشش نہیں کرتے تھے۔ مگر اسکے دشمن کے دل شکستہ کرنے میں سہی کرتے تھے۔ جس نے اس پر تین دفعہ فتح پائی تھی۔ وہ بھی برنیز صاحب کی طرح روسیوں کے حملہ کے خوف کے غالب ہونے سے دل فگار رہتے مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ایک زبردست سلطنت جیسے امیر دوست محمد خان فرمانروا رہے وسط ایشیا کے معاملے طے کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ ہندوستان کی امن و عافیت

زیادہ تر افغانستان کے امیروں کی نا اتفاقی اور ریخت سنگہ کی استیلا و استعلاء پر منحصر ہے بریٹیز صاحب جو مراسلات گورنر جنرل پاس بھیجتے تھے وہ سب اول و ثید صاحب کے ہاتھ میں آتے تھے جس میں امیر کے قریبی جو موید و مفید خیالات ہوتے ان میں اپنی طرف سے حاشیہ چڑھا کے ان کی منفی اور تردید کرتے اور پھر گورنر جنرل کے پاس بھیجتے۔ بریٹیز صاحب نے جو اپنے حد اختیار سے باہر یہ کام کیا تھا کہ امیر ان قندھار کو تین لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کر لیا تھا انیس گورنمنٹ نے ان کو لٹاڑ تباہی اور حکم کیا کہ وہ بطائف الجبل اپنے اس وعدے کو منسوخ کر ائے لارڈ ڈاک لینڈ نے دوست محمد خان کو ایک علیحدہ خط میں زور سے لکھا کہ وہ پشاور کے دوبارہ حاصل کرنے کا خیال بالکل دل سے نکال ڈالے اور گورنمنٹ ہند کے افسروں (شرٹوں) پر پورا اعتماد کرے اور سلطنتوں سے سہد و پیمان کرنے سے اجتناب کرے ورنہ گورنمنٹ کی یہ ہر باتی اسکے حال پر نہیں رہے گی۔ کہ وہ اسکے اور ریخت سنگہ کے درمیان اُسکے بچاؤ کا واسطہ بنے یہ خطوط جنوری ۱۸۳۸ء میں بریلی کے کیمپ سے گورنر جنرل نے بھیجے تھے۔ اگر بریٹیز صاحب کو یہ اختیار دیا جانا کہ وہ دوست محمد خان کی مقول مددوں کے پیش کرنے کا وعدہ کرتا تو کابل کی لڑائی سے بالکل رہائی ہو جاتی۔ انگریزوں کے ساتھ امیر اپنے اتحاد اور اتحاد رکھنے کا بڑا میلان رکھتا تھا۔ اُس کی اعلیٰ درجہ کی ضمانت و ذکاوت نے جتلا دیا تھا۔ کہ ایرانیوں اور روسیوں سے اتحاد رکھنے میں افغانستان کی کوئی بھلائی نہیں۔ سکھوں کا رکاوٹ صرف انگریزوں سے ہو سکتا ہے اُسے ایک فوج سے زیادہ برٹش گورنمنٹ سے اتحاد کے عہد و پیمان کرنی چاہیے جس کی جواب یہاں سے روکھا چیکامیچا گیا۔ جب امیر نے سنا تھا کہ ہندوستان میں لارڈ ڈاک لینڈ گورنر جنرل ہوئے تو اُس نے ۱۸۳۷ء کے موسم بہار میں مبارک آباد کا خط لکھا اور افغانستان کے معاملات میں اُن کی صلاح یوچی۔ اُس نے کہا کہ میں خود اپنے تئیں اور اپنے ملک کو برٹش کے حوالے کرتا ہوں تو لارڈ ڈاک لینڈ نے اس کو یہ جواب لکھا کہ برٹش گورنمنٹ کا یہ دستور العمل نہیں ہے کہ اور آزاد سلطنتوں کے معاملات میں دخل دے مگر لارڈ ڈاک لینڈ کو اس دستور العمل کے خلاف کام کرنا پڑا اس میں کچھ شبہ نہیں کہ دوست محمد خان انگریزوں کی طرف میلان خاطر رکھتا تھا۔ آج تک یہ نہ معلوم ہوا کہ امیر دوست محمد خان کے اتحاد سے گورنمنٹ کیوں انکار کرتی تھی۔ وہ تخت سلطنت پر بالاستقلال بیٹھا ہوا تھا۔ رعایا اس کو پسند کرتی تھی وہ ایرانی اچھا بادشاہ تھا جیسے کہ مشرقی اچھے بادشاہ ہوا کرتے ہیں وہ معتدل ادا و انگریزی پر دامن تھا امین حالت موجودہ کے اندر سچی پوئی اور افغانستان کے آزاد رکھنے کی قابلیت تھی جو

اب سفیر برنیز کے دق کرنے کے لئے اسکو ایک بھوت نظر لے گا کہ ادین برک سے قندار کی راہ سے ایک روسی سفیر کرنیل ویکیوچ کابل میں آیا اُس کے پاس ایک خط تھا جو غالباً اصلی زار روس کی طرف سے تحریر ہوا تھا۔ جس میں امیر کی شکر گزاری اُن عہد و پیمان اور قراردادوں کی لکھی تھی جو روس اور کابل کی رعایا کے درمیان باہمی تجارت کے کرنے کی امداد کے لئے ہوئے تھے۔ اگرچہ یہ خط پر خطر تھا مگر اُسکے آنے سے کچھ دنوں تک برنیز صاحب پر پریشان خیالی کا بخار چڑھا رہا۔ وہ جلدیوں اُڑ گیا کہ امیر نے یہ خط برنیز صاحب کو دیدیا اور سفیر روس کی طرف ذرا اتفاقات نہیں کیا۔ کئی ہفتہ اس کو پوچھا نہیں کہ تو کون ہے امیر کو یقین تھا کہ برٹش گورنمنٹ اسکے معاملہ کو نظر اتفاقات سے دیکھے گی۔ وہ انگنڈے سے تھوڑا سا ملنے پر بھی ایسا راضی تھا کہ اور سلطنتوں سے بہت ملنے پر ویسا راضی نہ تھا۔ اگرچہ ہندوستان سے اس کے پاس دشمن خبریں پہنچیں مگر پھر بھی وہ ویڈ صاحب کے اس فیصلہ ثالثی پر رضی تھا کہ رنجیت سنگھ پر زور ڈال کر اس کو اور سلطان محمد خان کو بالاشتر اک پشاوردلوادے۔

۲۱ فروری ۱۸۴۳ء کو امیر دوست محمد خان کے پاس لارڈ آگ لیڈ کا ایک خط ناہربانی کا آیا۔ مگر اس پر بھی امیر نے سفیر روس کو سرو مہری کی نظر سے دیکھا اور اپنے خالص ہمدرد شکستہ خاطر برنیز صاحب پر اپنے خیالات جمانا اور بالکل ابوس نہیں ہوا۔ برنیز صاحب جیسے پہلے اپنے کام میں قوی امیر رکھتے تھے۔ ایسے ہی اب مایوس ہو گئے تھے۔ کئی ہفتہ تک مہر کے دربار میں اپنے عہدے پر رہے اور حال کے ساتھ امیر کے اور اُسکے مشیروں کے گلے شکوے سنتے رہے۔ ۲۱ مارچ کو پھر امیر نے گورنر جنرل کو جو اُس سے مالگتا بہت کچھ تھا اور دیتا کچھ نہ تھا۔ بجاہت کے ساتھ خط لکھا کہ آپ افتخاروں کے ڈکھ اور ورد کی دوا کیجئے اور اُن کی تھوڑی سی تقویت و اعانت کیجئے۔ جب اس آخری عاجزانہ التماس کا جو عدل و انصاف کے لئے کی گئی تھی جواب نہ آیا تو اپریل کے ختم ہونے پر قندار کی راہ سے سفیر کابل میں آیا اور سفیر روس کو گھوڑے پر سوار کر کے شانہ بے جلوس کے ساتھ کابل کے بازاروں میں پھرا یا۔ ۲۶۔ اپریل کو برنیز صاحب نے ہندوستان کو ذرا کی انہوں نے لارڈ آگ لیڈ کی خدمت میں کابل کا حال سچ لکھ بھیجا تھا اور امیر کی امداد کی پولیسی کی حمایت کی تھی مگر اس کا اثر کچھ نہ ہوا۔ یہاں گورنر جنرل کو تو یہ سب چڑھا ہوا تھا کہ کابل فرمانروا کی عاجزانہ درخواست پر اتفاقات نہ کیجئے اور اُس کے سارے عہد و پیمان ماننے سے انکار کیجئے۔

اور ایک جلاوطن معزول بادشاہ کو برٹش انڈیا کے لئے استوار حصار سمجھے۔ سچ کہ جو بودے سرکنڈوں پر چمکتا ہے وہ مانتھوں کے بل کرتا ہے۔

ہندوستان کی سرحد سے پرے جو ملک واقع ہیں۔ اُن کے بابیس برٹش مدبروں نے جو پولیسی اختیار کی اس سے زیادہ کوئی سفارت مشکل سے تصویر میں آسکتی ہے۔ بیشک امیر دوست محمد خان کے وزیر بیگانہ کایت کر سکتے تھے کہ افغانوں سے ایران و روس ترکستان سے بالکل مراسلت ترک کرنے کی درخواست کی جاتی ہو اور اسکے معاوضہ میں کوئی عہد و پیمان ایسا نہیں کیا جاتا کہ برٹش گورنمنٹ افغانوں کی محافظت کرے گی۔ یہ خیال بالکل باطل و بیہودہ تھا کہ برٹش گورنمنٹ افغانوں کو برنجیت سنگھ کے مانتھوں سے بچا دے گی۔ پہنسنے والوں کے لئے یہ موقع پہنسنے کے واسطے خوب ماتھ لگا تھا کہ ہرات پر چڑھائی کے لئے ایرانیوں کا سفر کرنا اور قندھار میں ایرانی ایجنٹ کا یا کابل میں روس کے ایجنٹ کا آنا۔ شریف بہادر انگریزوں کا دل دھلانا تھا۔ اس خوف کا طاری ہونا تو جب ہنسی کے قابل نہ ہوتا کہ سوائے انگریزی سپاہ کے کسی اور کی سپاہ کو یہ حق نہ حاصل ہوتا کہ وہ جہاں چاہتا سفر کرے اور جس سے چاہے لڑے اور برٹش گورنمنٹ کے سوا کسی اور گورنمنٹ کے ساتھ دوستانہ مراسلت کرے تو مجرم ہو۔ اور سوائے انگلش افسروں کے کوئی اور تجارتی سفارت کے بھی میں پولیٹیکل سائنس میں کسے کا حجاز نہ ہوتا۔ ہرات کے پاس جو ایرانیوں کی جنگ ہوئی اس میں انگریزوں کی شکایت کرنے کی وجہ ایرانی بھی رکھتے تھے۔ انگریزی مدبران ملکی پریوسیوں کی دور و دراز کی حملہ آوری کی زیادتی کا آسیب ایسا چڑھا کہ وہ دیوانے ہو گئے اور تمام اخلاقی اور دمانائی کی باتوں کے سینے کے لئے اُن کے کان بہرے ہو گئے وہ عاقبت جو گورنر جنرل کو ایسے غلط سفیانہ طریقے پر لے چلے جس کی نظیر انگریزی تاریخ میں کہیں نہیں ہو باوجودیکہ بریٹنر صاحب کو پہلے بہت جھڑکیاں مل چکی تھیں مگر پھر بھی انہوں نے ایک دفعہ اور زور لگایا کہ امیر دوست محمد خان کی طرف لارڈ آک لینڈ کے دلکو ملت کرے۔ جون میں جب وہ لاہور کی طرف آتا تھا نو اُس نے میک ناٹن صاحب کو ایک بڑی لمبی چوڑی چٹھی میں امیر دوست محمد خان کے بالکل تہوہ ہونے کی پولیسی اختیار کرنے کے باب میں اپنے خیالات کی تشبیح لکھی کہ ابھی تک یہ بات باقی ہے کہ اس امر پر دوبارہ خیال کیا جائے کہ ہم کیوں دوست محمد خان کے ساتھ ہو کر کام نہ کریں؟ امیر کی قابلیت میں شبہ نہیں وہ اپنے دل میں انگریزوں کی نسبت اعلیٰ درجہ کی رائے رکھتا ہے جو ہم اوروں کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں اس سے آدھا بھی اُس کے ساتھ کرینگے تو وہ کل ہی روس و ایران کے ساتھ اپنا تعلق

کو ترک کر دیگا میرے نزدیک سب سے زیادہ بہتر پولیسی یہ ہے کہ کابل کو کوئی نفع مستحکم اور فوری کرنا چاہیے۔
 اسیں باہم نفاق پیدا کر کے ضعیف و ناتواں نہیں کرنا چاہئے۔ مگر لارڈ لاک لینسٹر نے اسے ۱۲ مئی ۱۸۴۲ء
 کے منٹ (نوشتہ) میں امیر دوست محمد خان کی قیمت کو سر بھر کر دیا اس منٹ میں جو تین طریقے وہ
 اختیار کر سکتا تھا بیان کئے گئے ہیں ان میں سے اس نے بدترین طریقہ اختیار کیا کہ نہ تو وہ افغانستان
 کو اپنی قیمت پر چھوڑے گا اور نہ وہ امیر کابل کی اور نہ اُسکے بھائیوں کی قندھار میں اعانت کرے گا
 لیکن اُسکے دوست سکھ کابل میں بشرکت اس سپاہ کے جسکو انگریزی افسروں کے ماتحت میدان
 جنگ میں شاہ شجاع لجھائے گا جو تحریک کرنیگے اُس کی وہ حکماً تائید کرے گا۔ مئی ۱۸۴۳ء کے آخر
 میں لاہور میں میک ناٹن صاحب سکھوں کے فرمانروا سے جو قبریں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا ایک معاہدہ
 پر مباحثہ کرتا تھا۔ جس کے بعد ۲۶ جون ۱۸۴۳ء کو لاہور میں مصالحت ثلاثہ پر دستخط ہو گئے۔ جس کے
 موافق بریجٹ سنگھ اور انگلش اور شاہ شجاع نے باہم اس امر پر اتفاق کیا کہ افغانستان میں ایک انقلاب
 پیدا کر کے اسکو اپنا دوست بنائیں۔ اور بارک زریوں سے حکومت چھین لیں اور اس کی جگہ لہریا
 کے جلا وطن نشین خوار کو حکومت دلائیں جو اپنی مدت کی کھوئی ہوئی سلطنت کے دوبارہ حاصل کرنے
 میں کوشش کر رہا ہے۔ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ امیر دوست محمد خان نے کوئی ایسی برائی نہیں کی
 تھی جو تصویر میں بھی آسکتی اور اس نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ جو دوستانہ برتاؤ کی استعدادی۔
 وہ گورنمنٹ نے منظور کی۔ جب افغانستان میں جمہور انام نے امیر کی پادشاہی کے حق کو تسلیم کر لیا۔
 اور ہر واقعہ نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ بڑا قوی اور دانشمند فرمان وہ ہر تو ایسے حکمران کے برخلاف بر مصالحت
 ثلاثہ ناپاک مصالحت تھی۔ اُن معاہدہ کرنے والوں فریقوں میں شاہ شجاع کا یکدم تقریب کے قابل تھا اور
 بریجٹ سنگھ کا یہ کام قابل معافی تھا۔ لیکن انگریزوں کا یہ کام بالکل ناحق تھا۔ اسکے لئے جو یہاں وہ بناتے
 تھے اُن میں جھوٹ صاف روشن نظر آتا تھا۔ گورنمنٹ نے جو پولیسی اختیار کی اس کا سبب یہ تھا کہ
 وہ روس کی حملہ آوری کا اور سکھوں کی ناراضی کا سبب بنانے اور جاپلانہ خوف رکھتی تھی۔ اُن تمام معاملات
 کی اصل حقیقت کو انگریزوں کی آنکھوں سے افغانستان کی ۱۸۴۳ء کی بلوچ کی بلوچ (وہ کتاب جس میں گورنمنٹ
 کی رپورٹیں مطبوع ہوئی ہیں) نے مخفی رکھا اس بلوچ نے اچھی باتوں کو بُرے لباس میں دکھایا۔ اصل حقیقت
 حال کو جنگ افغانستان کے مشہور مورخ کے صاحب نے دکھایا۔ مصنف بلوچ نے برنیز صاحب کے خطوط

تاویل کر کے انگریزوں کو یہ بتلایا کہ اول سے آخر تک امیر دوست محمد خاں اور اُس کے رشتہ داروں نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ دشمنی کے کام ہتھال اور شوق سے کئے۔ برنیز صاحب کے مراسلات میں وہ ایک ایک لفظ اڑا دیا جو کم از کم اس بات پر اشارہ کرتا تھا کہ دوست محمد خاں یہ چاہتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ ثالث بن کر رنجیت سنگھ کے ساتھ جو اسکا جھگڑا ہے فیصلہ کر دے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ ایران کی دوستی چھوڑ کر برٹش گورنمنٹ کے ساتھ دوستی اختیار کرے۔ برنیز صاحب نے جو خود اپنے دلائل اپنی امیر دوست کی باتوں پر یقین کرنے کی اور اُس کو ایران کے برخلاف کام کرنے کے لئے تقویت دینے کی لکھی تھیں۔ وہ کاغذات مطبوعہ سے قصداً خارج کر دی گئیں سب سے پہلے الفاظ کہیں کچھ فقرے کہ جس عبارت کی عبارتیں ایسی اڑا دیں جن کے سبب سے ایسے فصل ولق ہوئے کہ کہیں اُن کا پتہ نہیں لگتا تھا۔ برنیز صاحب نے جو قندمار کے امیروں کے ساتھ اپنے حد اختیار سے تجاوز کرنے کا وعدہ کیا تھا اس کی معنت و ملامت میں جو جو ہیں پرے گرا تھے اُن کو تحویل کر کے تین فقروں میں رکھ دیا۔ جو ان کے مہینہ میں جو کہ حسن ابدال سے برنیز صاحب نے خط گورنمنٹ کو لکھا تھا اس کا ایک لفظ بھی نہیں چھاپا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے کس زور و متانت سے اس آدمی کے حق میں وکالت کی ہے جس کی قسمت سر بھر ہو چکی تھی۔ برنیز صاحب کی خود فہمت کی تفسیح جب چاپ ایسے پیرا میں ہوئی کہ جس کے سبب سے ایک دوست ہمسایہ کا قطعی دشمن بن گیا۔

اس نئے عہد نامہ میں اس منصوبہ کا کچھ ذکر نہ تھا کہ گورنمنٹ ہند شاہ شجاع کی امداد کس طرح سپاہ سے کرے گی۔ مگر اس میں ایک دفعہ تھی جس میں لکھا تھا کہ امیر ان سندھ ایک رقم کثیر بابت اس خراج کے شاہ شجاع اور اُس کے دوست سکھوں کو ادا کرے کہ اُن پر شاہ افغان شان کے مطلع ہونے کے سبب سے واجب الادا تھا تا کہ شاہ اپنے خراج کے دعوؤں سے دست بردار ہو۔ مگر ایک مدت گزر چکی تھی کہ کابل کے جوئے سے امیر ان سندھ اپنے کندھے کو نکال چکے تھے۔ شاہ شجاع خود وراں پر قدم نہ تھا کہ اپنے دعوؤں کو چھوڑ چکا تھا۔ ان فریقوں کا شریک ہو کر خراج کا دعویٰ کرنا بڑی بڑھری کے ساتھ روپیہ کا استحصال بالآخر تھا۔ بس یہ طبع بشری کا مقتضاء تھا کہ امیر ان سندھ اُس پرانے دعوے کے از سر نو زندہ ہونے پر کینے اور انتقام کے درپے ہو گئے۔ مگر جو اُن کو یہ سبق سیکھنا باقی تھا کہ برٹش گورنمنٹ نے قبضہ ہند کے انگریزوں کے ساتھ پوری تدبیر کرتی ہے۔ لاہور سے لہستان میں بہت جلد میک ٹائٹ صاحب

آئے شاہ شجاع نے اُن کا بڑے تپاک سے استقبال کیا شاہ اس موقع میں پھولا نہیں سہاتا تھا کہ اُس کو آئندہ پادشاہی دلائی جائے گی۔ دو دفعہ مجالس مشورہ منعقد ہوئیں۔ شاہ شجاع نے اس عہد پر دستخط کر دئے کہ جسیں یہ عہد تھا کہ وہ اپنے اندھے جلاوطن بھائی زبان شاہ کے تخت پر دوبارہ بٹھایا جائے گا۔ ۲۷ جولائی ۱۸۵۸ء کو میک ٹائٹ صاحب شملہ پر گئے کہ لارڈ ڈاک لینڈز اور اسکے مشیروں سے اس سفیناء ہم کے باب میں جو گورنمنٹ نے اختیار کی ہے مباحثہ کریں کہ آگے کیا کیا جائے اُس نے گورنر جنرل کو دیکھا کہ اس مصالحت نامہ ثلاثہ میں جو حصہ اسکے لئے تجویز کیا گیا ہے اس سے وہ بہت آگے جانے کو تیار بیٹھا ہے اور اُس کے دو سکریٹری مسٹر جان کالون و ہنری ٹوریسن اُس کو جس ٹھکان پر سے کہ وہ پھسل رہا ہے دھکے دے کے نیچے گرے میں ڈالنے کو آمادہ ہیں جو

باب سوم افغانستان کی جنگ اول

ماہ اگست ۱۸۵۸ء کے شروع میں ایرانی ہنوز ہرات کے گرد خیمہ زن تھے کہ ہندوستان میں ایک لشکر جہاز جمع ہونے کی تیاریاں اسلئے ہو رہی تھیں کہ وہ شاہ شجاع کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے قندھار و کابل جائے۔ یہ وہ تدبیر تھی۔ جسکو لارڈ ڈاک لینڈز نے اپنے بہترین رائے کے خلاف اختیار کیا تھا۔ اور ہمیں اپنی کونسل سے جو کورٹ ڈائرکٹرز کی مرضی کے برخلاف متفق الرائے نہ تھی۔ صلاح و مشورہ نہیں لیا۔ اس ہم کے برخلاف ایسے بڑے بڑے لیڈری ویولینٹیل بدتر تھے جیسے کڈوکل و انگلٹن۔ لارڈ ولزلی۔ سر چارلس مککاف مونٹ سٹورٹ لیفٹننٹ۔ لارڈ ولیم بنٹنک۔ ڈیوک ایلز نے یہ فرمایا کہ افغانستان کی گورنمنٹ کے بندوبست کرنے کے لئے دیائے سندھ سے پار فوج کشی کے لئے جو حرکت کی جائے گی۔ اس کا حال ہن سخت کا سا ہوگا جس کی جبر پاتی رہے اور نئے پتے ہر سال نکل کر جھڑپائیں۔ یعنی اول کامیابی بعد ازاں خرابی۔ لارڈ ولزلی نے اس ہم کی یہ جھوٹی کہانیے ملک پر قبضہ کرنا طاقت ہے جو سنگستان۔ ریگستان۔ صحرا۔ برفتان۔ یخستان ہو۔ سر مککاف نے ارشاد کیا کہ یعنی دریائے سندھ کے پار جا کر اسکے پار کے ملکوں کو چھپرنا رو سیوں کو خود اپنے

اور بے شک کشتی کرنے کے لئے براہِ تبت لاتی ہے۔ ایلفٹنٹن نے برنیز کو ایک خانگی خط میں لکھا کہ ہرگز یہ توقع نہیں ہے ایک مغل۔ سرد۔ قوی۔ بعد ملک میں جنگ جو قوم میں جیسے کہ افغان ہیں۔ شاہ شجاع کے ہم پشت و بٹاہ و تکیگاہ نے رہیں افغان خوشی سے اس حملہ آور کے ساتھ ہو جائیں گے جو ہم کو ماک سے نکالنا چاہیگا اور اس پر یہ اور اضافہ کیا مجھے کبھی یہ نہیں معلوم ہوا کہ شاید مہذب اور ناشائستہ غب مہذب ریاستوں میں نہایت رابطہ و اتحاد ہوا ہو اور تین سال کے اندر قدرتی منافرت یا اسکا خاتمہ نہوا ہو افغانوں کو جو نصرت ہم سے ہے وہ سکھوں کے ساتھ ہمارے دوست ہونے سے بہت زیادہ ہو جائے گی۔ لارڈ ولیم ہنٹنگ نے جسکے جانشین لارڈ آگ لینڈ ہوئے تھے۔ اس ہم پر لا حول پڑھ کر کہا کہ یہ حماقت خارج از قیاس ہے ہندوستان میں معلوم نہیں کہ علی العموم انگریزوں کی عقل پر کیا پردہ پڑ گیا تھا کہ وہ ایک کوٹھ مغل اور ضعیف قلب احمق۔ بادشاہ کو جس کو اس کی اپنی رعایا نے مغول کیا تھا ایسے فرمان روا کی جگہ تخت نشین کرنا چاہتے تھے جو بارہ برس سے سب حملہ آوروں کے مقابلہ میں فتحیاب ہوا تھا۔

شکر کئی کے آئین کے موافق بھی سفر دور و دراز پر اعتراض ہوتے تھے جو سندھ کی صحرائوں اور بلوچستان کے ناہموار کوہستان میں ہو اور پھر ان اعتراضات کا زور اور بھی بڑھ جاتا ہے کہ اس سفر میں بظاہر ضرورت یہ آن کر پڑے کہ ایران و سندھ پر یہ جبر کیا جائے کہ وہ اپنے ملک میں لشکروں کے سٹوں میں رسد اور بار برداری کے سامانوں کے مہیا کرنے میں امداد کریں جسکے لئے کوئی شرط اُن کے صلح نامہ میں موجود نہ تھی۔ پنجاب میں انگریزوں کا کہنا سننا جب ہی تک چلتا تھا کہ ایک بوڑھا ستارہ جس کے سر پر موت ہر وقت کھڑی رہتی تھی بقیہ حیات تھا۔ خود شاہ شجاع بار بار اپنی ناخوشی اس بات میں ظاہر کر چکا تھا کہ وہ اپنی پراپی رعایا میں ایسا بادشاہ بنایا جائے جسکا تلج انگریزوں کی توپوں اور سنگینوں نے اُسکے سر پر رکھا ہو۔

بس انگریزوں نے اپنے نزدیک یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ دوست محمد خاں کے تباہ کرنے سے روکیوں کی کل تدابیر پریشان و پر اگندہ ہو جائیں گی۔ اُن کی ہول زدہ گرم کوشی کو کوئی بات ٹھہرا نہیں سکتی تھی۔ باگہ ہند میں انگریزی سپاہیں اس تبدیلی کو پسند کرتی تھیں کہ چھاو نیوں میں ایک ہی چکر میں پھرنے کے بجائے کسی نامعلوم ملک میں لڑنے کے لئے جائیں۔ ان کو اس کی کچھ پروا نہ تھی کہ ہم کو کس سے لڑنا پڑے گا۔

لڑائی میں جانتے تھے کہ چھاؤنی کی ہر روزہ قواعد کی اور امن کی حفاظت سے پیسے گے۔ ترقی اور عزت حاصل کر دیکھا موقع ملے گا۔ غالب ہونے کی صورت میں اضافہ خواہ ہو گا۔ گھر آنے پر بھنڈہ اور زر انعام ملیگا مثل مشہور ہے ایک لمبے کوچہ میں جس میں کچ پوچھو آدمی چلتے چلتے گھبرا جاتا ہے۔ اس طرح چھاؤنیوں میں لشکر پڑے پڑے اکتا گئے تھے۔ اُن کو لڑائی میں جانے کا حکم دلپسند تھا۔ پہلی اکتوبر کو لارڈ آکسٹن نے اشتہار دیا جسکو سر برٹ ایڈورڈس اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں کہ ان میں دوست محمد خان کی نسبت ایسی غلط بیانیوں کی گئیں کہ جس پر روسی مدد کو بھی حسد ہوتی ہے۔ اس اشتہار میں امیر کابل کی نسبت یہ الزام لگایا گیا۔ کہ اس نے ہمارے دیرینہ دوست و رنجبت منگلہ پر بغیر کسی اشتعال کے دھتکارا کیا۔ اور پشاور پر قبضہ رکھنے کے لئے نامعقول ادعا کا زور لگایا۔ اور اپنی جاہ طلبی اور اولوالعمری اور تعلی کی وہ تدابیر کیں جو ہن۔ وستان کی سرحد کی عاقبت و سلامتی میں خلل انداز ہوئیں اور فغانستان پر ایرانیوں کے ارادہ کی علانیہ امداد کی اور اس اپنے کام میں برٹش گورنمنٹ کے اغراض و مقاصد کا دبا پاس و لحاظ نہیں کیا۔ ہرات پر ایرانیوں کے حملہ کو بالکل ظلم و تتم ٹھیکرایا۔ جس میں قندھار کے امیروں نے ظاہر امداد کی۔ یہ بارک زئی بہر حال ہماری قومی حمایت کی سچی اور ضروری تدابیر کے لئے بالکل نالائق تھیں۔ گورنر جنرل نے یہ ارادہ مصمم کر لیا ہے کہ شاہ شجاع کے پادشاہ بنانے کے لئے حمایت کرے افغانستان میں شاہ ہر دفعہ تیز ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ اگر کوئی اس میں غیبت و مداخلت کرے یا اس کے یہ خلاف کوئی فتنہ پردازی پرست بعد ہو تو سپاہ انگریزی شاہ کی حمایت کرے گی۔ مصالحت ثلاثہ کا عہد نامہ ہرات کی اور امیران سندھ کی آزادی اور سلامتی کا کفیل اور ضامن ہے۔ ان باتوں کے بیان کے بعد اُن اچھی باتوں کا ذکر تھا کہ برٹش گورنمنٹ کے رعب داب کا ٹھیک اثر یہ ہو گا کہ وسط ایشیا میں آزادی تجارت ہوگی اور سرحد پر امن و امان رہے گا۔ اشتہار میں لارڈ آکسٹن نے یہ وعدہ کیا کہ جب شاہ شجاع کے زیر فرمان افغانستان آزاد و سالم آجائے گا تو انگریزی سپاہ واپس بلا لی جائے گی۔ پڑھنے والے خود دیکھ لیں گے کہ اس اشتہار کے بعض بیانات نہیں بلکہ تقریباً اگلے بیانات غلط دوست محمد خان نے رنجیت سنگھ پر نہ کوئی بے اشتعال حملہ کیا تھا نہ اس پر نامعقول دعووں کا دیا وڈا لاکھا۔ بلکہ انگریزوں کے ساتھ دوستی پیدا کرنے کی کوشش میں بڑا اصرار کیا تھا اور انگریزوں کی دوستی کے لئے وہ ہر شرط کے قبول کر لینے پر تیار تھا۔ ہرات پر فوج کشی کے لئے شاہ ایران ورجہ

قوی رکھتا تھا اگر وہ کامیاب ہوتا تو وہ امیران قندھار کو یہ شہر دے دیتا اور وہ اپنے بھائی فرمان روا
کابل کے اغراض مفاد کے لئے اس کو اپنے قبضہ قدار میں رکھتے۔ شاہ شجاع کا افغانستان میں ہر دلعزیز
ہونا فقط اس کی زمینی نشینی اور ڈینگ تھی۔ چند سادہ لوح اسکے طرفدار تھے اور اشتہار میں جو یہ لکھا گیا
تھا کہ گورنر خیزل باتفاق کونسل سپاہ کے جمع ہونے کا اشتہار دیتے ہیں جھوٹ تھا۔ اس لئے کہ کونسل کے
ممبروں نے انگلینڈ کو یہ شکایت لکھ بھیجی کہ اس پولیسی کی تکمیل کے باب میں ہم کبھی متفق الراے نہیں ہوئے
لارڈ واک لیتھڈ کی صفائی اور راستی کے لئے یہ بات مانی جاتی ہے کہ انہوں نے کل معاملہ کو خوف شک
و تعصب کے کمرش دیکھا۔ جس لئے آنکھوں پر ایسی ٹپی باندھی کہ وہ خطرناک حاققت کو اور اس بازی کی عجیب
نا انصافی کو جو ان کے صلاح کار کھیل رہے تھے نہ دیکھ سکے۔

کل ستمبر اکتوبر کے مہینے میں ریشٹین اور پلٹین اور توپخانے جا بجا سے ستلج کے ریگستان کی طرف
فیروز پور کو روانہ ہوتے رہے اور پٹی میں جہاں ایک لشکر کی تیاری ہو رہی تھی کہ دریا اتر کر سندھ کے کنارے
پر روانہ ہو۔ ہنوزنگال کی فوجیں فیروز پور میں نہ پہنچنے پائی تھیں کہ ۱۸ نومبر ۱۸۴۳ء کو اشتہار دیا
گیا کہ ہرات سے ایرانیوں کی سپاہ نے مراجعت کی دس مہینے تک وہ محاصرہ کرتی رہی۔ شاہ ایران
کو اس محاصرہ میں بڑا نقصان اٹھانا پڑا اور روس کی پولیسی ناکام رہی اور برٹش گورنمنٹ کو اس کا خوف
جانا پڑا۔

اب اس وقت سے لارڈ واک لیتھڈ کے لئے کوئی عذر معقول باقی نہ رہا تھا کہ وہ افغانستان میں
سپاہ بھیجتا۔ روسیوں کی حملہ آوری کی زیادتی کا ایرانیوں کے پردے میں کوئی خوف نہ تھا۔ یہ بات
آسان تھی کہ وہ گیارہ گھنٹے میں جنگ کابل سے بالکل اپنے تئیں سچا لیتا۔ مصالحت ثلاثہ کے عہد نامہ میں
اس ہم کاشیکہ انگریزوں کو نہیں دیا گیا تھا۔ شاہ شجاع اسکے برخلاف کئی دفعہ اپنی رائے ظاہر کر چکا تھا۔
رجحیت سنگہ سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ شاہ شجاع کی ٹپی ادا کرے گا۔ اس دوست دیرینہ
رجحیت سنگہ نے انکار کر دیا کہ انگریزی سپاہ کابل کو اس راستہ سے نہ جائے جو اس کے ملک سے گزرتا ہو۔
لارڈ واک لیتھڈ نے یہ سچہ کہ دوست محمد خان کا تخت سے اتار دینا حفظ ماتقدم کے لئے ضروری
ہے۔ ۸ نومبر کو دوسرا اشتہار دیا کہ لشکر کشی بدستور قائم رہے گی مگر چھوٹے پیمانے پر۔ جس کے مشرقی افغان
میں ایک دوست کی سلطنت قائم ہو جائے۔ اور مغربی سرحد پر ہر حملہ آوری کی تدابیر کا انسداد کی

ہو جائے۔ نومبر کے آخر ہفتے میں فیروز پور میں یہ سپاہیں جمع ہو گئیں۔ چودہ ہزار تین سو نو سو سپاہ انگریزی تھی اور چھ ہزار سپاہ شجاع کی تھی۔ جس کے افسر انگریز تھے۔ مسٹر ہنری فین صاحب کمانڈر انچیف بنگال اس سپاہ کے سپہ سالار تھے مگر وہ اس سبب سے مستعفی ہو کر ولایت چلے گئے کہ ہرات کے محاصرے کے اٹھ جانے سے اس مہم کی وقعت اُن کی نظر میں کم ہو گئی تھی۔ اور سپاہ کی تعداد بھی کم ہو گئی تھی اور اُنکی تندرستی بھی اچھی نہ تھی اور اُن کو میک ناٹن صاحب پولیٹیکل انسپکٹر کے ماتحت کام کرنے سے بھی انکار تھا۔ انہوں نے حکم صادر کیا کہ ۹۰۰ سپاہ جس کے سپہ سالار دلو بائی کوٹن ہوں گے فیروز پور سے لڑائی پر جاے اور باقی سپاہ فیروز پور اور لدھیانہ میں رٹر روڑیگی اور بیٹی کی ۶۰۰ سپاہ کے سپہ سالار سر جان کین ہوں گے۔ جب یہ دونوں سپاہیں یک جا جمع ہو جائیں گی تو کل سپاہ کے سپہ سالار سر جان کین ہوں گے اور شاہ شجاع کی سپاہ جو سندھ میں ہو کر جائے گی وہ دلو بائی کوٹن کے ڈویشن سے تعلق رکھے گی۔ فیروز پور میں ۳۰ نومبر اور پہلی دسمبر ۱۸۴۳ء کو لارڈ آگ لینڈ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی ملاقاتیں شانہ ہوئیں اور دہ بار میں خسروانہ شان و شکوہ دکھائی گئی۔ مہاراجہ کو رخصت کے وقت لارڈ آگ لینڈ نے دو گھڑ چڑھی تو یہیں مریض سب طرح سے آراستہ پیراستہ نذر دیں۔

یہ شیر و خجانب عیش جسم کاہ اور بادہ خرد افکن سے بہت ذرا روزگار ہو گیا تھا مگر اب تک شیر دلی اس ایک چشم شیر کی آنکھوں میں چمک رہی تھی۔ وہ جب خبر سے اپنی توپوں کے تھکے دیکھنے کے لئے آیا۔ تو ٹھوکر کہا کر توپوں کے سامنے گر پڑا۔ لارڈ آگ لینڈ اور ہنری فین نے جو ان کے دیش پائیں طرف تھے۔ اُن کو پکڑ کر کھڑا کیا۔ مہاراج اور اُن کے سردار انگریزی توپوں کے آگے گرنے کو بدشگون سمجھے۔ مگر ایک شخص نے یہ لطیفہ سنی کی کہ گو مہاراج انگریزی توپوں کے سامنے گرے مگر برٹش گورنمنٹ کے اعلیٰ نائبوں نے اُن کو اٹھا کر پھر کھڑا کر دیا۔ اس طرح بدشگون ہی نیک شگون ہو گئی۔

۱۰ دسمبر کو کوٹن کی سپاہ نے ستلج کے بائیں کنارے پر سندھ کی طرف سفر شروع کیا۔ اس کے ساتھی ہزار اونٹ اور اڑتیس ہزار بھیر کے آدمی تھے۔ قنبرا اور کابل میں سپاہ کے جانے کے بعد یہ رستہ تجویز ہوا تھا کہ وہ سکھر اور درہ بولان میں ہو کر گذرے۔ اس رستہ کا طول ایک ہزار میل سے زیادہ تھا اور اس میں بہت سے چٹیل میدان ایسے پڑتے تھے جن میں پانی کم ملتا تھا اور اونچے نیچے ہوا و ترنگ راہ بہاڑ دشواہ گزرا آنے تھے۔ جن میں کیا تراق قویم یا انگریزوں کی بدخواہ قویم رہتی تھیں اب تہا

سباہ کے آگے کا سفر کرنا کیا اس رسد پر موقوف تھا جو اسکے پاس موجود تھی۔ یا اس ملک کی رستہ سانی پر جس کے اندر اس کا گذر ہوتا تھا اور اسکے حکمرانوں کو ترغیب دیجاتی تھی کہ وہ رسد کو ہم پہنچائیں اس دوسری طرح کی رسد رسانی میں بغیر دست وہی طریقے اختیار کئے جاتے تھے جو زیر دستوں کے ساتھ زبردست برتتے ہیں۔ بہاول پور کا خان انگریزوں کا دوست تھا۔ اسکو تو پولیٹکل ایجنٹوں نے بیٹیاں پڑھا دیں کہ وہ انگریزی سپاہ کے لئے رسد رسانی کرے مگر امیران سندھ کے لئے انگریزوں سے ناخوش تھے۔ سخت تدابیر عمل میں لانی پڑیں۔ یہ وقت وہ نہ تھا کہ عہد ناموں کے شرائط کے ایفا کا پاس و لحاظ کیا جاتا۔ ضرورت کا وقت تھا اس میں سب کچھ کرنا روا تھا۔ اگر ضرورت بود ہر چہ یاشد روا یا شد۔ کرنیل پوٹنجر نے جو کہ حیدر آباد سندھ کا ریزیڈنٹ تھا امیران سندھ کو اطلاع دی کہ ۱۸۳۲ء کے عہد نامہ کے موافق جو یہ شرط ہے کہ دریائے سندھ میں سپاہیانہ سامان نہ جایا کرے۔ وہ لڑائیوں کے زمانہ تک معطل و معویٰ رہے اور ان کو دہلی دی کہ اگر وہ انگریزوں کی درخواستوں کو برخلاف کام کرینگے یا آئندہ ایران کے ساتھ سازشیں کرینگے تو وہ اپنی آزادی سے محروم کر دئے جائیں گے اگرچہ حکمرانی سے معطل نہیں کئے جائیں گے اور وحشیانہ بے باکی سے اُن کو یقین دلایا کہ انڈین امپائر کی سلامتی اور عافیت کے لئے ضرورت کی صورت میں خواہ وہ بعید ہی کیوں نہ ہو۔ اس سپاہ تیار شدہ سے یا اور سپاہ طلب شدہ سے اُن کا مار کر کچھ مر نکال دیا جائے گا اور ہر بنیز اور پوٹنجر و میکناٹن نے اُن پر دباؤ ڈالا اور اُن کی دارالسلطنت میں لگایا اور ولزی نے کراچی پر حملہ کیا ان سب باتوں نے بے کس بے بس امیران سندھ کو مجبور کیا کہ وہ کم بنجی پر ہتھیار کر دیں۔ انہوں نے کچھ دنوں کے لئے انگریزوں کو دریائے سندھ کے کنارے پر سکھ اور روٹھی کے درمیان کے جزیرہ کا قلعہ بھیج دیا اور مصالحت ثلاثہ کے عہد نامہ میں شاہ شجاع کو جو رقم خراج دینے کی مقرر ہوئی تھی۔ وہ اُن امیروں نے ادا کی اور ۶۰ فروری کو امیران سندھ سے یہ نیا عہد و پیمان ہوا کہ تھوڑی سپاہ سندھ میں رہی جائے۔ اور تین لاکھ روپیہ سالانہ اسکا خراج وہ دیں گے۔ کس صاحب نے اپنا سفر کوٹھی سے دریائے سندھ کی دائیں طرف شروع کیا اور کوٹن صاحب روٹھی کی طرف دریا پار کر کے سفر کر کے شکار پور میں آگئے۔ جہاں شاہ شجاع کا لشکر اُن کی رات تک رہا تھا۔ میکناٹن صاحب ایک کے ساتھ تھے۔ ۲۲ فروری ۱۸۳۲ء کو شکار پور سے کوٹن کی سپاہ درہ بولان کے پاس

دوسری طرف چلے۔ یہ سفر ۷۰ میل کا بڑے سنان اور ویران ملک میں تھا ۹۶ میل ہیں صحرا تھا چہیں کہیں خال خالی نظر آتے تھے اس میں اونے اقم کا دانہ چارہ پانی ہی کم یا ب تھا۔ بہت پہلے سے اس ستر پر ایسے لشکر کے لئے سامان مہیا نہیں کیا گیا تھا جس میں سپاہ اور اور بہیر و نگاہ کے آدمی ۸۰ ہزار تھے اور گھوڑے تین ہزار اور اونٹ تیس ہزار ۵

۱۔ مایج کو کوٹن کی سپاہ وادری میں پہونچی۔ بیاری کے سبب سپاہ بہت ضعیف ہو گئی تھی اونٹ اور گھوڑے اور بہیر کے آدمی بہت مر گئے تھے اسباب کی خورجیاں بہت تلف ہو گئی تھیں۔ غرض سپاہ سفر کے قابل نہیں رہی تھی۔ چند روز اس نے یہاں قیام کیا۔ ۱۶۔ مایج کو اُس نے پھر اپنا تھکا ہوا سفر درہ بولان کے سنگستان کی راہوں میں شروع کیا جو ساٹھ میل تک پیچ در پیچ کھاتی ہوئی اُن پہاڑوں میں جاتی ہیں جو سندھ اور بلوچستان کے درمیان حد فاصل ہیں۔ سات روز میں اس مصیبت ناک سفر مکمل کر بڑی مبارک سرسبز و شاداب وادی شان میں سپاہ آئی۔ ان دنوں میں سینکڑوں اونٹ مر گئے تھے اور مرتے جاتے تھے۔ پیچھے جو برگیدہ رہ گیا تھا اُسکو صحرا و در بلوچوں نے بہت ستایا اور جو موقع انکو چھو ل اور اسباب سفر کے لوٹنے کا ہاتھ آیا۔ اسکو ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ تین دن بعد ولسے شال کی مرتفع زمین کو ٹٹہ میں برگیدہ آیا۔ جہاں اُس کی نکلی ہوئی سپاہ نیم گرسنہ نے بمبئی کی اور شاہ شجاع کی سپاہ کا انتظار دیکھا ۶۔ اپریل کو کل سپاہ جمع ہو کر کوٹہ کے گرد خیمہ زن ہوئی۔ سر جان کوٹن اس کے سپہ سالار ہوئے کابل کی سرک پر پہونچنے پہونچنے میں ہزار اونٹ اور بہیر کے بہت سے آدمی مر گئے اور بہت سے ڈیرے نیچے اور اسباب غارت ہو گئے۔ منزل مقصود تک پہونچنے سے پہلے سپاہ کو نصف خوراک ملی۔ شال سے جو تھوڑا سا سامان رسد بہم پہونچا لیا تھا۔ وہ ختم ہو گیا آگے خان قلات کا ملک تھا۔ جس میں پیداوار اتنی کم تھی کہ خان کا فی سامان رسد نہیں بہم پہونچا سکنا تھا۔ مگر وہاں سے کچھ اناج ملا۔ اور چند ہزار بہیریں ملیں جو لشکر کو خرچ کے لئے اونٹ کو منہ نہیں زیرہ تھیں۔ اب صرف یہ بات باقی رہی تھی کہ قندھار کی طرف ناہموار سرد و برہنہ پہاڑوں میں سفر کیا جائے اُن میں ایک نہایت تنگ درہ آیا جو ڈرانے میں درہ بولان سے کچھ کم نہیں تھا۔ خجک کی پتھر ملی اور برف سے ڈھکی ہوئی ڈھلانون پر چھوٹی بڑی توپوں کو آدمی اپنی طاقت اور دم خم سے بیگئے۔ یہ خوش نصیبی تھی کہ آگے بڑھنے کے لئے فراحت کرنے والا کوئی دشمن سوائے صحرا و در و افغانوں یا بلوچوں کے کوئی اور نہ تھا۔ مگر اسباب کی خورجیوں خیموں اونٹوں اور سامان جنگ کے ذخیروں کا تلف ہونا ایک

بڑی مصیبت تھی گھوڑے اور آدمی بھوک پیاس ترکان کے بارے فرسودہ اور در ماندہ ہو گئے تھے۔
 ۱۰۔ اپریل کے کوچ میں اٹھاؤں گھوڑے مر گئے۔ تو بچانے کے گھوڑے اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ توپوں کے جوتوں سے وہ الگ کر دیئے گئے تھے۔ اور بجائے ان کے توپوں کو آدمی کھیچتے تھے۔ ۲۶۔
 اپریل ۱۸۵۷ء کو قندھار کے سامنے سپاہ کا ایک بڑا حصہ آیا۔ ۴۴۔ مئی ۱۸۵۷ء کو بمبئی کی آخر سپاہ اس شاداب وادی میں آئی جس میں مغربی افغانستان کا دار السلطنت قندھار واقع تھا۔ اس شہر کے امرا اس خبر کے سنتے ہی کہ کوئٹہ سے انگریزی سپاہ چلی ہے فرار ہو گئے۔ انگریزوں کا شہر پر قبضہ ہو گیا۔ ۸ مئی کو دستور کے موافق شاہ شجاع کو تخت سلطنت پر بٹھایا۔ لیکن رعایا نے اپنے قدیمی درانی خاندان شاہی کی پادشاہ کے پھر شاہی تخت پر بحال ہونے کی کچھ خوشی نہیں منائی پہلی ہی اہل قندھار کو احمد شاہ کے اس بیٹے سے محبت بہت کم لگتی تھی۔ اور اب یہ دیکھ کر رہی ہی محبت بھی بالکل جانی رہی کہ وہ فرنگیوں کے ہتھیار ان کا گھر میں لایا ہے۔ اب وہ شاہ سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ مہکناٹن صاحب نے جو بیان کیا ہے کہ یہاں کی رعایا نے بڑے دل سے مبارک سلامت کا غل چھایا بالکل غلط ہے۔ قندھار ایک بڑا بے رونق شہر تھا۔ اس میں کچے مکانات اور شہر کی فیصل اینٹوں کی بنی ہوئی تھی۔

شاہ شجاع نے قندھار میں ایک دربار شامانہ کیا جس میں ہر ایک انگریزی افسر دستور کے موافق پادشاہ کے روبرو پیش ہوا۔ انگریزوں کے سوار عایا میں سے کسی نے پادشاہ کو مبارکباد نہیں دی۔ رعایا تو انگریزوں کی صورت دیکھ کر علی جاتی تھی۔ اس نے حفصہ میں انگریز افسروں کی ایک جماعت پر حملہ کیا اور ایک افسر کو قتل اور باقی کو زخمی کیا۔ اور پھر وہ چلتی بنی۔ کین صاحب یہاں ۲۷۔ جون تک مقیم رہے اور پھر غزنی کی طرف کوچ کیا۔ اور قندھار میں ایک دستہ سپاہ چھوڑی اور بدقتی سے بھاری توپیں بھی یہیں چھوڑیں۔ جو بڑی مشکل سے وہ بولان اور تاجک سے یہاں تک آئی نہیں۔

۲۰۔ جولائی ۱۸۵۷ء کی سر جان کین کے پاس خبر آئی کہ غالباً انگریزی خیمہ گاہ پر حملہ ہو گا۔ قلعہ غزنی نصف میل کے فاصلہ پر دشمنوں کے چند سوار نظر آئے۔ جارج لارنس اور ایک سوار کی ملاقات ہوئی جس کا بیان صاحب مدوح اپنی کتاب چہل و سہلہ کی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ سوار نے ان سے بیان کیا کہ آپ کے لشکر گاہ کو اور اہل لشکر کو میں نے دیکھا اور حقارتاً اس نے کہا کہ آپ لوگوں کی سپاہ خیموں اور اونٹوں کی ہے اور ہمارا لشکر سپاہیوں اور گھوڑوں کا ہے وہ کہتا تھا کہ کس چپے نے آپ لوگوں کو ترغیب دلائی۔ جو

آپ کروڑوں روپے صرف کر کے ہم لوگوں کے اس مفلس پہاڑی ملک میں جیسے نہ لکڑی ہے نہ پانی اس
 غرض سے آئے کہ ہم ہر ایک بڑا قبائل شخص کو پادشاہ بنائیں۔ جسکو ہمارا پادشاہ دوست محمد خان فوراً ہی آپ
 لوگوں کے واپس جانے کے بعد نکال دے گا۔ جو کچھ اُس نے کہا برج تھا۔ اس لئے جارج لارنس نے اس سے
 زیادہ قیل و قال نہیں کی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ غزنی بر سخت لڑائی ہوگی۔ اس لئے فوج صف بستہ ہو کر آگے
 بڑھی۔ بھاری توپوں کے ساتھ نہ لانے اور ۲۳ میل کے فاصلہ پر قندھار میں چھوڑ آنے کا افسوس تھا۔
 قلعہ پر سے انگریزی لشکریوں کی آتش باری ہوئی۔ اور دو ایک دفعہ زیر جنگ نامی توپ کا ہونڈ کا
 گولہ انگریزی لشکریں پڑا اور دو ایک آدمیوں اور گھوڑوں کو مارا۔ مگر غزنی کی توپوں نے انگریزوں کا کچھ
 نقصان نہیں کیا۔ اور انگریزی توپخانے نے بھی اسکے جواب میں سوائے اس کے کہ ایک افغان سردار کا سر اڑا
 دیا۔ کچھ اور نقصان نہیں پہنچایا۔ کین صاحب پر کچھ دیر کے بعد غزنی کے صلہ استحکام کا حال کھلا۔ اسکا حال
 پہلے یہ معلوم ہوا تھا کہ اسکا کوئی مقام ایسا نہیں کہ محفوظ اور مستحکم ہو۔ وقت بڑا قیمتی تھا کھانے پینے کا سامان
 بہت کم ہوتا جاتا تھا۔ کیمپ میں بڑے صاحبزادے بہادر انجینر اور دلاور سپاہی موجود تھے کہ ہر خطرناک کام کرنے
 پر مستعد تھے۔ طاس صاحب انجینر نے دوست محمد خان کے ایک بھتیجے کی ہدایتوں کے موافق یہ تجویز کی
 کہ کابل در وادہ کو آڑا کر قلعہ پر حملہ کیا جائے اور لے لیا جائے۔ اس کی یہ تجویز سب کو پسند آئی۔ گو وہ
 بڑی خطرناک تھی۔ سویرے صبح کو ۲۳۔ جولائی ۱۸۴۲ء کو ہنری ڈیورنڈ صاحب در وادہ کے اڑنے
 والے گردہ کو ساتھ لے کر گئے اور در وادہ کے نیچے باروت کے پھیلے اس طرح رکھے کہ دشمن کو جنونی
 اور شبائے میں آگ لگائی شکستہ در وادہ سے آواز نکلی ہی تھی کہ ڈینی صاحب کی سپاہ حملہ کرنے پر ٹوٹ پڑی
 اور سیل صاحب کی سپاہ بھی اسکے قدموں پر قدم رکھ کر آگے بڑھی۔ کچھ لڑائی دست بدست ہوئی۔ پھر غزنی
 فتح ہو گیا۔ انگریزی سپاہ کے سترہ سپاہی مارے گئے اور ۱۶۵ زخمی ہوئے۔ جن میں آٹھارہ افسر تھے۔
 افغان پریشان ہو کر قلعہ سے بھاگے یا گرفتار ہوئے۔ افغان بھاگتے وقت تلواروں سے نہایت زیادتی
 سے لڑے۔ اور بہت سے انگریزی سپاہیوں کو زخمی کیا۔ اُن کے بغیر سنگین چھپی ہوئی تھیں۔ مگر
 وہ اپنی شمشیر زنی سے باز نہ آئے۔ قریب ۶ سو کے افغان مارے گئے اور ۱۶ سو گرفتار ہوئے۔ اور
 امیر دوست محمد خان کا بیٹا حیدر سلطان بھی قید ہوا ۛ

یہ شہر غزنی وہ تھا کہ آٹھ صدیاں گزریں کہ سلطان محمود غزنوی یہیں سے ہندوستان پر حملہ آور

ہوا تھا۔ اور دوسو برس تک ایک بڑی باشکوہ سلطنت کا پایہ تخت رہا تھا۔ مگر اس زمانہ میں ایک بے رونق اور بے حیثیت شہر تھا جس میں قریب دو ہزار کے مکانات تھے اور آبادی بہت قلیل تھی۔ غزنی کے فتح ہو جانے سے دوست محمد خان پر بڑا صدمہ پہنچا۔ وہ یہ سوچے ہوئے تھا کہ غزنی کا محاصرہ جتنے دنوں تک دشمنوں کو رکھنا پڑیگا۔ اتنے دنوں میں میں کابل کا سامان محافظت درست کر لوں گا۔ شاہ شجاع کا بیٹا شاہزادہ تیمور (کرنل ویڈ صاحب کی ادا سے) سپاہ کو درہ خیبر کی طرف سے جلال آباد کی طرف آکر بڑھا لاتا تھا۔ اس کے روکنے کے لئے دوست محمد خان نے اپنے بیٹے ابیر خان کو بھیجا تھا۔ مگر اب اسکو کابل کی محافظت کے لئے بلایا۔ امیر خود بھی ارگندی میں کابل سے پچیس میل پر غزنی کی سرک پر آیا کہ یہاں ٹھہرے۔ اس نے اپنے تابعین کو قرآن شریف پچ میں رکھ کر قسم دلائی کہ کھوڑی دیر تک مکہ حلال بنے رہیں۔ اور ان کے ساتھ رہ کر ان فرنگی کتوں پر حملہ کریں۔ مگر ان کا دل ایسا نہ تھا کہ امیر کے اس بارے میں یاد دیا ور رہتے یہاں امیر اپنی چوبیس توپیں چھوڑ کر بامیاں کی طرف بھاگا۔ امیر خان نے کابل کی طرف اس لئے مراجعت کی کہ ہندو کش کے جنگلوں میں باپ کے فرار ہونے کی پردہ پوشی کرے۔ ہندوستانی اور افغانی سواروں کو جیس اوٹرم صاحب ساتھ لیکر دوست محمد خان کے تعاقب میں گئے۔ حاجی کا کر خان جو شاہ شجاع کے ساتھ اپنی وفاداری کا دم پر تھا انگریزی لشکر کا رہنما بنا۔ اس نے اوٹرم صاحب کو راہ میں ایسے دھوکے دے کہ وہ اپنی ساری کوششوں میں ناکام رہے غرض جب انگریزی لشکر ۱۸۳۸ء کو بامیاں میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ دوست محمد خان شاہیگاں میں چلا گیا ہے۔ جو یہاں سے تیس چالیس میل کے فاصلہ پر ہے شاہیگان شاہ شجاع کے علاقہ میں نہ تھا۔ انگریزی لشکر کا رہنما حاجی کا کر خاں تھا۔ جن کی رہنمائی سے امید نہ تھی کہ کامیابی ہوگی۔ ۱۳۔ اگست کو انگریزی لشکر یہاں سے مراجعت کر کے ۱۷۔ اگست کو کابل میں بھیجا۔ ان کے آنے پر سب کو تعجب تھا کیونکہ یہاں تو ایک سوار نے یہ منہور کر رکھا تھا کہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ تمام انگریزی سپاہ کے سب گورے کالے سپاہی مارے گئے یہاں پہنچنے پر احباب براہ مہربانی کہتے تھے کہ ہم لوگ کیسے دیوانے ہو کہ ایک جنگلی ہنس کے تعاقب میں گئے جس کی ترقی کی توقع نہ تھی۔ یہ خوش بھیبی ہے کہ ہم اپنے سروں کو گردنوں پر لے کر سلامت چلے آئے۔ لیکن صاحب ہنسی سے کہتے تھے کہ میں نہیں جانتا تھا کہ میری کل فوج میں تیر و گھبے بھی ہیں۔ دیر و افسر انگریز تعاقب میں گئے تھے (غرض یہ دوست محمد خان کا تعاقب جس طرح کیا گیا اس کا مضحکہ اڑنا تھا۔)

۱۔ اگست ۱۸۳۷ء کو شاہ شجاع سترپاچا ہر میں محرق براق پر سوار جلوں کین صاحب کی سپاہ کے بڑے کروفتے کابل کے بازاروں میں سے گذر کر بالا حصار میں داخل ہوا۔ غلامی میں سے کسی شخص نے اس کو زبان سے مبارکباد دہی نہ مانتے پر اٹھ کر کھڑے سلام کیا۔ بقول کین صاحب کے دارالسلطنت میں پادشاہ کی یہ سواری ایسی معلوم ہوتی تھی۔ جیسے کہ جنازہ جاتا ہے۔

گورنمنٹ۔ نے اپنی فخر سپاہ کا احسان مان کر معمولی اعزاز کے خطابات اور القابات افسروں کو عنایت کئے سر جان کین کو پئیر کا۔ میکناٹن کو وینٹ کا اور وینٹ صاحب کو ناٹن کا خطاب دیا۔ میکناٹن صاحب شاہ کے دیار کے رزیدنٹ مقرر ہوئے۔ اور بنیر صاحب کچھ مدت کے لئے اُن کے نائب اُن کو بھی ناٹن کا خطاب ملنے کو تھا۔

لڑائی کے شروع ہونے کے وقت تو ضروریات کا اشتہار دیا گیا تھا کہ افغانستان ایک دفعہ ہمارے قبضہ میں آجائے گا اور اس کو پوری آزادی مل جائے گی۔ تو انگریزی سپاہ واپس آجائیگی۔ مگر جیسے ست محوئی کے تعاقب میں حاجی کا کرخان کی دغا بازی سے ناکامی ہوئی اور جب حاجی واپس آیا تو اس جرم میں مقید ہوا۔ اس پر انگریزی سپاہ کا پہرہ مقرر ہوا۔ اس کلام کے لئے افغانوں پر اعتبار نہ تھا۔ بس اُسے شاہ شجاع کے عروج کے زمانہ میں معلوم ہو گیا کہ ملک تو امیر دوست محمد خان کے ساتھ ہو چکا تو انگریز غاصب سلطنت جانتے ہیں اور شاہ شجاع جس کو انگریز سختی یا دشاہ جانتے ہیں یہ حال ہے کہ اُسی شاہی اہلی دوستوں کی نگینوں پر قائم ہے اس لئے میکناٹن صاحب اور لارڈ آگ لینڈ ویسی سپاہ کے مانع ہوئے۔ جون ۱۸۳۷ء میں پنج سنگھ کی وفات نے سکھوں کی وفاداری میں جو انگریزوں کے ساتھ ہتی شبہ پیدا کیا۔ شاہ شجاع انگریزوں کے ہتھیاروں کی مدد سے پادشاہ بکر مضغہ گوشت بن گیا۔ اور دوست محمد خان اپنی چوکریاں بھرتا پھرنا تھا۔ ہنوز روسیوں کے حملہ کے ڈاکو کا پیٹ نہیں بھرتا تھا۔ وہ بہت انگریزوں کو کھاکر ہضم کرنے کو بیٹھا تھا۔ اور انگریزوں کے لئے اپنے غلطیوں کے خباڑے اٹھانے کا وقت آگیا تھا۔ لارڈ آگ لینڈ نے یہ فیصلہ کیا کہ افغانستان پر حملہ اور سپاہ کا ایک حصہ واپس بلایا جائے اور قندھار کابل غزنی و بلال آباد میں محافظت کے لئے بہت سی سپاہ متعین کی جائے۔

وسط تمب ۱۸۳۷ء میں بمبئی کا ایک کولم دوست سپاہ جس کے سپہ سالار جنرل ولٹ شرتھ گھسری طرف اُٹے چلے جاتے تھے کہ میکناٹن صاحب کا حکم اُن کے پاس آیا۔ کہ تم سندھ کو جاؤ تو قلات پر

قبضہ کرتے جانا تاکہ وہاں کے حاکم محراب خاں کو اسکی بدخواہی اور اور بے وفائی کا جو سرکار انگریزی کے
 ساتھ ظاہر کی ہے۔ پاداش ملے۔ اس حکم کی پوری تعمیل اس حاکم کے لئے ہوئی۔ جسکایہ قصور تھا کہ وہ اپنی
 فتنہ باز اور فساد انگیز رعایا کو اپنی اطاعت میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ ۱۵۔ اکتوبر کو قلات ایک سخت لڑائی
 کے بعد حملہ کرنے سے فتح ہو گیا۔ بوڑھے محراب خاں نے اور اس کے بڑے بڑے افسروں نے بڑی جوانمردی
 اور دلاوری سے لڑ کر جان دی اسوقت کین صاحب بنگال کی تھوڑی سی سپاہ کے ساتھ چپ چاپ
 پشاور کو جلال آباد اور درہ خیبر کی راہ سے جاتا تھا۔ ابھی وہ کوہستان سلیمان کی تاریک تنگ لہروں سے
 نکلا تھا کہ خیبر کے کونشینوں نے قلعہ علی مسجد کی تھوڑی سی سپاہ پر اپنے حملے از سر نو شروع کئے۔ مشرقی
 راہ پر یہ قلعہ حاکم بنا بیٹھا تھا۔ کچھ لڑائیاں ہوئیں۔ کہ پشاور اور جلال آباد سے کمک کے لئے سپاہیں آگئیں اور
 درہ کے جو خیبری محافظ تھے ان کو میک ناٹن صاحب کے ریمینٹ کپتان میکسن نے یہ ترغیب دی کہ راضی کر لیا
 کہ وہ اسی ہزار روپے سالانہ لے لیا کریں۔ اور آئندہ پھر نہ ستایا کریں۔ یہ دستور تھا کہ کابل کے فرمانروا ہمیشہ
 خیبر کے جڑگوں کو خیبر کی رکھوالی کے لئے روپیہ دیا کرتے تھے۔ قاعدہ ہر کہ جب حماقت کی راہ میں ایک قدم
 رکھتا ہے۔ تو اسکو اس میں ضرر بہت سے قدم آگے بڑھانے پڑتے ہیں۔ اول حماقت یہ تھی کہ شاہ شجاع کو تخت
 پر بیٹھایا۔ جسکو اس کی خود مختار اور زور آور قوم نے نیش برس سے جلا وطن کر رکھا تھا۔ دوسری سپاہیوں کا سفر
 کابل میں تجویز کیا۔ اس میں خزانہ کار و سپہ بہت محجوب کیا۔ گو اس میں بہت جاہل تلمت نہیں بیٹھیں۔ کسی ملک فتح کرنا اور بات
 بڑا دلاوری رعایا کے ولوں کا تغیر کرنا اور بات ہو شاہ شجاع کو انگریزوں کے ہتھیاروں کا دشاہ بنا دیا۔ مگر وہ پادشاہ کی رعایا
 کے ولوں کو اس کا محترم نہیں بنا سکتے تھے۔ افغانوں کی قومیں غیور و مغرور۔ جنگ پسند۔ متعصب۔ سرکش۔ ہمیشہ آہیں
 لڑائی جھگڑے رکھنے والی اور خونریزیان کرنے والی ہیں۔ مگر جہاد کو وہ اپنا ایسا فرض مذہبی سمجھتے رہتے ہیں
 جب کوئی غیر مذہب کا دشمن ان پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہ سب آپس کے جھگڑوں کو اٹھا کر بالا سے طاق رہتے
 ہیں۔ اور سب باہم متفق ہو کر دشمن سے لڑنے کو موجود ہوتے ہیں۔ وسط ایشیا میں قومیں غالب قوت کے
 دبانے سے ایک لمحہ کے لئے بادل ناخواستہ مغلوب ہو جاتی ہیں۔ مگر جب اس غالب قوت کا آدھا حصہ اٹھ
 جاتا ہے اور باقی آدھا حصہ وسیع ملک میں پھیل جاتا ہے تو پھر طاعت و زور دال ہو جاتی ہے ہر شخص سمجھ
 سکتا ہے کہ ایسی اقوام کی مرضی کے برخلاف انگریزی کی کو پادشاہ نہیں بنا سکتے تھے۔ مگر بعض آدمی ایسے ہی
 ہوتے ہیں کہ وہ پتھر کی سختی کا یقین نہیں کرتے۔ جب تک ان کا سر اس سے نہ چھوٹے۔ پس یہی امتحان شافعی

کے معاملہ میں ہوا۔ سارے سوار اور پیدل یوں ہی دھرے رہے وہ پادشاہ نہ ہوا۔ جیسے آپ وہاں کی سطح جیت تک ہموار رہتی ہے کہ اسکے نیچے کوئی بل چل نہ ہو۔ ایسے ہی کچھ دنوں تک بے شک سلطنت کے کام ہموار چلتے رہے اگر پادشاہ کی سلطنت تھی تو میک ناٹن اور اسکے افسر حکومت کرتے تھے انگریزوں کی سپاہ پادشاہ کے پولس کی طرح کام کرتی تھی۔ سول گورنمنٹ میں انگلش افسروں کا کہنا چلتا تھا۔ یہی سلطنت کے سنبھالنے میں انگریزی خزانہ کا روپیہ میدیہ خرچ ہوتا تھا۔ روسیوں کے خوف کے فنا کرنے میں میک ناٹن صاحب کی اولوالعزمی اور والہا ہتی کے منہ میں لگام نہ تھی۔ اس پر ہمیں لگ رہی تھیں۔ اُس نے ہرات میں میجر ٹاڈ پولیشکل کو بھیجا کہ شاہ کامران سے جو اتحاد جدید ہوا ہے اسکو بڑھاوے کامران نے یہ فطرت کی کہ او دھ انگریزوں سے کہا کہ آپ مجھے خاطر خواہ روپیہ رشوت دیجئے اور پھر جو کام چاہئے مجھ سے لیجئے اور ادھر اُسکے وزیر یار محمد نے جو اسکا ہمارا دنیا ز تھا۔ طہران میں انگریزوں کے برخلاف سازشیں کیں۔ سرالگسینڈر برنیز پولیشکل ایجنٹ کابل نے یہ خبر وحشت اثر خود اس پر یقین کر کے بھیجی۔ کہ زبردست پادشاہ روس چوبیس ہزار سپاہ اور بہتر توپوں کے ساتھ خیوا پر بڑھا چلا آتا ہے۔ ابھی کورٹ ڈائی رکٹر لندن سے یہ خبر نہیں بھیجی تھی کہ زار روس نے چار ہزار سپاہ خیوا پر بھیجی ہے۔ برنیز صاحب کی یہ خبر مغالطہ آمیز تھی فی الحقیقت روس کو خیوا پر چڑھائی کرنے کی یہ وجہ معقول تھی کہ اسکو معلوم ہوا تھا کہ اُسکی رعایا کو ترکمان گرفتار کر کے لونڈی غلام بناتے ہیں اُن کا چھوڑنا اور آئندہ اُن لوگوں کو اس کا رروائی سے باز رکھنا ضرور تھا۔ اُس سے انگریزوں کو بھی تردد پیدا ہوا۔ اُس کے دور کرنے کے لئے میجر ٹاڈ پولیشکل ایجنٹ ہرات نے یہ امر قرین مصلحت سمجھا کہ میجر ایٹ اپنے اسسٹنٹ کو خیوا میں بھیجا تاکہ وہ خان خیوا کو فرمائش کرے کہ اُس نے زار روس کو یہ اشتعال طبع دیا ہے کہ وہ حملہ آور ہوا اور اس سبب سے اُس نے اپنے تئیں سخت خطرے میں ڈالا ہے۔ اس خرابی کے دفعیہ کی سرمدست یہی تدبیر ہے کہ بلا توقف روس کی رعایا جعفر لونڈی غلام بنائے گئے ہیں۔ ابھی وہ جھوٹ دیئے جائیں اور آئندہ کے لئے اپنی رعایا کو سخت غم کی جائے کہ وہ کسی بددینی رعیت کو گرفتار کر کے لونڈی غلام نہ بنائے۔ چند روز بعد خیوا سے میجر ایٹ نے خود یہ چیز بھیجی کہ خان یہ خبر سن کر کہ دوسری فوج بڑھ کر ۲۰ منزل پر پہنچی ہے بہت متوش و متفکر ہے اور مضطرب ہو کر مجھے اپنی طرف سے ایچی بنا کر سینٹ پیٹرس برگ بھیجنا چاہتا ہے جو عرض خان خیوا نے کپتان صاحب سے عہد و پیمان کرنے میں بڑی خوش اخلاقی سے توجہ کی

اور فوراً اس کو زار روس کے پاس اینا سفیر بنا کے دوستی و کشتی کرنے کے لئے بھیجا۔ اسٹ صاحب کی جگہ کپتان شکسپٹر خیا میں مقرر ہوئے۔ اور وہ چار سو روسی غلاموں کو جن کو خان خیا نے اپنی مصلحت ملکی جان کر چھوڑ دیا تھا۔ ساتھ لیکڑ اورین برگ میں لگیا۔ ان چار سے غلاموں کی یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ وہ پہلے ہی اس سبب سے آزاد ہو گئے۔ نومبر ۱۸۳۷ء میں کہ روسی جنرل پروڈکی کی سپاہ نے موسم سرما کی سختی اور پہاڑوں کی دشواری گزاری کے سبب خیا پر چڑھائی کا ارادہ فرج کر دیا تھا۔

ایک اور بد نصیب ایچی ارتر کو نوئی سال آئندہ میں توقان بھیجا گیا۔ یہ بلندیمت ایچی اس اسید میں نکلا گیا۔ کہ کرنیل سٹوڈ ڈارٹ کو جو مدت سے خان بخارا کی سخت قید میں تھا رہا کر آئے۔ میکٹان صاحب نے اپنی طرف اس قیدی کرنیل کے رہا کرانے کی تدبیر عظیم کیں مگر لارڈ آگ لینڈ کی یہمت نہ پڑی کہ وہ وسط ایشیا میں ایک بڑی فوج کشی کا حکم اسلئے دیتے کہ اپنے ایجنٹ مذکور کو کھچھٹاتے۔ جس نے روسی ایچی کے طفیل سے اپنا رہائی پانا پ منہ نہیں کیا۔ کو نوئی صاحب کے بخارا جانے نے صرف یہ گل کھلایا کہ افغانستان کے فتح کرنے والوں پر امیر کے شعلہ غضب کو اور بھڑکا دیا۔ اس نے ملکہ معظنہ کو جو خطوط لکھا کر بھیجے تھے ان کا جواب کچھ نہ ملا اور ڈاکٹر لورڈ صاحب نے جو دریائے آمو کے اضلاع پر حملہ آور کیا کیں تو اسکے دلیں تازہ ہول اٹھا تھا وہ اور یہی اس سبب سے بڑھ گیا کہ اسکے دشمنوں خان توقان کی طرف سے ایک جہنی انگریز آیا کو نوئی صاحب بخارا میں جا کر اپنے خود مختار حاکم کے ماتھے میں مقیم ہوا کہ کچھ امید نہ تھی کہ وہ رحم کرے گا۔

ڈاکٹر لورڈ صاحب ہامیاں میں ایجنٹ تھے۔ انہوں نے ۶۳۔ فروری ۱۸۳۷ء میں میکٹان صاحب کے پاس یہ خبر بھیجی کہ یہ خبر جو پہلے اٹری تھی کہ دوست محمد خان جہاؤ کر کے ہم سب کو فنا کرے گا اب اس نے یہ قصد چھوڑ دیا ہے۔ اس نے امیر بخارا سے پناہ مانگی تھی۔ کہ امیر بخارا نے اسکو دو غلامی سے قید کر لیا اور اس کے بال بچوں کو قید کرنا چاہتا ہے۔ ڈاکٹر لورڈ نے یہ بھی اطلاع دی کہ غالباً امیر کے اہل و عیال برٹش گورنمنٹ سے پناہ کے خواستگار ہوں گے اس لئے یہ اطلاع ان کو ہو گئی کہ وہ امیر بخارا پر مجبور نہ کریں۔ میکٹان صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو جواب دیا کہ اگر امیر کے اہل و عیال پناہ کے خواستگار ہوں تو پناہ کا وعدہ کر لیا جائے اور کہہ دیا جائے کہ ان کی اقامت کا مقام گورنر جنرل کی تجویز سے مقرر کیا جائے گا۔

اس زمانہ میں بامیان کی سرحد پر فساد اٹھنے لگے اور انگریزی سپاہ کی رسد جمع کرنے والی جماعتوں اور
وہاں کی فتنہ پرداز قوموں کے درمیان لڑائیاں رہتے لگس۔ ڈاکٹر نور ڈوماں پولیٹیکل سرجنٹ تھے۔ انہوں
نے ہر جہد کوشش کی کہ یہاں امن وامان رہے۔ مگر جب وہ اپنے کام میں ناکام ہوئے تو انہوں نے خود
جنگ شروع کی۔ سیک ناٹن صاحب کو بے فائدہ ہوا میں کھتی کرنے کے لئے نہ سہیل گئے تھے۔
اُن کو ۳۱ مئی کے موسم خزان میں جھسوسپاہی اور چھ ملکی لوہیں دے کر ہندو کس کے پار افغانوں کے
ملک میں امن و عافیت قائم کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے اپنی طاقت اور طاقت سے امن وامان کی صورت
پیدا کی۔ مگر اس سے اور فتنے اور شور و شر پیدا ہوئے۔ انہوں نے ہزارہ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ جس کا بڑا
سردار شاہ نظیر تھا اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا بلکہ انہوں نے ہمسایہ کے انہک خالوں کو غضبناک کر دیا
اور خان بخارا کو ایسا بدل دیا کہ کیا وہ دوست محمد خان کا جیل خانہ میں رکھنے والا تھا۔ یا اسکا دوست ہو گیا
جن ہتھوں نے امیر کو ایسا قید کیا تھا کہ اُن سے رائی کی امید نہ تھی۔ انہوں ہی نے اُسے چھوڑ دیا۔

دوست محمد خان اپنی کھوئی سلطنت کے حاصل کرنے کی تائیرین کرنے لگا۔ اس کا امیر عظم قدیمی دوست تھا
وہ اس کا حامی بنا۔ دوست محمد خان کے پاس ہزاروں ازبک جمع ہو گئے۔ جن کو یہ امید تھی کہ یہ امیر مردود
کافروں کو ملک سے نکال دے گا۔ اور اُن کو یہ یقین تھا کہ کہ امیر کے نام میں اب تک زور ہو کہ وہ ہزاروں افغان
سپاہیوں کو چوانگریزوں کے ملازم ہو گئے ہیں چاہے ابھی کینچ کر بلائے۔

۳۰۔ اگست کو دوست محمد خان کے ایک بیٹے نے پانچ سواروں کی جمیعت سے ڈاکٹر نور
کے اسٹنٹ لفٹنٹ ریٹ ٹرے پر چوتھوڑی سی سپاہ کے ساتھ راج گاہ میں تقسیم تھے حملہ کیا
صاحب نے حملہ کو دفع کیا۔ اور اپنی مصلحت سمجھ کر شاہیگاں میں چلے آئے یہاں ان کے ساتھ اور فوجیں شامل
ہوئیں وہ مجرود کو آگے بڑھے جہاں اُن کو امید تھی کہ دشمن لے گا۔ اس خبر کو سنکر وہ شاہیگان سے باہر
چلے گئے کہ دوست محمد خان نے مراد بے قند زئی اور اور زور اور سرداروں کو ساتھ لے کر علم جہاد
بلند کیا ہے۔ جو وقت اُن کی سپاہ نے مراجعت کی۔ افغانوں کی جمیعت جو انگریزی سپاہ میں تھی اپنے
نشانوں کو چھوڑ کر دوست محمد خان سے جاملی۔ لیکن باقی سپاہ خیر خواہ ہی اور وہ ڈاکٹر نور ڈی زور
سپاہ سے جاملی۔ اس طرف سارا ملک بگڑ بیٹھا۔ کریٹل ڈینی صاحب ایک گوروں کی اور ایک کالوں کی بلٹن
اور دوسو سواروں کو ساتھ لے کر بامیاں کی طرف روانہ ہوئے۔ ۱۲۔ ستمبر کو بامیاں میں پہنچے۔

۱۔ دسمبر کو یہ خبر آئی کہ بامیاں میں انگریزی سوار داخل ہو رہے ہیں اور انہوں نے ایک جرگہ کے گاؤں پر حملہ کیا ہے جو انگریزوں کا دوست تھا۔ لیکن ڈینی صاحب نے دشمنوں کو مار کر نکال دیا۔ مگر ان کو معلوم ہوا کہ یہ سپاہ اس ایک بڑی سپاہ مقدسہ پیش تھی۔ جس میں دوست محمد خاں کے یاس چھ ہزار ایک سپاہ تھی اور وہ مضبوط قلعہ پر قابض تھی۔ ڈینی صاحب نے بے تال آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ تو پلوں کی مار مارا اور گولہ پلوں کی بہادری نے امیر کی سپاہ کے دھوئیں اڑا دیں اور وہ بھاگ نکلی۔ اور سینکڑوں افغان قتل ہوئے ان میں وہ افغان بھی تھے جو انگریزی فوج کو چھوڑ کر بھاگے تھے۔ دوست محمد خاں اپنے دو بیٹوں اکبر خان اور افضل خان کے ساتھ بخروز کے پہاڑوں میں بھاگا۔ اور سردارانِ ظلم و قندھار جو امیر کے دوست تھے یہ سمجھ کر کہ دوست محمد خان کو شکست ہونے کو ہے۔ انگریزوں سے بشرطِ جان بخشی صلح کے خواستگار ہوئے۔

کابل میں افغان یہ امید کر رہے تھے کہ انگریزی لشکر کو بامیاں میں ایسی شکست ہوئی کہ ان کی ساری سپاہ پر آگندہ ہو گئی۔ اور امیر نے ان کی کل توپیں چھین لیں۔ انشاء اللہ عنقریب کل انگریزوں کو اور ان کے کافر پاوشاہ کو امیر اس طرح فنا کر دے گا۔ کہ ان کا نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔

ایک لشکر کے ساتھ امیر دوست محمد خان کے نمایاں ہونے سے کچھ دنوں تک سارے ملک کو خوش و شاد کر دیا اور اس کے سبب سے جنوبی افغانستان میں انگریزوں کو بڑی تشویشیں پیدا ہوئیں۔ ۲۴۔ ستمبر کو جنرل سیل صاحب کچہرہ پاہ لے کر روانہ ہوئے کہ ملک کے اس حصہ میں امن قائم کرے۔ دوسرے فوج جلال آباد سے بھی گئی۔ کہ ان سرکش وزیریں جرگوں کے مقابلہ میں لڑے۔ جنرل صاحب نے غنبد کے گزرا گاہ ترکستان کے کئی قلعے اور مستحکم مقام لے لئے۔ قلعہ علی خان کے فتح کرنے میں اڈورڈ کو لونی کے دل میں گولی لگی۔ وہ مر گئے اور کابل میں ان کی لاش دفن ہوئی سیل صاحب کا لشکر اگرچہ فتحیاب ہوا۔ مگر ان کا خوف ملک پر ایسا نہیں ہوا کہ وہ جنگ و پیکار سے باز آتے۔ چنانچہ ۱۸۔ اکتوبر کی رات کو افغانوں نے سیل صاحب کی سپاہ پر شب خون مارا۔ یہ حملہ رفع دفع کیا گیا۔ یکم نومبر کو جب انگریزی سپاہ باغ عالم کو قریب خیمہ زن تھی جنرل سیل کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ دوست محمد خان بردان درہ کے قریب آگیا ہے اس آوی میں کثرت سے چھوٹے چھوٹے قلعے اور بانچھے تھے اور بیچ میں ایک ندی اترتی پڑتی تھی بہرہ پنج یہ ایک مضبوط جگہ قبضہ کرنے کے لئے تھی جو

۲۔ نومبر ۱۸۷۸ء کو جنرل سیل نے بردان درہ کی طرف حرکت کی اور دفعتاً دوست محمد خان کے

مقابلہ میں آیا۔ جس کے ساتھ چار سو سوار تھے۔ انگریزی سواروں نے اس کا تعاقب کیا افغان سواروں نے اُن کا مقابلہ کیا۔ فریزر صاحب کے سواروں نے حکم عدولی کی اور شکست پائی۔ دو افسر انگریزی کرپین اور بروڈ فٹ مارے گئے اور ڈاکٹر لورڈ صاحب بھی سخت زخمی ہوئے۔ تھوڑے سے آدمی جو زندہ رہے تھے اُن میں فریزر صاحب بھی تھے۔ جن کا داینا ماتھ کلانی سے بالکل کٹ گیا تھا جیسا اُن کے دل پر لشکر کی شکست کا زخم تکلیف دیتا تھا ایسا ماتھ کا زخم تکلیف نہیں دیتا تھا۔ کرنل سالٹر نے دیکھا کہ امیر کا سرخ جھنڈا ہمارے سواروں کے درمیان اونچا کھڑا ہے اس بوڑھے بہادر میں نے اپنی پگڑی ہاتھ میں لے کر اپنے سپاہیوں کی ہمت پر بندھوا کے ایک بلند مقام پر اپنا علم قائم کیا ہے جو

اس فتح کی خوشی افغانوں کو تھوڑی دیر رہی اُن کو انگریزی سپاہ نے پسپا کیا۔ صبح کو امیر دوست محمد خان لشکر سے غائب ہو گیا اور اُس کا لشکر چاروں طرف منتشر ہو گیا۔ فریزر صاحب نے الا وھند میک ٹاٹن صاحب کو لکھا کہ وہ سیل صاحب کو بلا لیں اور کل سپاہ کو کابل میں یکجا رکھیں۔ اس خط کے پہنچنے سے ایک دو گھنٹے کے بعد میک ٹاٹن صاحب شام کی ہوا خوری سے گھر آتے تھے کہ ایک افغان سوار نے کہا کہ دوست محمد خاں قریب آتا ہے کہ اتنے میں امیر آگیا گھوڑے سے اُترا۔ میک ٹاٹن کو اپنی تلوار نذر دی اور اپنی جان کی آمان مانگی اور کہا کہ میں دشمنوں سے اچھی طرح لڑا مگر اُس نے آئندہ مقابلہ کرنے کو بیکار سمجھا میک ٹاٹن صاحب نے امیر کو اُس کی تلوار واپس دی اور اُس کو گھوڑے پر چڑھنے کی اجازت دی۔ وہ دونوں ساتھ سوار کابل میں گئے راہ میں امیر نے آزادانہ باتیں اپنے آخر مہات کی کیں اور اپنے اس کہنے کے باب میں سوالات پوچھے جو اب انگریزوں کی سپاہ میں آگیا تھا۔ امیر جب تک کابل میں رہا۔ اس کا بڑا احترام صرف اُن افسروں ہی نے نہیں جو اُس کے ثنا خوان اور شاہ شجاع پر تیراگو تھے بلکہ خود میک ٹاٹن صاحب نے بھی اس کی بڑی خاطر داری کی جو امیر کے سر کاٹنے کے لئے انعام کا اشتہار دینے کو تھے۔ آخر میں لارڈ کلائی کو لکھا تھا کہ اس آدمی پر ذرا رحم نہیں کرنا چاہیئے جو ملک میں فتنہ انگیزی اور شور و شر کی جڑ ہے مگر اس نے اپنی طرزِ تحریر کو بدل کر یہ لکھا کہ اس شریف قیدی کے ساتھ فیاضانہ مدارات کرنی چاہیئے جو ۱۲۔ نومبر ۱۸۴۲ء کو لدھیانہ سرولوبائی کوٹن کی حراست میں بڑی سپاہ کے ساتھ روانہ ہوا ہے۔ شاہ شجاع کا کوئی دعویٰ ہم پر نہیں ہے۔ سلطنت سے جو وہ محروم کیا گیا تھا اس میں کچھ ہمارے ہاتھوں نے کام نہیں کیا تھا۔ بلکہ اس کے برخلاف ہم نے دوست محمد خان کو نکالا جس نے کبھی ہمارے اس پولیسی کے قائم رکھنے میں تکلیف نہیں

دی جس کی وہ قربانی بنی یہ الفاظ تھے۔ جن میں انہوں نے اُس بولسی کو بیان کیا۔ جس کے وہ بڑے حامی تھے اور اُسکے ابراہیم بڑے مستقل سرگرم۔ لہذا یہاں سے کلکتہ بھیجا گیا وہاں گورنر جنرل کا سفر زمہان بنا۔ اور مس ایڈن سے شرط بھی لکھواتا تھا۔ امیر تہمتیہ دنوں کا بل میں قید رہا تھا اس کے کمرے میں بڑے بڑی افغانی امیر آتے تھے اور بے تکلف ماتہ ملا کے اکی اس دانشمندی کی تعریف کرتے تھے کہ آخر کار اُس نے اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کے سپرد کر دیا تھا۔ ان امیروں میں سے شیر محمد چیرپاشی تھا جو کہ افغانستان میں بڑا افغان سوار قاصد مشہور تھا۔ اس نے امیر کا ماتہ لیکر کہا کہ آخر کو آپ نے یہ کام خوب کیا ناحق اپنے اپنے تئیں مصیبت میں اتنے دنوں گرفتار رکھا۔

میک ناٹن صاحب جس بازی کو بڑے دھوم دھام سے کھیلے تھے اور بڑے طعراق سے بیان کرتے تھے اس میں بڑی کامیابی سے دور رہے۔ اس نے بہت رشوتیں دیں۔ اور ٹوڈ صاحب نے بھی بہت سی دلائل پیش کیں۔ مگر شاہزادہ کامران اس پر راضی نہیں ہوا کہ ہرات میں انگریزی سپاہ مفیم ہو۔ میک ناٹن صاحب نے ایک دفعہ سے زیادہ لارڈ آگ لیٹنڈ کو لکھا کہ ہرات زور تمغیر لے لیا جائے اور سکھوں کو بے وفائی کی سزا دی جائے جن کے سبب یہ افواہ ہم لوگوں تک پہنچی ہے کہ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد ربار سکھ نے امیر سندھ کے ساتھ خفیہ سازش کر کے اپنی مخالفت کا جوش برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ میں دکھایا ہے۔ اور دوست محمد خان کے پاس انہوں نے زور نقد بھیجا ہے اور امداد کا وعدہ اس صورت میں کیا ہے کہ وہ اپنے ماتحت کے پھر لینے میں کوشش کرے۔

کل پنجاب سے تو نہیں مگر پشاور سے سکھوں کی جاسوسی بالا حصار میں ہوئی تھی مگر کلکتہ کی مطمئن حکومتیں غالب رہیں اور میک ناٹن صاحب کو اپنی تکلیف اور بیچ کی جنگالی دولت اور حقارت کے متوک تیں کرنی پڑی۔ اُس وقت وہ رو رہے تھے کہ ہائے ہیٹنگار اور دلزلی نہ ہوئے جو اُس کی پولی ٹیکل دیونگی پر ایک لمحہ توجہ کر کے کام بناتے جن کا مقصود سوائے اپنی خواہشوں کے منظور نظر رکھنے کے کچھ اور نہ تھا۔

اس حصہ میں اور اضلاع میں جہان انگریزی سپاہ مفیم تھی یا جہاں جاتی تھی فتنے اور فساد اٹھنے شروع ہوئے۔ غزنی اور قندھار کے درمیان پہاڑی جفاکش قومیں رہتی تھیں اور وہ مدت ہائے دوران سے کسی حاکم کی خواہ وہ افغان ہو یا نہ ہو محکوم نہیں رہتی تھیں اور ان کا گزراہ زیادہ تر لوٹ سے

یا کاروانوں کی راہ داری کے مصحولوں کے لینے سے ہوتا تھا۔ انہوں نے اب دیکھا کہ گورے رنگ کے پردیسیوں کے ماتحت ہماری آزادی کا قافیہ تنگ اور ہمارے پرانے استحقاق اور بالائی یا فتوں میں قطع و برید کرتے ہیں اور وہ اپنے تئیں اس قلمرو کا مالک سمجھتے ہیں۔ جس کے وہ نہ مالک ہیں نہ ہوں گے تو شہنشاہ کے موسم بہار میں یہ مغرور کوہستانی دیو یا تین ہزار انڈر سن صاحب کی سپاہ اور توپوں پر بے دھڑک آن کر حملہ آور ہوئے۔ جن کو ناٹ صاحب نے ان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا۔ میدان جنگ میں انگریزی توپوں کے گراپوں کی بوچھاڑ نے ان کے سواروں کے پاؤں نہیں جمنے دئے سگینوں نے ان کو بار بار روکا۔ مگر وہ بھاگ گئے اور اپنے دو سو آدمیوں کو میدان جنگ میں مردہ چھوڑ گئے۔ ناٹ صاحب نے اس شکست سے غلظتی قوموں کو یہ سبق پڑھایا کہ ان کے سرداروں کا میلان خاطر یہ ہو کہ ایک ناٹ صاحب جس طرح سودا کریں اس پر راضی ہو جائیں۔ تیس ہزار روپے سالانہ لینے پر وہ اس اقرار کرنے پر راضی ہو گئے کہ وہ انگریزی سپاہ پر حملہ کرنے سے۔ اور شاہراہوں پر فتنہ اٹھانے سے باز رہیں گے۔ یہی سبق اور قوموں کو بھی پڑھایا گیا۔

اس زمانہ میں کوئٹہ اور قلات کے درمیان مکہ کے کل حصے میں اقوام باری۔ کاکر۔ بلوچ کے سرکٹ کی خبریں آئیں۔ انگریزی دور شاہ کی سپاہ کے چھوٹے چھوٹے گروہوں نے ان قوموں سے جوان کو نقصان پہونچانے کے دھب جانتی تھیں بڑی ہزیمتیں اٹھائیں۔ خود کو ٹیٹہ پر ایک وقت میں حملہ ہونے کا خوف تھا۔ قلات میں جس نے خان کو انگریزوں نے مسند نشین کیا تھا ان کو رعایا نے سرکشی میں کامیاب ہو کر معزول کر دیا اس سرکشی کا سرخند ناصر خان پسر محراب خان تھاجس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ سال گزشتہ میں اس نے اپنی دارالسلطنت کے بچانے کے لئے جنگ میں جان دی تھی۔ شہزادہ ناصر خان درہ بولان کی سند کی طرف سے داد میں انگریزی سپاہ پر بے پاکانہ حملہ آور ہوا انگریزی سپاہ نے اپنی شجاعت سے اس کے حملہ کو رفع و دفع کر دیا۔ تو امیر کے بعد ناٹ صاحب کی سپاہ قلات پر دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ ایک مہینہ کے بعد ناصر خان نے مارشل صاحب کی سپاہ سے ایسی شکست فاش پائی کہ بالکل بے دم ہو گیا اور بلوچستان کے جنگلوں میں نکل گیا۔ جہاں اس کا کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ شاہ شجاع کے ملک میں تھوڑی دیر کے لئے اپ معلوم ہوتا تھا کہ شور و شر کا طوفان تھم گیا جبکو میک ناٹ صاحب نے غلطی سے یہ جانا کہ ملک سے فتنہ و آشوب بالکل دور ہو گیا۔ اس غلطی پر میک ناٹ صاحب کو سپاہ آرائٹ اور مدرتلین ملکی

شل ٹوڈ اور رائسن بار بار تشبیہ کرتے تھے۔ مگر اس پر بھی وہ شاہ شجاع کا ایسا معتقد تھا کہ اسی کو افغانستان میں سب سے زیادہ لائق اور قابل اور انگریزوں کی دوستوں میں سب سے زیادہ وفادار سمجھتا تھا۔ اور اُس کو اپنا یہ بیہودہ یقین چلا جاتا تھا کہ انگریزوں کی شمشیر اور زمر میں اب سا زور ہے کہ شاہ شجاع سے اس کے ملک کی رعایا کو راضی کر دے گا جو محض کاٹ کی پتی ہے جس سے اسکے گرد کے نالائق مصاحب اور پردیسی کافروں کے کرایہ کے اوزار کھیل رہے ہیں۔ شاہ کی مخالفت میں وہ ایک لفظ سننا نہیں چاہتا تھا۔ ناٹ صاحب اور لائق مبصر شاہ پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ اپنی قوموں کے ساتھ سازشیں اس لئے کر رہا ہے کہ انگریزوں کی دوستی سے فراغت حاصل ہو۔

باب چہارم جنگ افغانستان کا بلبہ چھوٹنا

شاہ کے ختم ہونے سے پہلے جس طوفان کے ختم جانے کا ذکر ہم نے کیا اس نے اپنے پیٹ میں سے طوفان پر طوفان پیدا کئے۔ شاہ کے قوی بازو رفق جو پہلے خفیہ سازشیں کرتے تھے اعلیٰ تہ سرکشی اس سبب سے کرنے لگے کہ شاہ کی حکومت میں حریص و طامع منتظم تھے اور پردیسیوں کی سنگینوں کا زور کام میں آتا تھا۔ پولیسی جو اختیار کی گئی تھی اُس نے تمام درانی خاؤں اور ایروں کو بالکل ساقط الاختیار کر دیا اور اُن کا پہلا سا حکم اور حب داب باقی نہیں رکھا جس کے سبب سے اُن کی عداوت پاؤ شاہ سے بہت زیادہ ہو گئی۔ اور پہلے تو اُن کو یہ سیدیں تھیں کہ شاہ کے ساتھ ملک میں جو انگریزی سپاہیں اور افسر آئے ہیں تھوڑے دنوں میں قیام کر کے چلے جائیں گے۔ اور ہم حکمرانی کریں گے۔ اب اُنہوں نے دیکھا کہ ایک سال گزر گیا وہ یہاں سے نکلے اور ٹلے نہیں اور آئندہ پہلے کی نسبت ان کے جہانے کی امید کم ہے۔ ایروں میں سے ایک امیر اختر خاں تھا جسکو زمین و آوے کے مالک ہونے سے دست بردار ہونا پڑا تھا۔ وہ گورنمنٹ شاہی سے خاص عداوت رکھتا تھا اس لئے میدان جنگ میں اپنے ملازموں کو جمع کیا۔ اور ۲۹۔ دسمبر ۱۸۷۹ء کو فوج شاہی پر ایک فتح نمایان حمل کی مگر چند روز بعد ناٹ صاحب نے ایک لشکر اس سے لڑنے کے لئے بھیجا جس نے اُسکو شکست فاش دی

وہ اپنے مقام سے بہت نقصان اٹھا کر بٹھا۔ جاڑے کی برف نے اس کی زندہ سپاہ کو اپنے گھروں کو روانہ کیا۔ ۱۔ دسمبر ۱۸۳۸ء کو شاہ اور میک ناٹن صاحب جلال آباد میں تھے انہوں نے بڑی دھوم دھام سے ویلو بائی کوٹن کو ٹائٹ کنٹر اوف دی ماتھ کا خطاب دیا اور چند روز بعد ویلو بائی ہندوستان کو واپس آئے اور ان کی جگہ جنرل ٹفنسن سپہ سالار عظمیٰ مقرر ہوئے اس جنرل سے ویلو بائی نے کہا کہ آپ کو یہاں کچھ کام کرنا نہیں ہے سب طرح امن و امان ہے دوست محمد خان کے آچلے سے تمام جنگ جو جرگے معلوم ہوتے تھے کہ انہوں نے اپنی پر خاش جوئی کی عادت چھوڑ کر صلح جو عافیت پسند رعیت کی عادت اختیار کر لی ہے اس امن و امان کا نتیجہ یہ تھا کہ شاہ شجاع سمجھنے لگا۔ کہ میری پادشاہی اب ایسی قائم ہو گئی ہے کہ مجھے انگریزوں پر بھروسہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی اب وہ میرے اختیارات کو جو روکتے ہیں اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ میک ناٹن صاحب نے جلال آباد سے لکھا کہ کل ملک میں اس امن ایسا ہے کہ بالکل مجبوزہ معلوم ہوتا تھا مگر کابل کے جاڑے نے اپنے معجزہ کا جلوہ ایک اور پیرایہ میں دکھا کر پہلے معجزہ کا مزہ خوب چکھایا کہ امن و امان کا معجزہ جاڑے کی برف گلتے ہی پانی ہو کر بہ گیا۔ فروری ۱۸۳۹ء میں کرنل شیلٹن صاحب نے ایک فوج اس لئے تیار کی تھی کہ اُسکو کابل سے لے جا کر اس پاس کے سرکش گروہوں سے جنگ آرا ہو۔ مارچ میں وادی ترنگ میں ایک چھوٹے قلعے کی زیور تینج کرنے لگے اور قلات غلڑی میں مقامات کے استوار اور محکم بنانے میں سخت تدابیر کرنے لگے قندھار کے گرو کی غلڑی قوموں کو بڑا برا فروخت کیا۔ ان کا اجتماع بڑا ہولناک ہوا انہوں نے ۹۔ مئی ۱۸۳۹ء کو ایک انگریزی قوی سپاہ پر جو قلات غلڑی کی طرف کوچ کر رہی تھی حملہ کیا وہ اس قواعد دان سپاہ کے روبرو پانچ گھنٹہ تک بڑے ڈٹ کر لڑے مگر پھر وہ اپنی خستہ و شکستہ سپاہ کو ہٹا کر لے گئے اور فوجندوں کے لئے آگے بڑھنے کا راستہ کھول گئے۔ کوئی روک ان کے روکنے کے لئے باقی نہ رکھتی۔ پھر اکبر خان کو جس نے شاہ کی اطاعت کا حلف اٹھایا تھا اہل ہرات نے برا بھلا کہہ کر وہ مسلح ہو کر غدر و شور و شر مچائے۔ اس کی مخفی امداد کیجائے گی۔ بہت سے درانی جرگے اسکے علم کے بچے دوڑ آئے وہ لوٹ مار اور ہتھیار لینے کے بڑے شایق تھے۔ جولائی کے شروع میں وڈہ برن صاحب کی سپاہ ہیلینڈ کی طرف جاتی تھی اس کو سارے دن ثابت قدم کثیر التعداد و دشمنوں سے لڑنا پڑا۔ اس جنگ میں شاہ کے جاننا رسد ان کی نامردی سے یا دغا بازی سے انگریزی سپاہ کی پیش قدمی قبل ازیں رک گئی کہ تھکی ہوئی سپاہ منید ان

کو جانتے کہ ہمارے ہاتھ میں آگیا جو

چھ ہفتہ کے بعد یہ جاننا زسوار گرجن صاحب کے ساتھ آخر خاں کی پانچ ہزار درانیوں سے ایسی جان توڑ کر لڑے کہ پہلی بدنامی کا داغ مٹ گیا۔ درانی خاندان کی دیواروں کے بڑے مستحکم مقام میں تھے ان پر شاہ شجاع کے بیٹے صغدر جگ نے جاننا زسواروں کو ساتھ لے کر حملہ کیا اور دشمنوں کو منتشر کر کے شکست دی اس کے بعد طوفان کے تھمنے کی صورت پیدا ہوئی مگر اس سے قبل میں کسی نے دھوکا نہیں کھایا۔ میک ناٹن صاحب اس مسرت ناک امید سے دھوکے میں آئے کہ انگو یہ نظر آنے لگا کہ نکور سے درہ خیبر تک بالکل امن امان ہے اور یورپین جہان جاتے ہیں وہاں اُن کا خیر مقدم بڑے احترام سے ہوتا ہے۔

میک ناٹن صاحب افغانوں کو بالکل سچے جانتا تھا اور اُن کی عادات بھی سچوں ہی کی سی کرتا تھا۔ درانی امرا افغانوں پر حکومت کرنی نہیں جانتے تھے مگر اپنی ہی حکومت کے چھن جانے سے بسورتے تھے اب اُن کی حکومت انگریزوں کے منتخب کئے ہوئے عاملوں کے ہاتھ میں آتی تھی۔ میک ناٹن صاحب کہتے تھے کہ اگر ایک شوخ سرکش لڑکے کو کونے میں بٹھا دو تو باقی اور لڑکوں کو خوف پیدا ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ مثلاً اکبر خاں کو پکڑ کر چھانسی دیدو تو پھر باقی اسکے پیرو خود فتنہ پردازی موقوف کر دیں گے۔ میک ناٹن صاحب کے نزدیک شاہ شجاع از روئے استحقاق ہر دفعہ خیر تھا مگر یہ خانات جو خود ایسے دلیل و حیرت کے قابل لحاظ کرنے کے نہ تھے وہ شاہ سے محبت نہیں کرتے تھے۔

ایک بڑے روشن ضمیر عالی دماغ حبيب و صواب بین ناٹ صاحب کے خیالات بالکل مختلف تھے۔ وہ کوئی درباری نہیں تھے کہ اپنے ساتھیوں کی مان میں مان ملائے۔ یہ بہادر تیز فہم سپاہی عاقل مدبر میک ناٹن صاحب کو پر جوش گرم کوش گزند رسان جانتا تھا اور اس کا پولیٹیکل سٹاف (عہدہ) ایک انارڈی گروہ دخل در معقول دینے والوں کا ہے جس کے سبب ہمارا کام تباہ ہوا ہے اور اس ملک میں کیسے توڑ افغانوں اور خوشی بلوچوں کی تلوار اور چھری کے تلے ہر فرنگی کا گلانا گھبراہٹ ہے۔ اگر ہندوستان سے کئی رجسٹریں بہت جلد نہ بھی گئیں تو ہم میں سے ایک آدمی بھی زندہ باقی نہ رہے گا کہ وہ اپنے ہمراہیوں کی کہانی جا کر سنائے کہ اُن پر کیا بیتی اور اپنے بیان میں انہوں نے یہ اور اضافہ کیا کہ سوائے زور کے اور کوئی چیز نہیں ہے کہ شاہ شجاع کا تابع و مطیع اس رعایا کو بنائے جو اس سے نفرت و عداوت رکھتی ہے

شاہدیت سے ایک شہد ایچا ہے۔ یہ ناٹ صاحب کا بیان جو پہلے سے اُس نے کیا تھا بالکل سچ و قحی میں آیا۔ ناٹ صاحب کی افرائش سپاہ کی درخواست پر میک ناٹن صاحب بھی کہنے لگے کہ اب ہم کو سپاہ کی ضرورت ہے کہ ہندوستان سے آئے اب کچھ امید نہیں رہی ہے کہ افغانوں میں سے قومی سپاہ ہم بنالیں گے۔

۲۰۔ اگست ۱۹۱۷ء میں میک ناٹن صاحب نے ایک خانگی خط میں کہ ملک میں دان سے لیکر برشا تک امن و امان سے مگر جس نے یہ لکھا تھا وہی ناٹ صاحب کے ساتھ یہ بند و بست کر رہا تھا کہ قندمار سے ایک قومی سپاہ جائے جو شمالی مغربی اضلاع میں سرکش فتنہ پردازوں کی گوثالی و سرکوبی کرے۔ ناٹ صاحب بذات خود سپاہ ہمراہ لے کر گئے۔ جن کی ہیئت نے امیروں کو ڈرایا صرف ایک سردار اگر خان نے حاضری سے انکار کیا سو اسکو ایک دغا باز افغان کی رہنمائی سے انگریزی افسر نے اسکو مٹھوپ کر کے گرفتار کیا اور قندمار میں لا کر شاہزادہ تیمور کے حوالہ کیا۔ جس نے میک ناٹن صاحب کے آگے اسے اس کو توپ کے منہ میں رکھ کر اڑا دیا۔ کسی شاعر کا قول ہے کہ عداوت اور کینہ سے عداوت اور کینہ پیدا ہوتا ہے سو اسکا ظہور افغانستان میں انگریزوں کے ساتھ ہوا تھا۔ میک ناٹن نے ایک طعن لڑنے کی مثال بنا کر شیر کی طبیعت کو جو اکثر آدمیوں کے دلوں میں گھات لگاتے رہتی ہے ظاہر کیا مگر بھول گیا کہ وہ شیروں کی قوم میں بیٹھا ہے جو ایک لمحہ کی اطلاع میں اپنے پہلے سے مقرر کئے ہوئے شکار پر پک کر دوڑیں گے۔

کسی چیز سے میک ناٹن کی خاطر جمعی میں ایک لمحہ بھی خلل نہیں پیدا ہوا بیشک اسکی وہ کوششیں کار تھیں جو اسنے اسلئے کی تھیں کہ انگریزوں کا رجحان واپس تسلط ہرات میں سب پر غالب ہوا اسکی وجہ یہ تھی کہ چند مہینے پہلے سے ٹوڈ صاحب ہرات سے بلالے گئے اور شاہزادہ کامران کو جو تحفظ مانا گیا اسلئے روپیہ دنیا میٹر اتحاد بھی موقوف کیا گیا۔ بخارا میں سٹوڈنٹس اور کولونی صاحب عقیدت مندوں کا سب سے زیادہ لائق بیٹا اکبر خان ازاد بے قید تھا۔ وہ بامیاں کی مرتفع زمینوں میں پناہ گزین تھا مگر ایک عرصہ کے لئے کھلے میدان میں کوئی دشمن نہ تھا۔ خیوہ پر روسیوں نے فوج کشی کے ارادے کو فسخ کر دیا تھا۔ درانی امیروں کے ناک چلنے کے پاٹ تلے وہی ہوئی تھی اور افغانستان میں ایسا ہی امن و امان تھا جیسا کہ ہندوستان کے اضلاع میں۔ افغانستان میں انگریزوں کی چھا۔ نہاں مرتفع زمینوں پر ڈالی گئی تھیں۔ وہاں کی ہوا۔ روح افزا تھی اور فضائے دلکش تھے متاہل انگریزوں نے یہ جان کر یہاں سے ہندوستان میں جانا بدیر ہوگا۔ اپنے اہل و عیال

کو بلایا یہیں اپنے خاوندوں کے دل خوش کرنے کے لئے گئیں اور اپنے بال بچے دل بہلانے کے لئے گئیں۔ اور وہ ایسی خوشی خوشی گئیں جیسے کہ کسی شادی میں باقی ہیں اور عیش و نشاط کے ساز سامان پائی اسے تو وغیرہ بھی ساتھ لے گئیں۔ میک ناٹن صاحب بھی کے گورنر مقرر ہو گئے تھے اس خوشی کے انتظار میں میک ناٹن صاحب بیٹھے تھے کہ جلدی تہہ ہٹری اس کے کہ اپنا کام الیگ سینڈر برنیز کو سپرک اپنے نئے عہدے پر جاؤں۔ مگر ایک بات نے میں جانے سے روک لیا یہ بات صرف چند ہزار پونڈ خرچ کرنے کی تھی تین سال سے جو زر کیش خرچ ہو رہا تھا اسکے مقابلہ میں یہ رقم ناچرتی۔ افغانستان کے باب میں جو پولیسی اختیار کی گئی تھی۔ اسکو کورٹ ڈائرکٹرز نہ روک سکتے تھے نہ اس کے مادی ہو سکتے تھے وہ اس کے خرچوں کو دیکھ کر دنگ ہوتے تھے اور بولائے جاتے تھے۔ لارڈ بنٹنک کے زمانہ کار وہ یہ جو خزانہ میں جمع تھا وہ سب خرچ ہو گیا اور سو اکر وڑ روپے سالانہ کا خرچ ہندوستان کے ذمے اور بڑھ گیا تھا۔ انگلینڈ میں لارڈ میل بورن کی وزارت تھی۔ اس نے سپ کیش سے وہ گھبرائی۔ انڈیا ہوس کی سیکرٹ کمیٹی (راز دار کمیٹی) نے جو بورڈ کنٹرول کی راپوں کو بیان کرتی تھی ایک سے زیادہ چھٹیاں لارڈ ٹاک لینٹ کو بھیجنے جن میں ان کو حکم دیا گیا کہ وہ افغانستان کے خوفوں اور قتلوں کو سمجھدگی کے ساتھ غور کرے اور ان دو باتوں میں سے ایک بات کو اختیار کرے کہ یا تو افغانستان کو انگریزی سپاہ سے بالکل خالی کرے یا وہاں جو سپاہ مقیم ہے اس میں اور سپاہ افزائش کر کے خاطر خواہ انتظام کرے۔ یہ بہت بہتر ہو گا کہ صاف صاف اقرار کیا جائے کہ افغانستان میں ہم کو بالکل ناکامیابی ہوئی اور ملک بالکل چھوڑ دیا جائے۔ بہ نسبت اسکے کہ بادشاہ کی مکرر حکومت کے سنبھالنے کے لئے موقوفی سی انگریزی سپاہ کا یا محض انگریزی رزیدنٹوں کے رعب و راب کا سہارا لگایا جائے یہ خطوط اس کے شروع میں گورنر جنرل کے پاس پہنچے تھے۔ اچانک اس میں اس کا جواب لکھا۔ جن میں اپنی باتوں پر جے رہنے کے لئے یکساں غلطی میں ڈالنے والے دلائل برخلاف ان باتوں کے بیان کیے کہ بادشاہ کی حکومت کمزور ہے اور افغانستان میں انگریزوں سے لوگ متنفر ہیں وہاں کے خرچوں میں ہندوستان کا خزانہ خالی ہوا جاتا ہے اور رطلے ہذا القیاس اور باتیں۔ گورنر جنرل نے کلکتہ میں بے تامل سودی روپیہ قرض لیا اور میک ناٹن صاحب کو ہدایت کی کہ وہ افغانستان میں خرچوں کی تخفیف کرے۔ اگر یہ تخفیف اور طرح سے نہ ہو سکے تو افغان امیروں کو قدیمی طریقہ کے موافق حفظ امان کر لئے

جو روپیہ دبا کھیر کے گھٹیس تخفیف کرے۔ اگرچہ یہ یہ پیتاہ شجاع کی طرف سے دیا جاتا تھا مگر درحقیقت وہ انگریزی خزانہ سے مدت سے صرف ہو رہا تھا۔ اب یہ حکم ہوا کہ پادشاہ کو خود لازم ہے کہ اپنے وسائل سے بقائے حکومت کا بندوبست کرے۔ اگرچہ میک ناٹن صاحب اس طریقہ پر کہ اشرفیاں لینٹن اور کوئلوں برہمن لگے کر یا دھیلانہ دیا جاوے دھیلی دیکھائے۔ بہت اعتراض کرتا تھا مگر لارڈ آگ لیٹنڈ اور ہوم گورنمنٹ اور نیز اپنے اسسٹنٹ برنر کے تقاضوں سے انہی مرضی کے برخلاف کام کرنے پر مجبور تھا کہ اس نے غلزی خیلوں کو کابل میں ستمبر کی آخر تاریخوں میں بلایا اور ان سے کہا کہ تمہارے وظائف میں سے ہفت تیس ہزار روپیہ سالانہ کے کم کئے جائیں گے۔ وہ بہک ناٹن صاحب کی باتوں براعتار کرتے تھے وہ اسکے ارشاد سے اٹھ کر کرنے میں بڑبڑائے نہیں وہ اپنے گھر میں چھپ چھپ دیں جنگ آزمائی کا خیال پرٹش گورنمنٹ کے ساتھ لیکر چلے گئے جو انہی وعدوں کے پورا کرنے پر اچھوٹی ٹکلی۔ انہوں نے نیپال اور کوہستان اور کابل کے گرد کی ان قوموں سے جو اس نقصان میں شریک تھیں باہم سازشیں اور امیر شین شروع کیں۔ اس تخفیف کا اثر پادشاہ کے دربار پر بھی پڑتا تھا اس لئے کابل کے آس پاس بھی سازشوں کا بازار گرم ہونے لگا۔ چند روز بعد کابل میں معلوم ہوا کہ کابل اور جلال آباد کے درمیان علاقوں نے لوٹ مار کر کے اس راہ کو بند کر دیا جس پر ہندوستان کو درہ خیبر سے آمد و رفت و مرسلات ہوتی تھی۔

میک ناٹن صاحب نے افغانستان کو چھوڑ کر جانے کا خیال ترک کر دیا وہ اس کے چھوڑنے کو ایک بینظیر پولیٹیکل مہاپاپ اور پوری بے ایمانی اور اول درجہ کی دغا بازی خیال کرتا تھا۔ اور اس دفعہ تحفظ لان کے وطنیغہ کے گھٹانے کو اخلاق کے اعتبار سے کوئی جرمی بات نہیں جانتا تھا ایسے وقت میں یہ امر دانائی سے بعید تھا کہ وہ اس وعدہ خلافی کا اخلاقاً ایسا صحیح خیال نہیں رکھتا تھا جیسے کہ ان دنوں کے ونداوں کا جن کو وہ جانتا تھا کہ اس وقت جو سپاہ جنرل سیل کے ماتحت ہندوستان کو جاتی ہے فوکر دے گی۔ میک ناٹن صاحب صرف یہی دیکھ سکتا تھا کہ کئی سو بد معاشوں نے وہ رستہ بند کر دیا ہے جو کابل سے ۱۵ میل پر ہے یہی دنگنی صرف اس سے ہوتی تھی کہ جس ملک کو وہ چھوڑنے کو ہو رہا ہے اٹھل کوئی ہو ایسی چلے کہ جس سے اس میں خلل پیدا ہوں اسکو یقین تھا کہ یہ چھوٹا سا بلوہ جو وقت و بادیا جائے گا تو پھر افغانستان میں امن ایسا ہو جائے گا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا۔

ایک انگریزی افسر لپٹا ور گیا تھا اس کی راہ کی حکایتوں کو سن کر میک ناٹن صاحب بہت سے سبق

سیکھ سکتا تھا۔ ۴۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو گرے صاحب کابل سے ایک دوست امیر ازین خان کے ساتھ جس کے ہمراہ اپنے چار سولانم تھے روانہ ہوئے انہوں نے اپنے سفر کا پورا حال بریٹر صاحب کو، اکثر کو لغمان سے لکھا کہ سرکش قوموں سے سارے رستے میں بھاری بھاری مت بھیڑیں کرنی پڑیں ملک کے نامہوار گھاٹیوں کے بڑے کجدار راستوں میں سفر کرنا پڑا۔ اُس کا وفادار دوست و محافظ بڑی تکلیفیں اٹھا کر ہندوستان کی سڑک پر اُس کو لایا۔ ازین خان افغانیوں کی دھمکیوں میں نہیں آتا تھا اُن کو رشوتیں دیتا تھا اس طرح سے اُس نے انگریزوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کو بچا یا ورنہ وہ بالکل غارت ہو جاتا۔ مگر اس نے گرے صاحب کو بے باکانہ خوف سے متنبہ کر دیا کہ سارا افغان نشان اپنا یہ ایک منشاء رکھتا ہے کہ ملک میں کیا ہر ایک انگریز کو مار ڈالے یا اس میں سے انگریزوں کو نکال دے۔ کابل برسرِ فساد آباد ہے۔ ایسی حالت میں میرے ملازم بھی میرے مطیع نہیں رہیں گے۔ یہ خطر بریٹر صاحب کے پاس عین وقت پر پہنچا۔ میک ناٹن صاحب کو اس سے واقف ہونا چاہئے تھا۔ پونجیر صاحب نے بھی اس اطلاع دینے میں کوئی قصور نہیں کیا کہ خوفوں کی گھٹنا اٹھ رہی ہے۔ میک ناٹن صاحب جانتا تھا کہ شاہ کے خود بہت سے ملازم کابل کو چھوڑ چھوڑ کے قلعہ پر دانوں میں ملے جاتے ہیں۔ عزیزی سرداروں کے فسادوں کے شلنے کے لئے حمزہ خان بھیجا گیا تھا وہ خود ہی سب سازشوں کا بانی سبائی نکلا۔ مگر کوئی بات جس کے دل سے اس یقین کو نہیں نکال سکتی تھی کہ یہ طوفان عظیم جزوی ہے اور یوں ہی فسر ہو جاوے گا۔ ۵۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو ایک کالم کرنیل مون ٹیجھ کے ساتھ کابل سے ہندوستان کو مراجعت کرنے کے لئے روانہ ہوا اسی رات کو اس سپاہ پر بت خاک میں افغانوں کی ایک درشت خور گروہ نے حملہ کیا سبیل صاحب خود ۱۳ پلٹن کو ہمراہ لے کر بت خاک سے اُگے راہ صاف کرنے کے لئے گئے۔ رات بھر تھے ۲۰ کو خرد کابل کی گھاٹیوں میں پہنچے ۳۵۔ رجمنٹ کو یہاں چھوڑ کر ۱۳ پلٹن کے ساتھ پھر بت خاک میں آئے ۱۷۔ کو مون ٹیجھ صاحب اور اس کے بہادر سپاہیوں کو دفعتاً افغانوں کے ایک لشکر سے لڑنا پڑا جن میں سے بہت کرا افغان چند گھنٹہ پہلے انگریزوں کے جینوں کے پاس دوستانہ خیر زن تھے مون ٹیجھ صاحب کو کسی طرف سے کمک نہیں پہنچی اس لئے اُن کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔

جب ۲۰۔ اکتوبر کو سبیل صاحب کے پاس کابل سے ملک کے لئے سپاہ آئی تو مون ٹیجھ صاحب کی مدد کو وہ پہنچے۔ دو دن میں یہ دونوں سپاہیں رستہ میں تھوڑی سی لڑائی لڑ کر دایئیں تین دن میں بہت کھتل

میں پہونچی۔ غلزیوں نے اس خیال سے کہ ہم ضعیف ہیں سیل صاحب ہم کو صدمہ پہونچائیں گے اُن کے پولیٹکل افسر میک کریگور کو دم دھلتے دیکر ان شرائط پر صلح کی گفتگوئیں کیں جو بالفعل خوف کو دور کرے۔

صاحب نے جو ہدایتیں اُسکو کی گئی تھیں اُن سے تجاوز کر کے اُن شرائط کو قبول کر لیا۔ جس کے لئے غلزیوں نے ہتھیار اٹھائے تھے اُن کے واسطے جو پہلے محفوظ امان کے لئے روپیہ دینا بھیڑا تھا وہ بحال کیا گیا مگر کوئی امیر اپنے علاقہ سے باہر کسی ترقاتی اور ہمسائیگی کا جواب دہ نہ تھا۔ سیل صاحب نے جب آگے گندماک کی طرف سفر کیا تو برخلاف تیراٹ ان پہاڑیوں نے جن کے سرخیلوں نے ابھی اطاعت قبول کی تھی کئی دفعہ حملہ کر کے اس کو دق کیا اور عقب کی فوج کے اوسیموں اور خرچیوں کا بہت نقصان پہلے اس سے ہوا کہ وہ جگہ لگ کی تاریک تنگ راہ میں پھپھ

۳۰۔ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو سیل صاحب گندماک پہونچے وہ جن دونوں میں پہاڑوں میں آفتیں جھیل رہے تھے کابل میں انگریز لطف زندگی اٹھا رہے تھے۔ سیل صاحب کی مہم صاحب نے اپنے روزنامہ میں لکھا ہے کہ اکتوبر کے آخر دونوں میں اُن طوفانوں کا سان گمان بھی نہ تھا جو انگریزوں کے سر پر طہ آنے والے تھے کہ غلزیوں کے بلوہ کے سبب سے ڈاکے آنے میں خلل پڑتے ہیں مگر میں اپنے دلو کیوں لکھیں صے لیتی ہوں کہ وہ ایک دو دن میں آہی جائیگی۔ وہ کابل سے چند روز میں میک ٹائن صاحب اور جنرل لفسٹن صاحب کے ساتھ ہندوستان کو جانے والی تھیں وہ اپنے روزنامہ میں لکھتی ہیں کہ مجھے اپنے آرام کے مکان کے چھوڑنے کا افسوس ہے جس کو میرے خاوند نے اپنی تجویز سے بنایا تھا اور اپنی سپاہیانہ خدمات میں میرے رزم آرا شوہر نے باغ لگایا تھا اس میں ناشپاتیاں۔ آلو۔ وگوبھی۔ ماسھی جیک بوئے تھے اور پھلواری لگائی تھی اُن کی افغان شرفا ملاقات کو آتے تھے تو تعجب کر کے اُن کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان میں انگریزوں کو کیسا اطمینان تھا کہ انہوں نے اپنے رہنے کے لئے مکان بنائے تھے۔

کابل میں انگریزی سپاہ کے اقامت کے لئے کوئی استوار صحن و حصار نہ تھا جس کے بنانے کا فکر انگریزوں کو رہتا تھا۔ انجینیر بارباریہ تقاضا کرتے تھے کہ بالا حصار میں بارکیں بنائی جائیں اور قلعہ کے برج کی دوبارہ مرمت کی جائے کہ اس میں سپاہ محفوظ رہ سکے۔ شہر کے شمال کی طرف جو چھاو نیان ہیں اور رزیدنسی کا جو مکان ہے وہ اس ومان کی حالت میں سپاہ کی اقامت کے لئے اچھے ہیں۔ لیکن اگر بالا حصار کی مرمت ابھی طرح ہو جائے گی تو اس میں ضرورت کی صورت میں کل سپاہ اچھی طرح آسائش رہے گی۔ لیکن بد نصیبی سے شاہ شجاع نے جو بالا حصار میں سپاہ کے رہنے پر اعتراض کئے وہ مانے گئے اور اُسکے بنانے کے موافق چھاو نی کی یہ صورت بنائی

گئی کہ وہ ایک ہزار گز طول میں اور چھ سو گز عرض میں متوازی الاضلاع کی صورت میں تھی چاروں طرف اس کے ایسی
فضیل بنی ہوئی تھی جس پر چالاک سی گائے کو دراندہ جا کر سکتی تھی اسکے ہر کونہ پر برج بنا ہوا تھا اور اس کے چاروں
طرف خندق تھی۔ اس کے بنانے میں بھی لیٹری سائنس پر عجیب ٹپکی بڑی تھی کہ وہ نشیب میں مرطوب مقام میں بنائی
گئی تھی۔ اسکے اوپر اٹھالوں کے قلعے تھے نہ جن پر انگریزوں نے قبضہ کیا تھا نہ ان کو منہدم کیا تھا۔ ان قلعوں میں
ایک قلعہ ان کے مالکوں سے حکام فوج نے خرید لیا تھا اور اسکو کسرٹ کا گودام بنایا تھا۔ رزیدنسی کا احاطہ
چھاوٹی سے لگتی تھا۔ میک ناٹن صاحب کو نہ چھاوٹی کا مقام اور نہ اس سے باہر کسرٹ کا مقام پسند تھا انہوں
نے بار بار لارڈ آگ لیٹنڈ سے درخواست کی کہ چھاوٹی سے جو بالائی قلعے ہیں ان کے مالکوں سے خرید لئے
جائیں مگر یہ درخواستیں اس سبب سے نامنظور ہوئیں کہ اسیں روپیہ بہت خرچ ہوتا تھا خلاصہ یہ کہ کابل میں
چھاوٹی کا مقام بلوہ ہونے کی صورت میں بڑی ذلیل و خجبر نہاہ گاہ بھی ہو۔

سرولیم میک ناٹن مع اپنے سٹاف کے رزیدنسی کے مکان میں چھاوٹی کے قریب رہتے تھے۔ جنرل
انفینٹن کا ہیڈ کوارٹر (صدر مقام) چھاوٹی میں تھا۔ برنیز صاحب شہر کے اندر رہتے تھے جس کے محاذی
خزانہ تھا اور محافظ خزانہ کپتان جانسن تھا۔ اور اس کے حوالی میں بعض اور افسر رہتے تھے برگلیڈیر بڑے
تجربہ کار سپاہی ضدی و تند خو تھے وہ کیمپ میں بہت سپاہ کے ساتھ سیاہ سنگ کی پہاڑیوں میں رہتے تھے۔
جو ڈیڑھ میل کے قریب چھاوٹی سے فاصلہ پر تھیں ان دونوں کے بیچ میں دریاے کابل حایل تھا۔ شیلٹن کی سپاہ
اور چھاوٹی کی سپاہ جنرل انفینٹن کے ماتحت تھی اور اس سے علیحدہ شاہ کی سپاہ تھی۔ جس میں چار پلیٹین
پیدلوں کی نو توپخانے بین کپنٹان سیسپرائر (سفر مینا) کی اور ایک رجمنٹ سواروں کی اور کچھ غیر آئین سوار
ہتے۔ یہ کل سپاہ آراستہ خوب مسلح تھی بالا حصار میں شاہ شجاع کے پاس بہت ملی جلی سپاہ اور توپیں تھیں
۲۔ نومبر کو جو بلوہ برپا ہوا وہ قبل از وقت صرف برنیز صاحب کی ذاتی تخت عداوت کے سبب وقوع

میں آیا۔ میک ناٹن صاحب ٹوکی وحشت ناک خبر کو سنئے تھے جب انفینٹ کرینل کو لوٹی نے ان سے کہا کہ
دکاندار ہمارے آدمیوں کے ہاتھ سودا اس خوف کے سبب نہیں بیچے کہ میاں داوہ فرنگیوں کے ساتھ
مہربانی کرنے کی عادت میں قتل کئے جائیں۔ پنڈت موہن لعل نو رزیدنسی کے میزبانی تھے انہوں نے برنیز صاحب سے
کہا کہ شہر میں انگریزوں کے برخلاف سازشیں ہو رہی ہیں تو تم اپنے کو گورنر توجہ نہیں کی۔ وہ اپنی من موہی باتوں
برخلاف کسی بات کی پروا نہیں کرتا تھا۔

پہلی نومبر کی شام کو برنیز صاحب نے میک ناشن صاحب کو یہ مبارکباد دی کہ اب آپ ایسے ملک سے جاتے ہیں جس میں بالکل امن و آمان ہے اسکو معلوم نہ تھا کہ کل کیا طوفان اٹھنے والا ہے اور اس کی زندگی کے چند گھنٹے باقی ہیں۔ اس رات کو ایک لیر افغان کے گھر میں غلامیوں کے سرخیل اس غرض سے جمع ہوئے کہ بلوچوں کا فروں سے کس طرح اور کس وقت اپنا انتقام لیں جنہوں نے ہمارے ملک پر حملہ کیا ہے ہمارے عزیز حقوق اور آزادی کو خاک میں ملایا ہے ہماری عورتوں کو بے عزت کیا ہے۔ اس مجلس میں سب سے زیادہ گویا مقرر عبداللہ خان تھا۔ جب برنیز صاحب کو عبداللہ خان کا یہ حال معلوم ہوا تو اس کو یہ پیغام بھیج دیا کہ پادشاہ سے کہہ کر تجھ کتے کے کان کٹوا دوں گا۔ یہ شریف افغان بھلا اپنی اس تذلیل و تحقیر کا کب تحمل ہو سکتا تھا اس نے یہ صلاح دی کہ کل جو بلوہ کیا جائے اسیں اول برنیز کا گلا کاٹا جائے سب سے پہلی صلاح پر صاد کیا۔

برنیز صاحب شہر میں رہتے تھے ۲۔ نومبر کو صبح کو سوتے سے اٹھے تو ان کے ایک افغان دوست نے ان سے عرض کی کہ آپ کے سر پر آفت آنے والی ہے آپ یہاں سے کہیں چلے جائے دوسرے دوست نے بھی انگریزی صلاح دی مگر وہ اپنی جگہ سے نہ سرکے۔ جب بڑے غل غپاٹے کی آوازیں ان کے کان میں آئیں تو میک ناشن صاحب کو لکھا کہ کوئی بڑا خوف و خطر نہیں ہے مگر آپ سپاہ ملک کے لٹو بھیجئے پھر انہوں عبداللہ خاں کے پاس صلح و آشتی کا پیغام بھیجا جس کا جواب دوستانہ نہ آیا۔ ان کے گھر کے آگے ایک خشتیاں کا بنوہ غل مشورہ مچا رہا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ چھاوٹی سے تو نہیں مگر بالا حصار سے جو قریب ہے عنقریب ملک آنے والی ہے اور یہ سمجھ کر کہ مجھ میں گویائی کا ایسا ملک ہے کہ جسکو جو چاہو ننگا سچا ہالوں گا وہ بلائے میں آئے اور اس بنوہ کو لگا کر اس نے خستہ میں انکرا ان سے کہا کہ آپ اپنا اور اپنے ہمراہیوں کا خون ہمارے حوالہ کیجئے۔ اب وقت باتیں بنانے کا نہیں رہا تھا چاروں طرف گولیاں چل رہی تھیں۔ انگریزی افسرانہی جان چکا کے لئے پہرہ کے تھوڑے سے سپاہیوں کو ساتھ لے کر لڑ رہے تھے۔ اس لڑائی میں جو براہ کھڑے تھے سب اول دلاور کپتان ولیم بروڈنٹ کی جان گئی ان کے بھائی بھی پہلے پرواندرہ میں سپاہیانہ قتل ہوئے تھے۔ برنیز صاحب کے مکان کے پاس ہی خزانہ تھا۔ اسکو ایک گروہ نے لوٹنا شروع کیا اور دوسرے گروہ نے صاحب کے صلیب میں آگ لگا دی۔

آٹھ بج گئے مگر کہیں سے کمک نہ آئی برنیز صاحب نے مایوس ہو کر اپنے اور اپنے بھائی کی جان

بچانے کے لئے ایک حملہ آوروں کے سامنے بھاری رشوت پیش کی انہوں نے اسکے جواب میں کہا کہ آپ باغ میں نیچے اتر جائیے۔ آخر کار ان دونوں بھائیوں نے افغانی لباس پہنا اور ایک دغا باز کشمیری نے اُن کو باغ میں قسم کھا کر یہ پھسلا یا کہیں آپ کو اس کی جگہ بتلاتا ہوں اس قسم کھانے میں سکندر بربریز پکارا۔ یہ آواز سنتے ہی ایک گروہ کو ملائے آیا۔ اور ایک لمحہ میں افغانوں کے لیے جھروں نے دونوں بھائیوں کا قیمہ قیمہ کر دیا ان کے مکان اور خزانہ کو آگ لگا دی۔

برنیز صاحب اپنے عین شباب زندگی میں فنا ہوئے۔ چند گھنٹوں میں وہ صلیب جس کے مدت سے وہ اسیر وارسختے اُن کو یہ ملا کہ جان گئی وہ اس پولیسی کے جس کے برائے میں سب سے زیادہ اعلیٰ تھے پہلی قربانی بنے۔ یہ اُن کی تلون مزاری اور لادھند کام کرنے کا نتیجہ تھا کہ ہر کام میں افراط و تفریط کرتے تھے اب سوال یہ ہے کہ یہ کس طرح سے ہوا کہ بالا حصار سے اُن کو امداد سپاہ نہ پہنچی اس بد نظمی کا الزام شاہ شجاع کے ذمے نہیں لگایا جاسکتا۔ شاہ کے کان میں جبوقت بلوے کی آواز گئی اس کو معلوم ہوا کہ برنیز صاحب پر حملہ ہوا ہے اور شہر میں غل مچ رہا ہے تو اس نے کیمبل صاحب کو حکم دیا کہ وہ اس کی رجمنٹ سپاہ اور دو توپوں کو لے جا کر برنیز صاحب کی امداد کرے۔ کیمبل صاحب نے اضطراب کی حالت میں شہر کے مرکز میں جانے کی کوشش کی۔ برنیز صاحب کے مکان کو ایک چکر کی راہ جاتی تھی جس پر کچھ دنگہ فساد نہ تھا وہ اس راہ سے تو گئے نہیں دوسری راہ سے گئے جس میں گلیوں کے اندر اُن کو لڑنا پڑا اور اس سبب سے بہت نقصان اٹھا واپس آنا پڑا۔ اور توپوں کو چھوڑنا پڑا۔ اس وقت قتل کا سارا کام ہو چکا تھا خزانہ لٹ چکا تھا۔ دولتمند ہندوؤں کی دکانیں لٹ چکی تھیں۔ مکانوں کے چلنے کے شعلے اٹھ رہے تھے۔ لوٹ مار غل غپاڑے رچ رہے تھے۔ افغانوں نے اپنا کام پورا کر لیا تھا لیکن گھنٹے گزرتے جاتے تھے شہر میں دنگہ و فساد بڑھتا جاتا تھا۔ جو افغان رات کو اپنے گھر میں بیٹھے رہے تھے وہ صبح کو باہر نکل کر لوٹ مار میں ایسے مصروف ہوئے کہ اُن کو انگریزوں کے انتقام لینے کا ذرا خوف نہ تھا اس صبح کو کابل سے ڈیڑ گھنٹہ کے سفر پر چار یا پانچ ہزار سپاہ موجود تھی اگر اُن میں سے کئی سو انگریزی سپاہ پہلے سے بھیج دی جاتی تو برنیز صاحب اور اسکے ساتھی موت کے پنجہ سے بچ جاتے اور وہ جو تھوڑی سی آگ لگی تھی بجھ جاتی۔ اور بھرپور کر سارے شہر میں پھیلتی مگر میک ناٹن صاحب نے جنرل ٹفنسن صاحب اس وقت کی ضرورتوں کو سمجھے۔ جب برنیز صاحب کی چھٹی اس عذر کی بابت آئی تو میک ناٹن صاحب نے جنرل ٹفنسن صاحب سے فوراً صلاح و مشورہ پوچھا مگر جنرل صاحب

اپنی پیرائے سالی اور امراض مزمنہ کے سبب سے ایسے ضعیف و ناتوان تھے کہ انہوں نے اس باب میں کوئی استعدادی ظاہر نہیں کی اور خود میک ناٹن صاحب نے بریتیر صاحب کی چٹھی کی طرز تحریر سے اس بلوہ کو ایسا خفیف جانا۔ جسکو دیوانگی کہنا چاہئے۔ مگر جو ان مرد جابج لارنس صاحب نے جو میک ناٹن صاحب کے سٹاف کا ایک پولیٹیکل افسر تھا یہ صلاح دی کہ بلا توقف چھاوادی سے ایک رجمنٹ شہر میں سرالگ سینڈربرنیز کے مکان پر جاے اور وہاں سے قوی جماعتیں ان امیروں کے مکانوں پر تعین کی جائیں جو اس بغاوت کے بانی ہیں۔ جیسے کہ امین ہندوستان لوکر اور عبداللہ خان انٹک زئی اور وہ گرفتار کر لئے جائیں۔ مگر یہ مشورہ ان کا بالکل دیوانگی اور حالات وجود میں غیر ممکن سمجھا گیا۔ بہت سے قیمتی وقت کھو کر بریگیڈیر شیلٹن سیاہ سنگ کی ہمسایہ کی بلندیوں سے جہاں وہ رہتے تھے قوی سپاہ اور توپیں لے کر بالا حصار میں آئے۔ پادشاہ کے حکم سے اس کا بٹا اور وزیر سپاہ کو چوڑٹنے کے لئے گئی تھی واپس لئے چلے آتے تھے کہ شیلٹن کی سپاہ پہنچی۔ جس نے دنگہ فساد کو کچھ کم نہیں کیا علاج لائن لکھتے ہیں کہ جب میں بریگیڈیر شیلٹن سے ملنے گیا تو وہ اس وقت توپوں سے شہر پر گولے مار رہے تھے۔ جس کو جاب دشمن بھی نہایت تیزی کے ساتھ اپنے جزائیلوں سے دیتا تھا جو دور سے نشانہ مارتی تھیں۔ بریگیڈیر صاحب اپنے حواس میں نہ تھے ان کے بشرے کی حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کام کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ جب انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہئے تو میں نے جواب دیا کہ بلا توقف شہر میں داخل ہونا چاہئے تو انہوں نے مجھے گھر گھر تک کر بد رشتی جواب دیا کہ میرے پاس سپاہ کافی نہیں ہے اور بظاہر تم نہیں سمجھتے کہ گلی اور بانارون میں بند وقوں کی لڑائی کیا ہوتی ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ بالا حصار پر دو تین توپیں چڑھا دیجئے کہ شہر پر ان سے گولے مارے جائیں تو انہوں نے کپتان نکلسن سے کہا کہ توپیں اوپر لے جائیں تو اس نے عذر کیا کہ گھوڑے اس لائق نہیں کہ توپوں کو اتنی بلندی پر چڑھا کر لے جائیں تو اس بات کو سن کر میں نے بریگیڈر سے کہا کہ اگر آپ افسروں کو بجائے حکم کی تعمیل کرنے کے عذرات کرنے دیں گے تو کچھ کام سر انجام نہ ہو سکے گا۔ گھوڑوں کو توپ سے کھول ڈالیں۔ اور ان کو آدمی کھینچ کر اوپر لے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شیلٹن صاحب کے کام نہ کرنے پر شاہ بھی متحج تھا کہ نیچے تو ماردار ہو رہی تھی اور وہ اپنا رخ بنا کھڑا تھا اور انگریزی دو افسر ٹریور اور میکن زئی اپنے مقامات کو شہر میں جانا بازی کر کے بچا رہے تھے۔ ان کے ساتھ بڑی مستقل دلاور سپاہ تھوڑی سی تھی اور ہزاروں حملہ کرنے والے ان پر جنرل دور کی نشانہ لگانے والی چلا رہے تھے۔ اس طرح نرناہ پانے سے ہر گھنٹہ میں افغانوں کی سرکشی میں قوت بڑھتی گئی۔ کابل میں دوسرے دن صبح کو گرد کے دیہات سے

ہزاروں مسلح دہاتی اُن کر جمع ہو گئے۔ اکثر انگریزوں کی طرف سے مناسب مستعدی وجد و جہد ظاہر ہوتی تو یہ مسلح ہنگامہ فرو ہو جاتا۔ شہر کے قزلباش محلہ میں ایرانی نادر شاہ کی اولاد اس سرکشی کے ہنگامہ سے جدا تھے دوست محمد خان بارک زئی جرگہ واقعات کو دیکھ رہے تھے۔ یہ دونوں جانب غالب کے طالب تھے۔ اگر انگریز اپنا غلبہ دکھاتے تو ضرور یہ دونوں اُن کے ساتھ ہو جاتے مگر انگریزوں نے اپنی حیصہ میں ایسی باقوت جماعتوں کی مدد کو ہاتھ سے کھو دیا کابل سے جب ۳۰ سپاہیوں کے پلٹن پاس احکام پہنچو تو وہ فوراً اپنے مقام ملائی نرود کابل سے آگئی گریہ دن بھی صاف کیا کہ کوئی کوشش ایسی نہیں کی کہ وہ پہلے کابل کی مکافات ہوتی۔ فوجی افسروں پر ایک عجیب فالج کی سی حالت طاری ہو رہی تھی۔ سپہ سالار سپراند سال کو دلا اور تھا مگر بیماری کے سبب کمزور تھا انہوں نے لڑنا مناسب نہ جانا۔ بلکہ صلح کے پیغام دینے کو بہتر جانا۔ نہ سپاہ میں کوئی اور ایسا شجاع جفاکش تھا کہ وہ ہمت کر کے سپہ سالاری کرنا اور غریب جنرل کو آرام سے بٹھانا۔ صلاح و مشورہ کے اختلاف نے محاصرین کے اور پاؤں جادئے۔ رسول ملازموں میں صرف میکٹن صاحب تھے جو رسول میں آنے سے پہلے پانچ برس سپاہ میں نوکری کر چکے تھے اس امتحان کے وقت میں سپاہیانہ مستعدی اور شہنشاہی بہادری دکھا رہے تھے۔ انہوں نے ابھی میل صاحب کو حکم بھیجا کہ وہ اپنے بریگیڈ کو اٹلا کابل کو بہت جلد لے آئے۔ اور ناٹ سے درخواست کی کہ جس قدر سپاہ قندھار سے ہو سکے وہ ساتھ لے کر جنرل انٹیشن کی امداد کرے جتنے فوجی سامتی تھے نہ ان میں خود دانشمندانہ کام کرنے کی لیاقت تھی نہ ان میں یہ ہوشیاری تھی کہ وہ اپنے نوجوان دانا افسروں سے صلاح و مشورہ لے کر کام کرتے۔ جارج لارنس بریگیڈیئر شیلٹن صاحب کی نسبت یہ لکھتے ہیں کہ میں اُن کو ایک بڑا افسر اور فی نفسہ دلیر دلاور ہمیشہ تصور کرتا تھا۔ یہ میں جانتا تھا کہ وہ لشکر میں ہر ہلیریز نہیں۔ مگر ہر دل عزیز ہونا قطعی لیاقت کا ثبوت نہیں ہوتا۔ اس لئے اس بات کو میں حیف جانتا تھا اس میں شبہ نہیں کہ وہ سپاہ کی ڈسپلن کی تمام باتوں سے واقف تھا اور اُن کو عمل میں لاسکتا تھا مگر وہ ان سب باتوں کو جو اسکے اپنے دماغ سے نہ نکلی ہوں پچ پچ جانتا تھا اور اُن میں چون و چرا کرتا تھا اور اُن کی لیاقتوں کی قدر شناسی نہیں کرتا۔ اور ہمیشہ وہ بیان کرتا کہ اگر میں اوروں کے منصب پر ہوتا تو یہ کام اس طرح کرتا وہ اپنے منصب پر خود بخیر مطمئن تھا اور ہندوستان میں واپس جانے کا شائق تھا اور طبیعت میں گھبراہٹ تھی اور مزاج میں چڑچڑاہٹ تھا جنرل انٹیشن کی نسبت وہ تحریر کرتے ہیں کہ ایک نہایت ہی بہتر اور ذہن سپاہ گری کے ہر شعبہ سے ماہر اور غلطی شجاع اور متعل دلاور اور خطرات میں نڈر تھا۔ لیکن امراض تپا و رجحان المعامل میں متواتر مبتلا

رہنے سے اُس کا جسم و دماغ کمزور ہو گیا تھا۔ اور بالکل محنت و مشقت اٹھانے کے لائق نہیں رہا تھا۔ اس ضعف جسمانی کے سبب سے وہ اپنے تئیں عہدہ سپہ سالاری کے لئے لائق نہیں جانتا تھا۔ محض گورنر جنرل کے اصرار اور درخواست سے یہ عہدہ قبول کیا تھا۔ اب افغانستان کا یہ حال دیکھ کر اُس نے اس عہدہ سے ہٹ کر ہونا چاہا وہ جسم و دماغ کے ضعف کے سبب بالکل اپنے سٹاف (مصاحبوں) کے ہاتھ میں تھا۔ بریگیڈیر شیلٹن تو کسی سے صلاح و مشورہ پوچھ کر کوئی بڑا کام نہ کرتا تھا اور جنرل نفٹن اور کوکس اس صلاح و مشورہ پر جلتے تھے جو سب سے زیادہ بدتر ہوتا۔ غرض بد نصیبی کے سبب سے انگریزوں کی قیمت ایسے افسروں کے ہاتھوں میں پڑی تھی۔ ان اوراق میں آئندہ چند بیفتوں کے اندر جو واقعات واقع ہوئے ان کے بالتفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں گو ان کا بیان کرنا ممکن ہے ۔

شہر کابل کی حوالی میں بالا حصار کی شاہی فوج کا کسرٹ کا گودام تھا اس کا محافظ پکتان میکنزئی تھا۔ اس پر ۲ نومبر ۱۹۰۱ء کو سخت حملہ ہوا۔ اور دو روز تک وہ بڑے استقلال اور ہمت سے دشمنوں کا مقابلہ کرتا رہا۔ قلعہ میں میگ زین کی قلت اور عورتوں کی کثرت تھی۔ مگر پھر بھی وہ ۲ تا ۳ کی رات تک لڑتا رہا۔ اسکے پاس کمک پہنچی اور نہ کسی اور طرح کی خبر لی گئی۔ تو بہت نقصان اٹھانے سے اور دشمنوں کی گولیوں لگانے سے سپاہ کی ہمت شکستہ ہوئی اور آخر کار جب قلعہ کا دروازہ باروت سے دشمنوں نے اڑا دیا۔ اور دوا کے نہ میسر ہونے سے زخمی مرنے لگے۔ تو اُس نے قلعہ خالی کر دیا اور بہادرانہ لڑتا ہوا باہر نکلا۔ اور چھاوٹی میں داخل ہوا اور سب عورتوں اور بچوں اور زخمیوں کو بچا لایا۔ اس قلعہ کے سواے افغانوں کو کہیں لڑنا نہیں پڑا۔ اس جنگ میں پکتان صاحب کی بہادری کی اور جرنیل صاحب کی کابلی کی خوب تشریح ہو گئی ۔

اسی زمانہ میں افسران کسرٹ نے اطلاع دی کہ چھاوٹی کی کل فوجوں کے واسطے دودن کی رسد باقی ہے۔ ایسی حالت میں کسرٹ کے قلعہ کی حفاظت کرنے کی اسٹ ضرورت ظاہر تھی۔ میک ناٹن صاحب نے جارج لارنس صاحب کو رات کے آٹھ بجے جرنیل صاحب کے پاس بھیجا کہ فوراً سپاہ کو بھیجیے قلعہ شریف علیا پر قبضہ کر لے اور ایسی تدبیریں کرے کہ لفٹنٹ واررین کو سپاہ کسرٹ کے قلعہ کو خالی نہ کرے ایسی تدبیریں جو جرنیل صاحب پر کل فوج کی زندگی کا مدار تھا میں گھنٹہ تک معرض بحث میں رہا نہ منظور ہوئی۔ لیکن پھر کچھ عقل آئی تو پہلا فیصلہ منسوخ ہوا۔ اور آئندہ صبح کے چار بجے قلعہ پر حملہ کا ہونا قرار پایا۔ مگر ۶ نومبر کو حملہ کا

ہونا جنرل صاحب نے اس خوف کے سبب سے موقوف کیا کہ خوشنری ہوگی۔ داریین صاحب زیادہ دیر تک قلعہ میں پھیر نہیں سکتے تھے وہ اسکو خالی کر کے چھاوٹی میں آگئے قلعہ افغانوں کے قبضہ میں آیا۔ تھوڑی دیر میں پٹاکر وٹمن کسرٹ کے ذخیروں کو جو سپاہ کی روٹی تھی لوٹے لئے جاتے ہیں اور اعلیٰ کو اُنکی ذرا پروا نہ تھی کہ انگریز اُسکے بدلے میں ہمارے ساتھ کوئی برائی کریں گے کوئی کوشش ایسی نہیں کی گئی کہ وہ انگریزی قوت و طاقت کے ادب کا سبق دشمنوں کو پڑھاتی یا چھاوٹی کے ضعیف مورچوں سے سپاہ کو ایک مضبوط فضیل کے قلعہ بالا حصار میں لاتی اس حصار میں انگریزی سپاہ اتنے مہینوں تک آرام سے رہ سکتی تھی کہ بمبئی یا بالاسہند سے سپاہ کمک کو آجاتی۔ اسکے لئے سسرٹ صاحب انجنیر نے سفارش کی شاہ نے حکم دیا۔ باربار میک ناٹن صاحب نے عرض کیا مگر افسران سپاہ نے کسی کی بات نہ سنی۔ اُن کو یہ لوگ ابھی کہ جلال آباد کو وہیں جایں گے اگر یہ امر بھی مستعدی کے ساتھ اختیار کیا جاتا تو سپاہ خوفناک بلاؤں سے بچ جاتی۔ مگر میک ناٹن صاحب کو یہ اصرار چلا جاتا کہ وہ شاہ شجاع کو اس کی سرکش رعایا کے ہاتھ میں چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پس یہ ہوا کہ ایک قوی سپاہ ہر جگہ سفر کرنے اور لڑنے کے لئے کافی چھاوٹی کے باہر ایک بم آؤز میں پرتا ہوا جس کے چاروں طرف پہاڑ اور قلعے تھے جن پر افغان جب چاہیں اپنا قبضہ کر سکتے تھے یہ ایسے ملک میں جو نعم مغتوح ہو چھاوٹی ایسی جگہ ڈالی تھی کہ وہ حماقت سے خالی نہ تھی جس کا اوپر بیان کیا گیا ہے

اُس کے حکم کے سبب سے صلاح و مشورے میں اختلاف آ رہا تھا۔ جس سے کام میں بہت بگاڑ پیدا ہوا۔ گذشتہ ناکام یاہیوں کی مکافات کرنے میں اور اپنی کھوئی عزت کے جمل کرنے میں ایجنی حیف ناتواں اور غیر مستعد کوششیں ہوئیں کہ سپاہیوں کی جایں تلف ہوئیں ان کی توانائی اور مستعدی ضائع ہوئی۔ اور اُن کی ڈسپلین غارت ہوئی ہے

و۔ نومبر کو شیلٹن صاحب بالا حصار سے چھاوٹی میں پھر آگئے مگر اس آنے سے معاملات میں کوئی بہتری کی صورت نہیں پیدا ہوئی۔ اس نے جلال آباد میں جلد جانے کی درخواستیں کیں اور وہ منظور ہوئیں تو اس نے پھر خراب حالت کے بہتر کرنے میں کوشش کرنی چھوڑ دی۔ میک ناٹن صاحب یا کوئی اور صاحب انفینٹری صاحب پر جن کاموں کے کرنے کا دباؤ ڈالتے تھے تو وہ اُن کے باب میں احکام التوا سے صادر کرتے اور پھر اُن کی تعمیل شیلٹن صاحب ہمیشہ ایسی تاخیر سے کرتے کہ اس طرح حملہ کرنے کی عمدہ

عمدہ تدبیروں میں کامیابی بالکل نہ ہوتی اور اگر ہوتی تو جزوی اور اس غلط کاری اور نا فہمی سے افتخاؤں کی ہمت
 اور جرأت بڑھتی اور گستاخانہ کام دلیرانہ زیادہ کرنے لگتے۔ انگریزوں کے پاس کچھ اچھے افسروں اور بہادر
 سپاہیوں کی کمی نہ تھی خود شیلٹن صاحب نے ایک دو دفعہ اپنی بڑی دلیری اور دلاوری دکھائی تھی۔ اور
 ہینریٹ آئر صاحب اور ان کے نڈر توپچیوں کے کام بڑے بہادرانہ تھے اور دشمنوں کے بڑے خوفناک
 انہوہوں سے بڑی شجاعت سے لڑتے تھے لیکن جب افسروں کی موٹی موٹی غلطیوں کے سبب ناکامیابی
 ہوتی ہیں تو اچھے اچھے سپاہی بد خو ہو کر بگڑ جاتے ہیں جب شیلٹن صاحب پر بہت دباؤ ڈالا گیا تو وہ ۱۳- نومبر
 کو سب قسم کی سپاہ کو ساتھ لے کر بیمار وکے مغربی بلندیوں پر سے دشمنوں کو نکالنے کے لئے گئے لشکروں
 میں پاس پاس کچھ تھوڑی سی لڑائی تیزی سے ہوئی۔ دشمن اپنی دو توپیں چھوڑ کر بھاگ گئے اس غروب کے
 وقت کی تھوڑی سی فحتمندی کی روشنی کے بعد بڑی آفت و بلا کی شب تاریکی آئی۔ آج سے کابل کی چھاوتی
 میں جو سپاہ موجود تھی کوئی دن اس کی بیہودی اور خوشی کا اندازہ کیا۔ میک ناٹن صاحب کو امید تھی کہ کوئی آدمی
 یا کوئی شے خوش کرنے کی ظہور میں آئے گی۔ مگر سوائے مایوسی و مصیبت و ہزیمت و شرم کے کسی چیز کا ظہور
 نہ ہوا۔ سیل صاحب بجائے اسکے کہ آسانی سے کابل میں مراجعت کرتے یا گندمک میں مقیم رہتے کہ ضرورت کی
 صورت میں اپنے اہل ملک کو قوی بازو کرتے انہوں نے جلال آباد کو سفر کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان تین ہفتوں
 میں سب سے بدتر صورت کو اختیار کیا بعض اسی صورت کو بہتر بتاتے ہیں کہ وہ آئندہ کام آئی۔ ان کی سپاہ میں
 بیماری اور بار برداری کی قلت ایسی تھی کہ وہ کابل واپس نہیں جاسکتے تھے۔ قندھار سے جو میک ناٹن صاحب
 کو امداد کی امید تھی انہیں بھی وہ مایوس ہوئے۔ نینگ میک لارن کے ریگیڈ نے کابل کی مشکل آسان کرنے کے
 لئے دور دراز سفر اختیار کیا مگر نومبر کے آخر دنوں میں قلات غلڑی میں برف ایسی شدت کی پڑی تھی
 کہ میک لارن صاحب واپس قندھار کو اور اوتا چلے گئے۔ کابل کی چھاوتی میں کوہستان سے دو افسر پوٹھوہار پہنچ
 آئے جو شدید زخمی تھے اور ایک گورکھا سپاہی آیا کل گورکھوں کی رجمنٹ میں سے ۱۵- نومبر کو یہ
 تین آدمی زندہ سلامت رہے تھے۔ یہ سپاہ اس ضلع میں تھی جو ہرات کے ہیسرو پوٹھر کی حریت میں تھا
 باوجودیکہ ۱۳- نومبر کو افتخاؤں کی شکست ہوئی تھی مگر بہت دن گزرے تھے کہ انہوں نے بیمار وکے
 بلندیوں پر قبضہ کر کے ان دھڑوں کو لوٹنا اور غارت کرنا شروع کیا جہاں سے انگریزی سپاہیوں کو لئے
 رسد آتی تھی فقط اسی رسد یہ سپاہ کے خوراک کا دار و مدار تھا۔ ۲۲- کو ان کے نکالنے کی ایک خفیف سی

کوشش ۳۴ صبح کو تاریکی میں بڑی زبردست سپاہ سے کی گئی۔ مگر شیلٹن صاحب کی ہٹ و ضد سے اس گانوں کے لینے کا وقت جاتا رہا۔ افغانوں کی توڑہ دار بند و قوں کی بارکے نیچے انگریزی سپاہ مریحوں کی صورت میں دفعتاً بڑی آتش باری کے نیچے آئی۔ اور توپ جو ایک ہی تھی بیکار ہو گئی۔ سوار بیکار رہے دشمنوں کے پاس ہزاروں پر جوتس غازیوں کی کمک آگئی تو افغانوں نے پھر از سر نو تازہ دم ہو کر سپاہ سے لڑائی شروع کی۔ اور اپنی ایک توپ جو چھن گئی تھی پھر لے لی۔ اور انگریزی پیدل سپاہ کو دیا پر آگندہ و منتشر کر دیا کہ پھر وہ مجتمع نہیں ہو سکی۔ مغزورین اور ان کے تعاقب کرنے والے ملے جلے پہاڑوں پر سے چھاوٹی کی طرف آئے۔ اس سپاہ ہزیمت یافتہ کے آدمیوں کو بالکل غارت ہونے سے ایک افغان سردار عثمان خان نے اس طرح بچا دیا کہ اپنے ملازم جو تعاقب کرنے والے تھے ان کو واپس بلا لیا۔ انگریزوں کے تین سو سپاہی اور بعض عمدہ افسر مارے گئے۔ بڑا بہادر الیور صاحب کام آیا۔ جارج لارنس لکھتے ہیں کہ کوئی شخص ہماری اس شب کی دہشت اور اضطراب کی تصویر نہیں کھینچ سکتا۔ ہمارا حال ان قیدیوں کا سا تھا جن پر قتل کا فتوے دیا جا چکا ہو۔ اس لڑائی کا الزام سپاہیوں پر نہیں ہے بلکہ بریگیڈ شیلٹن پر جس کو چند اچھے موقعے ہاتھ آئے مگر ان کو اپنی غفلت کے سبب سے ہاتھ سے کھو دیا۔ گو وہ خود بہادری سے لڑا مگر سپاہ کو جو اپنے سپہ سالار پر بھروسہ تھا وہ اس کی ناقابلیت کے سبب سے جاتا رہا۔ افسروں کی حماقت سے سپاہ کی ہمت بالکل ٹوٹ گئی جو پہلے سے سردی و بھوک اور تھکان سے کمزور ہو گئی تھی ایسی سپاہ کا ایسے افسروں کے ماتحت میدان جنگ میں جانا ناممکن ہو گیا۔ اب بالا احصاء میں سپاہ کے چلے جانے کا سوال پھر معرض بحث میں آیا جس کو میک ناٹن صاحب نے خود پسند کر کے ترک کیا جاڑا بہت قریب آتا جاتا تھا سامان اس قدر قلیل رہ گیا تھا کہ جس سے خوف لگتا تھا۔ اب انفنٹری صاحب کو صرف اس بات میں سلامتی معلوم ہوتی تھی کہ دشمنوں سے عہد و پیمان کے کرنے کی سلسلہ جنیابی ہووے۔

میک ناٹن صاحب نے جبریل صاحب کی درخواست سے افغانوں کے ان سرداروں کو مصالحت کے پیغام سلام شروع کئے۔ جن کا سردار آتش مزاج بہادر اور دلاور محمد اکبر خان تھا۔ اس کو اور اسکے باپ کو انگریزوں کے ہاتھ سے تکلیف پہونچی تھی انتقام لینے کی آگ اس کے دل میں بھڑک رہی تھی۔ گزشتہ دو ہفتوں سے میک ناٹن صاحب کے کارپرداز کابل اور بالا احصاء میں ان افغانوں میں سونا بکھیر رہے تھے اور ان سے عہد و پیمان کر رہے تھے۔ جن کی حب الوطنی نے ان کی ہوشیاری کو مغلوب نہیں کیا تھا۔ میک ناٹن صاحب

کے ایک ایجنٹ نے بہت بڑا انعام دینے کا اقرار ان باغیوں کے سرکاشے کے لئے تجویز کیا جو ۲۰ نومبر کے بلوے میں سرخند تھے مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہ کام میک ناٹن صاحب کے علم و حکم سے نہیں ہوا۔ وہ ان باغیوں کے لئے خواہ کیسے ہی شریر ہوں ایسے ناجائز وسائل کے کام میں لانے سے ہمیشہ نفرت رکھتے تھے یہ نہ تو ہونٹوں (یہ سابق دہلی کالج کا ایک طالب علم کشمیری تھا) نے ایک تزلزل باش کے گھر میں دوستانہ پناہ لی تھی۔ اُس نے کپتان کو نوٹی کی ہدایت کے موافق باغیوں کے سرکاشے کے لئے انعامات تجویز کئے تھے۔ کپتان صاحب میک ناٹن کے عمل میں تھا مگر غالباً یہ کام منشی نے شاہ شجاع کی ہدایتوں کے موافق کیا ہوگا وہ اپنے دشمنوں سے اس طرح فراغت پانے کو صواب جانتا تھا۔

میک ناٹن صاحب نہ سپاہ کو دشمنوں سے لڑا سکتے تھے۔ نہ جنرل کو بالا حصار پر جاڑے بھر رہنے کے لئے لجا سکتے تھے۔ تو انہوں نے ڈپلومیسی کا نوپ خانہ دشمن کے خریدنے کے لئے لگایا۔ افغان سرداروں میں بڑی طرح لاکھوں روپے لٹا دیئے۔ افغانوں کی حرص و طمع ضرب لٹل ہے کہ وہ کبھی پوری نہیں ہوتی جس قدر روپیہ افغانوں کو ملتا تھا۔ اتنا ہی وہ زیادہ گستاخانہ اُس کی درخواست کرنے میں پاؤں پھیلاتے تھے میک ناٹن صاحب پر یہ جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے کہ اُس نے باغیوں کے سرخند کے خفیہ مارٹلر کے لئے انعام مقرر کئے یہ کام اول تو اُس کی انسانیت سے بہت بعید تھا۔ دوم پہلی دسمبر ۱۸۸۱ء کا خود خط اُن کا موجود ہے جو کہ انہوں نے اپنے کارندہ پٹنٹ موہن لال کو لکھا ہے جس میں اسکو بڑی لعنت و ملامت اس بات پر لکھی ہے کہ وہ یہ سمجھا کہ خفیہ قتل کرنا ان کا مقصد تھا۔ سرکش بڑے شریر ہیں مگر ہم کو یہ نہیں چاہیے کہ ناجائز طور پر اُن کو خفیہ قتل کرادیں اور کپتان سکرنے کپتان فیکسٹری کے سلسلے شہادت دی کہ جب اکبر خان نے اپنے دشمن امین اللہ خان کے لئے (جو انگریزوں کا سخت دشمن تھا) عہد نامہ مصالحت میں بشرط داخل کی کہ بہت سارے دیکر وہ قتل کر لیا جائے تو انہوں نے کہا کہ کوئی چیز عجیب اس کام کے کرنے کو ترغیب نہیں دے سکتی یہ اُن کا کیا اس وقت کا ہے کہ جبکہ چوبیس گھنٹہ کے بعد وہ اکبر خان کے ماتھے سے مارے گئے۔ بس اس سے زیادہ کیا عمدہ شہادت میک ناٹن صاحب کے لئے اس الزام سے بری ہونے کی ہو سکتی ہے۔ میک ناٹن صاحب کی بیگناہی اس معاملہ میں عیان ہے۔ مگر افغانوں کے دل میں کینہ اُسکے ساتھ ایسا پیدا ہوا جس کا نتیجہ آئندہ ٹھوڑی آیا حالتیں ایسی تھیں کہ عہد و پیمان بغیر بیچ کے نہیں ہو سکتے تھے ۲۰ نومبر کو ایک مجلس منعقد ہوئی تھی جس میں میک ناٹن صاحب اور افغان سرداروں کے نائب جمع ہوئے اور اُن شرائط صلح پر بحث ہوئی جو عثمان خان

نے ایک دن پہلے پیش کی تھیں۔ میک ناٹن صاحب نے اُن شرائط کو اس سبب سے منظور نہیں کیا کہ ان میں انگریزوں کی بالکل تھوڑی تہذیبیل ہوتی تھی۔ انہوں نے جو شرائط صلح پیش کیں اُس کا جواب انہوں نے تحریری دیا کہ انگریز اپنے تئیں بالکل حوالہ کر دیں گے تو ہم اُن کی جانیں بچا دیں گے۔ جس کا جواب میک ناٹن صاحب نے غصہ میں اکر یہ کہا کہ لڑائیوں کا خدا اُس کی توقع کا فیصلہ کرے گا ایک دفعہ پھر انہوں نے جنرل نفٹسن سے اُن معاملات میں مداخلت کی۔ کہا۔ اور اس سیرکین سال کے دلیں اپنی مستعدی و توانائی کا دم چھونکنا چاہنا اُن کو امید تھی کہ جلال آباد واپس جانے کا ارادہ جنرل فرخ کر دے گا۔ اور بالا حصار میں چلے جانے کی تیاری کرے گا۔ اور سرد جو بالکل ختم ہو گئی ہے اُسکے ہم پہنچانے میں کوشش کرے گا۔ مگر میک ناٹن صاحب کے دلائل کا کچھ اثر جنرل نفٹسن پر نہیں ہوا۔ سر ولیم نے اُن سے کہا کہ اگر آپ ہندوستان واپس جانے کا ارادہ مصمم کر لیا ہے تو میں آپ کو منع نہیں کر سکتا۔ مگر اس حالت میں شاہ کی فوج کے ساتھ بالا حصار میں شریک ہو جاؤں گا خواہ بادشاہ کے ساتھ بچوں یا مروتوں میں عرصہ میں یہ افسوسناک خبر آئی کہ قندھار سے جو فوج میک لارن صاحب کابل کی مدد کے لئے آئے کر چلے تھے وہ تھیں سے جو غزنی سے چالیس میل پر ہے اسلئے قندھار کو واپس چلے گئے کہ برف بڑی شدت سے پڑی تھی۔ اب قندھار سے امداد آنے کی بالکل توقع نہیں رہی۔ (دھر یہ ناامیدی ہوئی اُدھر جرنیل نے سر میک ناٹن صاحب کو افغان سرداروں کے ساتھ شرائط صلح ٹھہرانے پر مجبور کیا۔)

۱۰۔ دسمبر ۱۸۴۱ء کو کوسرٹ کا ایک منشی کا غدلا یا جس پر افغانوں کے بڑے بڑے سرداروں کے دستخط تھے اور اس میں میک ناٹن صاحب سے چھاوٹی کے باہر ملاقات کرنے کی درخواست تھی۔ صاحب مدوح کو یقین تھا کہ جنرل اور بریگیڈیر شیلٹن نے ہندوستان جانے کا قصد مصمم کر لیا ہے اس لئے اب انہوں نے اس کو اپنا فرض منصبی سمجھ لیا کہ ایسی مصالحت کیجے کہ سپاہ سلامتی سے ہندوستان واپس چلے۔ انہوں نے اس ملاقات کو منظور کر لیا اور منشی مذکور اس منظوری کو حاصل کر کے شہر کو واپس گیا۔ لیڈی میک ناٹن ایسی دوراندیش پیش بین تھیں کہ انہوں نے اپنے شوہر سے رو کر التجا کہا کہ آپ ملاقات کرنے نہ جائیے۔ اس میں بالکل خرابی و قباحیت ہے مگر انہوں نے یہ جانکر کہ سپہ سالاروں سے کوئی امید نہیں کہ وہ فوجی کارروائی کریں گے یہ ارادہ مستحکم کر لیا تھا کہ خواہ اپنی ذات کے لئے کیسا ہی خطرہ ہو مگر وہ فوج کو خطرہ سے لکھانے میں کوشش کریں گے۔ چنانچہ دوسرے روز وہ اودکپتان ٹروڈ اور میکرنٹی اور جارج لارنس ملاقات کیلئے اس جگہ گئے جو قلعہ سے دو سو گز کے فاصلہ پر تھی اس مقام میں اکیڑ خان اور افغان سرداروں سے ملاقات ہوئی۔ اور وہاں میک ناٹن صاحب نے کہا کہ ملاقات ہو

معلوم ہوتا ہے کہ افغانوں کی اقوام کثیر کو یہ امر ناگوار ہے کہ افغانستان میں شاہ شجاع کی مدد کے لئے انگریزی سپاہ برابر ہے برٹش گورنمنٹ کی کوئی عرض ان سپاہیوں کے بھیجنے سے سوائے اسکے نہ تھی کہ وہ اقوام افغان کی خوشی و سلامتی کی افزایش کا سبب ہو مگر یہ عرض فوج کے موجود رہنے سے معدوم ہوتی ہے اس لئے فوج کے رکھنے کی کوئی خوش نہیں کیجا سکتی اس لئے شرائط مفصلہ ذیل برٹش گورنمنٹ اور محمد اکبر خان کے درمیان قرار پائی ہیں ۔

اول شرط کابل میں اس وقت جو فوجیں موجود ہیں۔ وہ بہت جلد لٹا اور جائیں۔ اور وہاں سے ہٹ کر لٹا واپس ہوں ۔

دوم شرط کل سردار اس بات کا وعدہ کریں کہ انگریزی فوج کو سفکے درمیان کوئی تکلیف نہ دی جائے گی۔ اور اُس کی عزت کی جائے گی۔ اور بار برداری اور سد کی ہم رسانی میں ہر طرح سے اس کی مدد کی جائے گی ۔

سوم جلال آباد میں جو بالفعل موجود ہیں اُن کو بجز داس کے کہ میک ناٹن صاحب کو اطمینان ہو کہ واپس جانے میں کوئی مزاحمت اُن کی نہ ہوگی حکم دیا جائے کہ وہ پشاور کو واپس جائیں ۔

چہارم غزنی میں جو فوجیں ہیں جب اُن کے سفر کی محافظت کا بندوبست ہو جائے تو فوراً فوج مذکورہ بالا کے پیچھے پیچھے پشاور کی طرف روانہ ہوں ۔

پنجم قندھار اور افغانستان کے حدود میں اور مقامات پر فی الحال جو سپاہیں موجود ہیں وہ سفر کے ضروری بندوبست ہونے پر اور موسم کے موافق ہونے پر ہندوستان کو کابل سے یا درہ بولان کی طرف سے واپس ہوں ۔

ششم دوست محمد خان کا تمام اسباب اور اُس کی جائداد ملوکہ اُس کو واپس دی جائے ۔

ہفتم انگریزی افسروں کا کل اسباب جو افغانستان میں چھوڑ دیا جائے اُس کی پوری پوری حفاظت کی جائے اور مناسب وقت پر ہندوستان کو بھیج دیا جائے ۔

ہشتم شاہ شجاع الملک کو اجازت دی جائے کہ وہ ایک عمدہ سرمایہ سے جو ابک لاکھ روپیہ سے کم نہ ہو افغانستان میں اوقات بسر کرے یا برٹش سپاہ کے ساتھ بروقت واپسی ساتھ ساتھ چلا جائے ۔

نہم اگر شاہ شجاع برٹش سپاہ کے ساتھ جانے کا قصد کرے تو جو متعلقین اُس کے ہمراہ جا سکیں

ان کی ہر طرح کی تعظیم کی جائے۔ اور جن مکانات کے اندر وہ بالا حصار میں بالفعل رہتے ہیں جب تک وہ ہندوستان میں واپس نہیں جائیں وہیں رہیں گے۔

دہم جب برٹش سپاہیہ و عافیت ہندوستان میں پہنچ جائے تو فی الفور امیر دوست محمد خان کا اور اُس کے اہل و عیال کا اور اور افغانوں کا جو ہندوستان میں مقیم ہیں افغانستان میں پہنچ کر کابل سے لے کر پشاور تک گھومنا چاہئے۔

یازدہم جب امیر مع اہل و عیال کابل میں واپس آئیں گے پشاور میں پہنچنے تو شاہ شجاع کے متعلقین بھی ہندوستان میں واپس کر دئے جائیں گے۔

دوازدہم ان شرائط کی تعمیل کی تکمیل کے لئے کابل میں چار مغز برٹش افسر بہ طور اول صاف کے چھوڑ دیئے جائیں اور جب امیر دوست محمد خاں مع اہل و عیال کابل میں آجائے تو یہ اول ہندوستان کو واپس کر دیئے جائیں گے۔

سیزدهم سردار محمد اکبر خان اور سردار محمد عثمان خان اور ذی جاہ سردار جو تجویز کئے جائیں وہ برٹش سپاہ کے ساتھ پشاور تک جائیں گے۔

چہاردهم افغانستان سے برٹش فوجوں کے واپس ہونے کے بعد بھی اقوام افغانہ اور انگریزوں کے درمیان رشتہ اتحاد ایسا رہے کہ کسی اور گورنمنٹ سے افغان بغیر رضا مند برٹش گورنمنٹ اتحاد کا معاہدہ نہ کریں اور ضرورت کے وقت وہ برٹش گورنمنٹ سے مدد طلب کریں گے۔

پانزدہم اگر بعد ان اقوام افغانہ کی یہ خواہش ہو اور برٹش گورنمنٹ اس بات پر رضا مند ہو تو کابل میں ایک سفیر انگریزی اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ اسکے ذریعہ سے دونوں گورنمنٹوں کے درمیان دوستی و مراستہ رکھی جائے اور افغانستان کی اندرونی انتظامات میں وہ کوئی مداخلت نہ کرے۔

ستازدهم کسی شخص کو گذشتہ جنگ میں شریک ہونے کے سبب سے ایذا و سزا نہ دی جائے اور ہر شخص مجاز ہو کہ وہ برٹش سپاہ کے ساتھ ہندوستان کو چلا جائے۔

ہفتم آن مشد اٹک کی پابندی جس تاریخ سے شروع ہو۔ سرداران متذکرہ بالا پر لازم ہوگا کہ سرکار انگریزی کے لشکر کے لئے سامان و اسلحہ مہیا کریں اور اس کی قیمت لے لیں۔

ہشتم سردار انگریزی کے افسر اور فوجیں جو کسی وجہ سے افغانستان کو فوراً نہ چھوڑ سکیں ان کی ہر

طرح کی تعظیم و تواضع کی جائے اور اُن کی امداد جب تک کرتی چاہیے کہ وہ افغانستان میں اس وجہ سے رہیں کہ موسم خراب ہو یا وہ سفر کی تیاری نہ کر سکیں۔

ان شرائط پر دو گھنٹے تک بحث رہی۔ اور بشرائط عظمیٰ طرفین سے منظور ہوئیں کہ انگریزی فوج کے لئے افغان سامان رسد تیار کر دیں گے۔ اور شرائط کے پورا کرنے کے لئے افغانوں کی طرف سے محمد ابراہان خان ایک ممتاز نائبہ موسیٰ خان اور کپتان ٹرلور انگریزوں کی جانب سے کفیل مقرر ہوئے اس مصالحت سے چھاوٹی بڑی خوش ہوئی کہ اب ہندوستان جلد واپس جائیں گے انگریزوں نے اسباب جنگ جسکی چھاوٹی میں کچھ ضرورت نہ تھی بالا حصار میں بھیج دیا اور وہاں سے غلہ کی رسد منگالی گئی۔

۱۱۔ دسمبر کو جنرل آفٹنٹن نے باضابطہ میک ناٹن صاحب کو اطلاع دی کہ اگر جانوروں کے لئے چارہ نہ آئے گا تو وہ بھوکے مرنے لگیں گے اور قابل نقل و حرکت نہ رہیں گے صاحب مدوخت سرداروں کے پاس ایک مراسلہ بھیجا جس کا جواب انہوں نے تحریری دیا کہ جب تک آپ مستحکم مقامات اور قلعوں پر چھوڑ دیا کہ متصل میں قابض نہیں گے تو افغان آپ کی اُن شرائط پر کہ ملک سے آپ چلے جائیں گے اور اُسے چھوڑ دیں یا نکل باور نہیں کریں گے اور نہ وہ کسی قسم کی رسد دیں گے جب تک کہ آپ ان قلعوں کو خالی کر کے اُن کو حوّل نہ کر دیں گے۔ میک ناٹن صاحب یہ جواب افغانوں کا لے کر جنرل کے پاس گئے اور مصر ہوئے کہ آپ جنگ کے لئے صفت بستہ ہو کر بائرنکلیں اور شہر کابل میں داخل ہوں آپ کے پاس بالا حصار سے تازہ سپاہ آگئی ہے اس کے سبب سے آپ خوب لڑ سکیں گے۔ جنرل آفٹنٹن صاحب نے دشمنوں پر حملہ کرنے کی ناقابلیت کا اظہار کیا اور اسی شام کو قلعے اپنی فوج سے خالی کر دیئے اور افغانوں نے فوراً اُن پر قبضہ کر لیا۔

میک ناٹن صاحب نے اس لئے کہ افغانوں کے دلوں میں جو ہماری طرف سے ریاکاری کی بدگمانیاں ہیں دور ہو جائیں۔

۲۱۔ دسمبر کو ان سرداروں کے ساتھ دوبارہ ملاقات کے لئے ایک مجلس قرار دی۔ افغانوں کو ایک خط کے پکڑ لینے سے بڑی ناراضی پیدا ہوئی تھی جس میں میجر بلچ صاحب، پولیٹیکل کمینٹ قلات غلزی نے کابل کے ایک بڑے مہاجن کو لکھا تھا کہ تم اپنے مقدر کے موافق ہماری مدد کرو اور یقین کرو کہ جب ہماری فوجیں افغانستان پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے آئیں گی تو اس وقت تم کو بہت بڑا انعام دیا جائے گا۔ ملاقات کے وقت میک ناٹن صاحب سے افغان سردار بڑی بداخلاقی سے پیش آئے اور دشمنانہ لہجہ

سے گفتگو شروع کی کہ ڈگریز دغا باز اور بد عہد ہیں اور ان کا قطعی ارادہ ملک چھوڑنے کا نہیں ہے
 میک ناٹن صاحب نے اُن لوگوں کو ٹھنڈا کیا اور بیان کیا کہ میجر پچ نے یہ خط بالکل نادانستہ تحریر کیا ہے
 اور اُن کو مصالحت کی گفتگو سے جو ہو رہی ہے خبر نہ تھی یہ مجلس نفیسی نتیجہ کے ختم ہوئی جو
 افغان سرداروں میں باہم ایسی پرانی عداوتیں چلی آتی تھیں کہ کسی ایک سردار سے معاہدہ کرنا کوئی
 چیز ہی نہ تھا اس لئے میک ناٹن صاحب نے کہا کہ میں کل سرداروں کی حیثیت مجموعی سے معاملہ کر سکتا
 ہوں مجھے یقین ہے کہ کسی شرط معاہدہ کی پابندی نہ کی جائے گی جب تک کہ کل سردار مفرداً اور مشترکاً
 بالتحصیح اس کی کفالت کے لئے پابند نہ ہوں گے جو

الغرض یہ امر سوچنی ظاہر ہو گیا کہ افغان سرداروں کے اقار اور وعدوں پر گو وہ سب ملکر ہی کیوں
 نہ کریں کوئی اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ انہوں نے جن شرائط کی پابندی کا اقرار کیا تھا اُن میں سے ایک
 بھی پوری نہیں کی۔ بس میک ناٹن صاحب نے یہ پولیسی اختیار کی کہ اکبر خان سے جو مصالحت کا
 خواستگار تھا اور سب امیروں میں ذی جاہ و والا منصب تھا اور وہ عہد نامہ کے موافق شرائط کو
 پورا کر سکتا تھا مصالحت کی گفتگو کرنی چاہئے جو

۲۲۔ دسمبر ۱۸۴۱ء کو کپتان اسکندر اور سردار سلیم خان برادر محمد اکبر خان اور سرو رخان لوبانی
 سوداگر آئے اور اپنے ساتھ ایک صلح نامہ دستخطی محمد اکبر خان کا میک ناٹن صاحب کے پاس لائے اس میں یہ
 تجاویز لکھی تھیں کہ شاہ شجاع پادشاہ رہے اور محمد اکبر خان بہ طور وزیر کے اُس کے ساتھ رہے۔ چالیس
 ہزار روپیہ سالانہ برٹش گورنمنٹ سے پایا کرے اور قلعہ محمد شریف خان میں ایک رجمنٹ اور بالا اصرار
 میں دوسری رجمنٹ سرکار انگریزی کی رہے اور انگریزوں کی فوجیں افغانستان میں موسم بہار تک مقیم
 رہیں۔ اسکے بعد وہ ملک کو خالی کر دیں اس وقت روانگی کے لئے عہدہ موسم ہو گا اور آخری شرط یہ تھی کہ
 امین اللہ خان جو خاص محرک مفسدہ کا تھا وہ محمد اکبر خان کے حوالے کیا جائے۔ میک ناٹن صاحب نے
 کہ آخری شرط میں نامطور کرتا ہوں اور باقی شرائط میرے خیال میں قابل منظوری ہیں۔ بعد اس کے محمد اکبر خان
 اور میک ناٹن صاحب کی ملاقات کا وقت قبل از دوپہر مقرر ہوا۔ کپتان ٹرور اور میکنیٹ اور کپتان
 جارج لارین صاحب بلائے ہوئے دوپہر کو میک ناٹن صاحب کے پاس گئے۔ روانگی کے وقت جنرل نفٹن
 نے اُن جانے والوں سے کہا کہ مجھے کسی قدر فریب کا خوف ہے اور اس معاملہ میں دھوکا معلوم ہوتا

ہے۔ میک ناٹن صاحب نے جواب دیا کہ اگر آپ اب بھی فوراً فوجوں کو باہر لاکر دشمنوں سے لڑیں تو میں آپ کے ہمراہ ہوں اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ اُن کو شکست دیں گے اس مصالحت کی گفتگو پر مجھے کچھ بھروسہ نہیں۔ مگر جنرل صاحب نے سر ہلا کر کہا کہ فوجیں قابل اعتبار نہیں رہیں میں لو نہیں سکتا۔ میک ناٹن صاحب کے ساتھ کارڈ میں کچھ تھوڑے سے سوار گئے۔

جارج لارنس سے میک ناٹن صاحب نے کہا کہ میں نے اکبر خان کو اپنے ہتھیار کے لئے طرہ قرار بنایا ہے اور اس ملاقات میں اس سے تمام معاملات قابل طینان حاصل ہو جائیں گے۔ جارج لارنس نے عرض کیا کہ خدا کرے آپ کی امید برائے مگر کسی قریب کا خطرہ تو اس میں نہیں ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ بلاشبہ قریب کا خطرہ ہے لیکن میں کیا کروں جنرل نے جنگ کرنے میں اپنی ناقابلیت ظاہر کی۔ کسی طرف سے ہم کو مدد کی امید نہیں دشمن ہم کو کھلاتے ہیں۔ عہد نامہ کی کوئی شرط انہوں نے پوری نہیں کی۔ مجھے ان لوگوں کی کسی قسم پر بھروسہ نہیں ہے چھ ہفتہ سے جس طرح میں زندگی کو سختی سے بسر کر رہا ہوں آپ اسے بخوبی جان رہے ہیں۔ بجائے اسکے کہ دولت حاصل ہو اور اسی طرح زندگی بسر کرنے کو جیسی کہ چھ ہفتہ سے ہو رہی ہے۔ مومر تیرے مرنے کو اچھا جانتا ہوں۔

کامیابی صرف ہماری عزت بچائے گی اور تمام خطرات سے نکلے گی۔ مقام ملاقات چھاؤنی سے دریائے کابل کے قریب قلعہ محمد شریف کی طرف تقریباً دو تین سو گز کے فاصلہ پر تھا۔

اکبر خان اپنے غلڑی سرداروں کے ساتھ یہاں پہلے سے آگیا تھا ملاقات کے وقت طرفین معمولی صاحب سلامت ہوئی میک ناٹن صاحب نے اکبر خان سے کہا کہ گرانٹ صاحب کا گھوڑا اور لارنس صاحب کا دونوں تین بجے لئے آپ نے درخواست بھیجی تھی وہ آپ کے لئے موجود ہیں اس نے اُن کو لے کر شکریہ ادا کیا۔ پھر گھوڑوں سے اتر کر زین پوشوں پر بیٹھے جب کثرت سے افغان مسلح گرو دیئے تو میک ناٹن صاحب نے اکبر خان سے کہا کہ یہ مجلس باز ہے اُن لوگوں کو پرے بھیجے تو اکبر خان نے کہا کہ اُہ صاحب ہم سب لوگ ایک ہی کشتی میں ہیں اکبر خان نے میک ناٹن صاحب سے پوچھا کہ شب کو جو عہد نامہ آپ کے پاس بچا گیا تھا آپ اس کی شرائط ملتے پر راضی ہیں۔ صاحب مدوح نے یہ مختصر سا جواب دیا کہ کیوں نہیں؟ میکنٹزی صاحب لکھتے ہیں کہ دفعتاً اکبر خان پکا مارا گیا۔ مگر میں نے جو پھر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میک ناٹن صاحب کا بایاں بازو بڑا خشناک چہرہ بتائے ہوئے پکڑے ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا دایاں بازو سلطان خان نے پکڑا اور دونوں اس کو کھینچے ہوئے

لارنس اور مسکینی وٹھویر کی مشکیں باندھی گئیں اور ہتھیارے لئے گئے۔ اور ان کو گھوڑوں برافغان سردار نے اپنے سچے بھالیا۔ ٹرلور صاحب رستے میں گھوڑے سے گرے ان کو افغانوں نے مار ڈالا۔ باقی دو پہر ترائی نمد اخدا کر کے قلعہ محمود آباد میں پہنچ گئے۔ بہ امر شتبہہ ہے کہ اکبر خان نے پہلے سے سرولیم میک ناٹن کے قتل کی صلاح کر لی تھی بائیں کے صاحب جو تاسخ افغانستان کے سب زماہ اعلیٰ مورن ہیں نقل ہیں کہ اکبر خان کے ساتھ گفتگو میں میک ناٹن صاحب مخالفت اور مقابلہ کرنے سے باز نہیں آنے تھے اسلئے اکبر خاں کو ایسا خصہ آیا کہ وہ اسکو روک نہ سکا۔ اور اپنی کمر سے تینہ کنال کر میک ناٹن صاحب کے جسم میں باراجکو وہ فقط گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ یہی مورخ ایک اور جگہ لکھتا ہے۔ یہ کسی طرح نہیں ظاہر ہوتا کہ اکبر خان کا ارادہ پہلے سے یہ تھا کہ میک ناٹن صاحب کو قتل کیجئے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نتیجہ اکبر خان کے مغلوب الغضب ہونیکا تھا جو اس نوجوان بارک زئی کی حبلیت میں تھا۔ اور اکثر پہلے بھی وہ اس مغلوب الغضب ہونے کے سبب سے ایسی حرکتیں کر چکا تھا کہ جن سے وہ خود پستایا کرتا تھا۔

لیکن ہنری لارنس صاحب کے کاغذات میں اکبر خان کے اس خط کا ترجمہ خود ان کا کیا ہوا ملا ہے۔ جو اس نے اپنے بھائی فضل خاں کو لکھا تھا۔ اور اس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ یہاں کے واقعات یہ ہیں کہ جب ہماری تیخ بازی اور قحط سے کافروں کی حالت نہایت تنگ ہوئی۔ اور ان کی سپاہ ایسی بھوکی مرنے لگی کہ موت کے لئے دعائیں مانگنے لگی تو لارڈ صاحب (میک ناٹن) نے دیکھا کہ اب کوئی چارہ سوائے عجز و انکسار کے نہیں ہے تو اس نے نیچے لکھا کہ آپ مجلس ملاقات منعقد کیجئے میں آپ کی مرضی کے موافق کام کروں گا۔ چنانچہ میں تین یا چار سو اوروں کو ساتھ لے جا کر بی مار دیں اس سے ملنے گیا اسکے ساتھ بھی کچھ انگریز تھے۔ اس نے قسم کھائی کہ میگازین اور توپیں اور ذخائر سامان اور روپیہ اور مال اسباب جو چھادنی میں ہیں یہ سب چیزیں میرے سپرد کی جائیں گی اور بالا حصار خالی کر دیا جائے گا اور بڑے ذی جاہ چار انگریز بہ طور اول یا ضامن میرے سپرد کئے جائیں گے اور جب امیر صاحب (دوست محمد خان) اسکے اور میرے کہنے کے آدمی پشاور میں آجائیں گے تو یہ ضامن چھوڑ دیئے جائیں گے اور اس نے منہ سے در خواست کی کہ بناویر میں ان کے بغیر عافیت پہونچا دینے کے آپ کفیل ہوں اور شاہ شجاع کو آپ اجازت دیں کہ جہاں اس کا جی چاہے چلا جائے اور اگر وہ کابل میں رہے تو اسکے تئیں کوئی تکلیف نہ دی جائے گی۔

سیک ناٹن صاحب نے ان باتوں کے کرنے کی قسم کھائی اور اپنی جان کی امان مانگی۔ مجھ بندہ خدا نے ان باتوں کو منظور کیا اور وعدہ کیا کہ اُسکو بشاوت تک بخیریت پہونچا دوں گا۔ دوسرے دن لارڈ صاحب اپنی فوجوں اور توپوں کو بالا حصار سے چھاؤنی میں لے آئے اور ایف اے وعدہ رآ مادیہ ہوئے۔

ہم دو تین دفعہ پھران سے ملے اور اُس نے پھر بھی درخواست کی کہ میں اسکو پٹا ور میں بخیر و عافیت تمام پہونچا دوں گا اگرچہ اس کام کے کرنے میں ہمارے نفع تھا مگر میں نے سوچا کہ اسکو اور باقی انگریزوں کو بچا دینا اسلام کے حق میں مضر ہوگا۔ مینے یہ بھروسہ کر کے کہ میرا پروردگار میرے اس کام کو پسند کریگا اور اسلام پر بہت لوگ ایمان لائینگے میں نے باپ اور بھائی اور کنبے کا کچھ خیال نہیں کیا۔ نوں شہر ریع کو پہلے طرح چار سواروں کو ساتھ لیکر لاٹھ صاحب سے چھاؤنی کے قریب ملا جسکے ساتھ چار انگریز اور پیں گورے سوار تھے۔

ہم گھوڑوں سے اترے اور آپس میں ملے اور کچھ گفتگو کے بعد مجھ بندہ خدا نے لارڈ کا ماتھ پکڑا اور چھاتی میں گولی ماری اور اپنی تلوار سے ٹکرے ٹکرے کر دیئے۔ تین یا چار سوار جو میرے ساتھ تھے انہوں نے ٹریور پر اور انگریزوں پر ماتھ چلایا اور ٹریور صاحب کو مار ڈالا اور کوٹنی الگ سینڈروٹ اور لارنس کو زخمی گرفتار کر لیا۔ لاٹھ کے ساتھ جو سوار تھے انہوں نے مجھ پر دو تین دفعہ گولیاں چلائیں۔ لیکن خدا نے مجھے بال بال بچایا۔ غازی قیدیوں اور لاشوں کو شہر میں لے گئے۔ اور چوک کے دروازے پر لاشوں کو لٹکا دیا اس کام سے مذہب اسلام کو بڑی تقویت ہوئی۔ اور کافروں اور انگریزوں کو جان ستان سزا ملی۔

چھاؤنی میں باقی کافروں اور انگریزوں کی سبائہ نے بجابت سے امان مانگی اور بڑی عاجزانہ درخواست کی کہ ہماری جان بخشی ہو اور ہم پٹا ور تک پہونچا دیئے جائیں ہم سب تو پیں اور اس باج رسد یہیں چھوڑ جائینگے۔ انشاء اللہ ہم دو تین دن میں ان کو امان دیں گے اور چھاؤنی سے باہر نکالیں گے یا ان کو مار کر ٹکڑے ٹکڑے کرینگے اور چھاؤنی کو لوٹ کر بالکل خلعت اور تباہ کر دیں گے۔ تاک کے اس حصہ کی طرف اور ہماری طرف سے آپ اطمینان خاطر رکھیں اور آپ اپنا فرض ادا کیجئے اور اس طرف کے کفار کو فی التار کیجئے اور غزنی میں جو سیاہ ہے وہ بھی غارت ہو گئی ہے اور غزنی اور بالا حصار پر اہل اسلام کا قبضہ ہے۔ والسلام

ہان لڑائی تو ایسی ہوئی ہے۔ اسے افغانوں اور یمنیر کے پیرو مطمئن رہو کہ ہم نے کابل میں کافروں کا مارنا شروع کر دیا ہے اور جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ ہندوستان اور انگلستان میں عیسائیوں کا گھر ماتم کہہ اس قتل عام کے سبب سے ہو گا جو ہونے والا ہے۔ والسلام

اب اس خط پر یہ اعتراض ہوتے ہیں کہ میک ناٹن صاحب کے ساتھ ہندوستانی سوار تھے گورے سوار نہ تھے اور اکبر خان کے ساتھ تین یا چار سوار نہ تھے بلکہ بہت سے تھے۔ انگریزوں میں تین کا نام بھی لکھا ہے جو نہیں مضموم ہوتا کہ نہ تھے۔ میک ناٹن صاحب کے ساتھ تین افسر کپتان ٹریور۔ اور جارج لارنس وکوسن ویکٹوری تھے اس خط کو اگر صحیح مان لیا جائے تو اس میں شبہ نہیں رہتا کہ اکبر خان کے دل میں پہلے سے میک ناٹن صاحب کے قتل کا ارادہ تھا۔ غرض اس باب میں کوئی امر محقق نہیں کہ میک ناٹن کیونکر قتل ہوا اکبر خان نے اسے مارا یا غازیوں نے مگر اس میں شبہ نہیں کہ میک ناٹن صاحب کا سر کابل کے چوک میں پھرایا گیا۔ اور ان کا دھڑ باناروں میں گھسیٹا گیا۔

کپتان ٹریور اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ دورنگی میں میک ناٹن صاحب پر اکبر خان سبقت لے گیا۔ ۲۶ دسمبر ۱۸۴۱ء کو اکبر خان نے اسکو بلایا کہ یہی ایمانداری کا امتحان کرے۔ رٹائی پانے کے لئے تنکے پر سہارا لینے سے وہ اس گڑھے میں سر کے بل گرا جو اسکے دشمن جان نے اسکے لئے کھودا تھا۔ اکبر خان کا یہ مطلب تھا کہ سروہیم کو اپنے ملک کی آزادی اور باپ کی بھالی کا ضامن اور کفیل بنائے۔ مگر اس کی تکراروں نے اکبر خان کو ایسا غصہ دلایا کہ اس نے اس تنچے سے جو چند گھنٹے پہلے اس نے اس کو دیا تھا اسکو مار ڈالا اسکے جسم کا قیمہ غازیوں نے کیا۔ اور اسکا جسم بے سر پڑی دھوم دھام سے کابل کے بازاروں میں پھرایا گیا۔ غرض اس طرح ایک لا اور کال اشرف اور بڑے فاضل اور گورنمنٹ کے بڑے گرم کوش ملازم کی زندگی کا خاتمہ ظلم و ستم کے ساتھ ہوا اور چند سو گز کے فاصلہ پر انگریزی سپاہ چار ہزار موجود تھی۔ ایک سے زیادہ افسروں نے سروہیم کی لاش پر دیکھا کہ لوگ حملہ کر رہے ہیں اور ایک افسر نے یہ بھی دیکھا کہ افغان اس کی لاش کا قیمہ کر رہے ہیں اور سپاہیوں کے دل جنگ کے لئے بھرک رہے تھے مگر اس دن ایک ہاتھ نہیں اٹھا کہ مقتول کا انتقام لے باؤسکے زندہ ہزاروں کو بچاتے۔ ہندوستانی سوار جو ہمراہ تھے وہ چھاؤنی میں بھاگ گئے اور افسران جنگ نے اس بات کا یقین نہیں کیا کہ وہاں یہ واقعہ گذرا ہوگا مگر جب اس واقعہ کا یقین ہو گیا۔ تو میراٹھ ڈپوٹنر بلائے گئے کہ وہ میک ناٹن صاحب کی ڈپوٹنری کا رشتہ جو ٹوٹ گیا تھا اس کو پھر جوڑیں اور عہدے کے موافق جو برائے نام رہ گیا تھا پھر عہدہ بیان کریں ان صاحب نے بھی اپنے پلیٹری دوستوں سے اتجاہ کیا کہ بے ایمان دشمن سے اب عہدہ بیان کرنا بے فائدہ ہے اب بالاحصار میں آخر موسم تک رہنا چاہئے یا بزورِ شمشیر خواہ اس میں کچھ ہی جو کھوں ہوں جلال آباد جانا چاہیے۔ کچھ دیر کے لئے جنرل صاحب

کا ارادہ ہوا کہ بڑا بہادرانہ طریقہ اختیار کریں جس سے عزت قائم رہے۔ مگر شلیٹ صاحب کی ضد نے اُن کی اس بلند ہمتی کو پست کر دیا۔ اور کونسل جنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ الکرخان اور اُس کے ساتھی جو شریلیٹش کریں۔ اُن کو قبول کرنا چاہئے۔

پوٹنجر صاحب نہایت آزرده دل ہو کر جنرل صاحب کی ہدایتوں کی تعمیل پر مستعد ہوئے۔ عہد نامہ کی جو ترمیم ہوئی اُسکے موافق یہ شرائط تھیں کہ تمام توپیں سوا ۶ میدانی توپوں کے اور تمام بچی ہوئی بند توپیں ہتھیار اور خزانے کے تمام سکے دشمنوں کے حوالے کئے جائیں اور میک ناٹن صاحب نے جو پشاورتک بحیرہ عافیت پہنچا دینے کے لئے سارے بارہ لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے وہ روپیہ دیا جائے۔ ۱۸۴۲ء کی پہلی تاریخ کو صلحنامہ جس برافغانوں کے اٹھارہ رئیسوں کی مہر پر تھیں نظر آیا۔ سپاہ کی روانگی کی مایوسانہ تیاریاں ہونے لگیں اسیں بدانتظامیوں اور بلوے کی صورتیں نظر آتی تھیں۔ مگر شلیٹ صاحب نے ان کے اندر اسے انکار کر دیا۔ وقتاً فوقتاً بڑی شدت سے برف برستی تھی۔ ہندوستانی سپاہیوں پر اس موسم میں جس سے وہ بالکل نا آشنا تھے جو مصیبتیں ایسی حالت میں پڑنے لگیں وہ آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں کہ پیٹ کو آدھا کھانے کو ملتا ہوا اور کپڑا بدن ڈھکنے کو نہ ملتا ہو۔ شاہ شجاع اور کمال کے دوست چتریا بھیجتے تھے وہ اور پریشانی پر حیرانی بڑھاتی تھیں۔

پانچویں کو پھر پوٹنجر صاحب اور لارنس صاحب نے جنرل صاحب سے بالاحصار میں چلے جانیکے لئے باہر اتر اٹھاس کیا جنرل نے کہا کہ انہیں ہم کو مراجعت کرنی چاہئے اور حکم دیدیا کہ کل صبح کو جلال آباد کی طرف کوچ کیا جائے اور ہر جنگی سپاہی تین دن کا کھانا اپنے پیٹھ میں رکھے۔

سپاہ چھاوٹی میں ہر طرح کی ذلت و خواری اور حقارت اٹھا رہی تھی اُسکے خالی کرنے کی نحوں گھڑی آئی کہ ۶ جنوری کو صبح سپاہ روانہ ہونی شروع ہوئی گڑا کے جاڑا پڑ رہا تھا زمین اور پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے تھے سردی نہایت گرم کپڑوں کے اندر بھی حجم کو چھبے ڈالتی تھی ہندوستانی سپاہیوں اور بحیرہ آدمیوں کے پیلے کپڑوں اور ناقوس جموں کے اندر تو وہ کلیجوں میں تیر لگاتی تھی۔ چھاوٹی سے جو جنگی سپاہ باہر نکلی اس میں چار ہزار پانچ سو مسلح آدمی تھے جن میں ۶۹۰ گورے اور ۲۸۴۰ ہندوستانی پیدل سپاہی اور ۶۰۰ ہندوستانی سوار تھے اور گھوڑ چڑھی ۶ توپوں کے سوار گورے تھے اور اُن کے ساتھ تین بھاری توپیں اور تھیں۔ عہد نامہ میں تو پوجانہ کی توپوں کی تعداد انگریزوں کے لئے مقرر کردی تھی کہ اس سے زیادہ وہ

انے ساتھ نہیں ہلے جاسکتے تھے اس پر ہا در سپاہ فواعدان خوش دل میں اس قدر طاقت تھی کہ وہ انہیں مقام کو اغلاز کے حملے سے بچا سکتے تھے اور ضرورت کی صورت میں ان پر سلا کر کے کامیاب ہو سکتے تھے۔ لیکن محض یہ کہ بد نصیب سپاہ کا دل سرد ہو گیا تھا۔ اس کی ڈھان پٹ سستی آگئی تھی اسکے سردار مردہ دل اور ضعیف قلب ہو گئے تھے اسکے ساتھ ہیر کے باؤنہرا آدمی چھپے لگے ہوئے تھے جن میں عورتوں اور بچوں کا بڑا گروہ تھا سپاہ کا ہراول چھاوئی سے فوج کے صبح کے روانہ ہوا وہ دریائے کابل پر اس سبب سے رکا کہ عارضی پل اس پر ہنوز نہیں تیار ہوا تھا۔ دوپہر کے بعد ہراول کی سپاہ اسکے یار اتری اس ہراول کے سپہ سالار شیلٹن صاحب تھے ان کے ساتھ لیڈیاں اور کمزور اور بیمار آدمی تھے۔ اسلئے سچ سچ سفر ہوتا تھا۔ یہاں ہی سے ہراول میں بدنظمی تھی کہ ہیر کے آدمی جو کثرت سے پرتل کا اسباب و چیز و بست لئے ہوئے تھے وہ سپاہ کے ساتھ خلط ملط ہونے سے روکے نہیں جاسکتے تھے۔ چھاوئی کا جو حصہ انگریزی سپاہ سے خالی ہوتا جاتا تھا وہ افغانوں سے پڑھتا جاتا تھا وہ اپنی خوشی کے لغزوں سے ہوا کو بھاڑتے تھے اور ہر طرح کی غارتگری کرتے تھے۔ چھاوئی سے ہراول کی باربرداری کے اوٹ دوپہر کے بعد نکلے۔ چنداول کی سپاہ چھاوئی سے باہر اس میدان میں جمع ہوئی جو دریا اور فضیل چھاوئی کو درمیان تھا۔ افغانوں نے لوٹ کی خوشی کو چھوڑ کر فرنگیوں کو قتل کرنے کی خوشی اختیار کی اور جزیل ان پر چھوڑنی شروع کیں۔ جب شام کو چنداول کی سپاہ چلی تھی تو ایک افسر اور پچاس آدمی مردہ برف میں پڑے تھے جن کو افغانوں کی آگ نے سرد کیا تھا۔ تو پچانہ کے آدمیوں کے مارے جانے کے سبب سے دو توپوں میں کیلیں ٹھونک کر ان کو چھوڑنا پڑا۔ چنداول کی فوج کے پیچھے جو غازی پڑے اسکے سبب سے ان کو بہت سا اسباب افغانوں کے لوٹنے کے چھوڑنا پڑا۔ جو افغان لوٹ کے ایسے بھوکے نہیں تھے جیسے کہ انگریزوں کے خون کے پیاسے۔ وہ بے شمار ان سپاہیوں اور ہیر کے آدمیوں کو قتل کرتے تھے جو سپاہ سے جدا ہو کر راہ میں لیٹ جاتے تھے یا اینٹھ جاتے تھے۔ یا یوں کی حالت میں محنت کے لئے وعائیں مانگتے تھے اس کی کچھ پروا نہ تھی کہ ان کو افغانوں کے چھپرے قریب کریں یا سردی ان کو مردہ بنا دے اپنے ساتھیوں سے التجا کرتے تھے کہ ہم کو مارتے جاؤ۔ صرف بچوں کو مائیں چھوڑ جاتی تھیں آگے سو گرنے جانے پانی تھیں۔ کہ نو دہر جاتی تھیں ۶

دوسرے دن دو بجے دن کے چنداول کا لشکر درہم درہم حیران پریشان چھیل پڑا اور پہونچا اس چھوٹے سے چھیل کے سفر کے ختم ہونے سے برف میں لیٹنا پڑا۔ چھاوئی کو افغانوں نے آگ لگائی تھی اسکے شعلہ ان کی راہ سفر کی ٹھولیں نہایت تھیں کافروں کی کسی نشانی کو افغان باقی نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ سب کو مٹاتے چلے جاتے

تھے۔ رات کو بڑا شدت کا جاڑا پڑا۔ جو عامیں برف سے خالی تھیں اُن میں سپاہی اور بھیرے آدمی بیٹھے۔ نہ انکے پاس کھانے کو تھا اور نہ آگ جلانے کے لئے تھے۔ اور دوسرے سو اے آمان کے کوئی سایہ تھا۔ بہت سے آدمی لپٹ کر سوئے کہ ایک دوسرے کو گرمی پہنچائیں رات بڑی سرد اور بھارت تاریک تھی۔ بہت سے آدمی اکڑ کے اکڑے رہ گئے بہت سے سرما زدہ ہو گئے۔ وہ چھاؤلی کی مسرت ناک صبح کی معمولی آوازیں اس غمناک پڑاؤ میں نہیں سنائی دیتی تھیں۔ جارج لارنس اس غمزدہ حالت کی تصویر یوں کھینچتے ہیں۔ کہ تمام آدمیوں کی خاموشی سے اُن کی مایوسی اور بے حس و حرکت ہونا ظاہر ہوتا تھا۔ سپاہ میں نافرمانی شروع ہو گئی تھی شاہ کی ایک پیدل رجمنٹ اور صیغہ وائی نر سیاہ پہلے ہی سفر کے دن رات میں بالکل بھاگ گئی۔ سالوں تاریخ کو سفر سیاہ کے لئے احکام جاری ہوئے۔ لنگل نے سفر کے لئے آواز نہیں لگائی۔ سپاہ بھیر اور مولتی سب آیس میں گڑبڑ ہو کر اس طرح جملے کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی لشکر آئیں جاتا ہے اُن میں کوئی ترتیب و صف بندی سپاہ کی ہی نہ تھی۔ سپاہی بالکل اپنے کام کے قابل نہ رہے تھے۔ اُن کی انگلیاں ایسی اکڑ گئیں تھیں کہ وہ ہتھیاروں کے تھامنے کے کام کی نہیں رہی تھیں۔ پہلے دن جو ہر اول سیاہ تھی وہ آج چنڈا دل سپاہ بنی جو اسباب و چیز بست چھوٹی گئی تھی اسکو افغان لوٹ کر چھت ہوئے۔ اب انہوں نے چنڈا دل کی فوج کو ستانا شروع کیا جس کی روانگی میں تاخیر اس سبب سے ہوئی کہ سامنے بے ترتیب بھیرے آں کر رستہ روک لیا تین پھاڑی توپیں کچھ دیر کے لئے پیدل سپاہ سے جدا ہو گئیں تھیں اُن کو دفعتاً افغانوں نے آں کر لے لیا۔ این کوئل صاحب نے ۴ رجمنٹ ملکہ معظمہ کو اُن توپوں کے واپس لینے کے لئے اوجھار اُگراس نے کچھ بھی دسنا۔ گرین صاحب نے اپنے تھوڑے سے بہادر توپچیوں کو ساتھ لے لیا کر اور بریگیڈیئر توپوں کے پاس پہنچے۔ یلک ملک کے نہ پہنچنے سے مجبوراً اُن توپوں کو دوبارہ کیلیبر ٹھوک کر چھوڑنا پڑا۔ اس سفر میں توپخانے کے گھوڑے ایسے کمزور ہو گئے تھے کہ کھڑے جیڑھی توپوں میں سے دو اور توپوں کو مین ٹھوک کر چھوڑنا پڑا۔ اب سپاہ کے ساتھ توپوں کی ایک جوڑی رہ گئی۔ جس میں ۶ پونڈ کا گولہ چھوٹتا تھا۔ چنڈا دل رز رہا تھا کہ افغان سواروں کے ایک گروہ نے قلیسہ بڑھلایا اور بہت کچھ مال و اسباب لوٹ کر لے گیا۔ اور دو رتک لشکر میں بل چل ڈال دی۔ چنڈا دل کی سپاہ بالکل غارت ہو جاتی مگر شیلٹن صاحب اس کی کمک کو پہنچ گئے اور انہوں نے دشمنوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ بت خاک میں اکبر خاں ملا انس نے اقرار کیا کہ جلال آباد تک سپاہ کو بغاوت تمام پہنچانے کا حکم مجھے ہوا تھا مگر اسنے انگریزوں پر پلزام لگایا کہ انہوں نے قبل از وقت حیاؤنی سے سفر کر دیا تھا۔ اُس نے بت خاک میں کل

صبح تک ٹھہرنے کے لئے باصرہ رکھا کہ وہ سامان رسد مہیا کر دے گا لیکن اسکے ساتھ پندرہ ہزار روپے مانگے اور پتھر اور لارنس اور میکرنی کو قتل میں دینے کے لئے درخواست کی اور کہا کہ جب تک یہ خبر نہیں آئے گی کہ جلال آباد کو سیل صاحب نے خالی کر دیا آگے سپاہ سفر نہ کر سکے گی جنرل کی ہدایت کے موافق افغان مذکور اقل میں ایک ہزار پانچ سو گئے اور اُس نے جو روپیہ مانگا تھا وہ فرمانبرداری کے ساتھ دیا گیا۔ سپاہ نے اپنے ساتھ ساتھ پانچ دن کی خوراک لی تھی جن میں امید تھی کہ وہ جلال آباد میں پہنچ جائیگی۔ اب دو دن میں اس سپاہ نے دن میل اپنے سفر کے طے کئے دوسری رات آئی جس میں وہی مصیبتیں بھوکے مرنے اور سردی میں اکرٹنے اور سیدم ہونے اور مرنے کی آئیں جو

لبڈی سیل صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ اب کوئی پرتل کی خوبی باقی نہ تھی۔ اور نہ آدمیوں کے لئے اور جانوروں کے ساتھ خوراک باقی تھی ہر اڈنٹ پر کئی کئی سواریاں ہوتی تھیں صرف عمق میں ایک فٹ پڑی ہوئی تھی۔ پاس کی ندی میں سے پانی لانا اس سبب سے مشکل تھا کہ پانی لاسنے والوں پر رستہ میں گولیاں ماری جاتی تھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بڑی خوش نصیبی تھی کہ ایک خیمہ تھا جس میں ہم نوعوتیں آپس میں ایک دوسرے سے ملی ہوئی سوئیں۔ دن کے ٹھکنے پر سر اسٹلائیں ہی سر پانی شروع ہوئیں جو

اُس صاحب اپنا بڑا تعجب اس بات پر ظاہر کرتے ہیں کہ دوراتوں کے صرف برف و پالا پڑنے نے سپاہ کو بالکل غیر منظم کر دیا۔ اُس نے بڑے بڑے مضبوط و تومند آدمیوں کو بالکل ایسا دراندہ اور فرسودہ کر دیا کہ اُن میں خدمت کرنے کی قوت اور قابلیت ہی نہیں رہی۔ سواروں پر ایسی آفت نہیں آئی تھی پھر بھی وہ مجبوری اپنے گھوڑوں پر چڑھائے جاتے تھے۔ حقیقت میں چند سو ہی آدمی قابل خدمت باقی رہے تھے۔ جب دشمنوں کی گولیوں کے چلانے کی آواز آتی تو زندہ آدمی برف کے اندر سے بڑی جدوجہد کر کے پاؤں باہر نکالتے وہ سردی کے مارے اکرٹ گئے تھے اُن کے وہ ساتھی بڑے خوش نصیب تھے جو مر گئے تھے۔ لشکر کے عقب میں افغان بڑے کرتے تھے جس سے وہاں کے آدمی دھکا پیل کر کے آگے آتے تھے اور اپنے پرتل کے جانوروں سے بوجھ پھینک کر ساتھ لاتے تھے اور افغانوں کو میگ زین اور خزانے اور پلیٹ اور اسباب سے مٹی ہوئی زمین ٹوٹنے کے لئے ملتی تھی۔ لیڈیاں پالکیوں اور ڈولوں میں اب نہیں سوار ہوتی تھیں اور اُن کے اٹھانے کے لئے کوئی کہاں زندہ نہ رہتا تھا وہ اونٹوں پر کچا ہوں میں سوار ہوتی تھیں اُن میں بعض بڑی ضعیف اور ناتوان تھیں ایک یم صاحبہ کی گود میں پانچ دن کا بچہ تھا جو

لیڈی سیل صاحبہ بیان کرتی تھیں کہ میں اپنے گھوڑے پر سوار تھی جس پر مجھے بڑی سردی لگی تو میں ٹی منوں چوٹی کے میس کورٹ سے ایک تام لیت ٹیری شراب کا مجھے پینے کو ملا۔ اگر میں اُسکو کسی اور وقت میں پیتی تو مست ہو جاتی۔ مگر اب اس سے میں صرف گرم ہو گئی۔ بچوں پر سردی کا اثر ایسا تھا کہ وہ ٹیری شراب کے پیلے پی جاتے مگر اُسکے نشہ کا اثر کچھ نہ ہوتا تھا جو

دو پہر کو زندہ آدمیوں اور جانوروں نے پھر ایک دفعہ حرکت کی۔ سپاہ بالکل تتر بتر تھی۔ ہراول کے ساتھ پرتل کا اسباب خلط ملط ہوا تھا۔ اب بڑی مصیبت یہ آئی کہ درہ خرد کابل کی تنگ راہ میں چلنا پڑا وہاں کم نیل لمبا تھا۔ اس کے گرد پہاڑوں کی دیواریں کھڑی تھیں اُن کے اندر ایک پہاڑی مذی زور سے ہتی تھی۔ جس کے کنارے سب سے بہتے تھے اس میں جانا موت کے منہ میں جانا تھا وہاں لشکر کا قتل ہونا شروع ہوا۔ ہراول کی سپاہ کے ساتھ جید افغانی سوار ہوئے تھے جن کے لازم اپنے آقاؤں کے حکم سے غلزنوں کو چوبند یوں مہم کھڑے تھے آوازیں دیتے تھے کہ گولیاں مت مارو۔ مگر ان اقوام نے اُن کے کہنے پر کچھ خیال نہیں کیا غلزن پچاس گز کے فاصلہ سے گولیاں مارتے تھے جو قاتل ہوتی تھیں۔ لیڈی سیل صاحبہ کے بازو میں ایک گولی لگی اور تین گولیاں اُنکے کپڑوں میں سے ہو کر باہر نکل گئیں۔ سب سے زیادہ اثر افغانوں کی گولیوں کا ہراول اور چنداول کے سپاہیوں اور پرتل کے آدمیوں پر ہوا۔ اکثر لیڈیان اُونٹوں پر سوار تھیں جن میں سے بعض کو عجیب طان جو کھوں کے واقعات پیش آئے اونٹ کے کجاوہ کے ایک طرف ایک لیڈی صاحبہ اور اُن کا چھوٹا بچہ اور کجاوہ کی دوسری طرف لیڈی صاحبہ اور ایک بڑا بچہ سوار تھے۔ ایک اونٹ کے ایک کجاوہ میں سس بونڈ اور اُن کا چھوٹا بیٹا۔ اور دوسرے کجاوہ میں سس واٹرنگ صاحبہ مع اپنے بچے اور سس انڈرسن کے بڑے بچے کے بیٹھی تھیں کہ اونٹ کے گولی لگی اور وہ گرے۔ سس بونڈ کو ایک سوار ہندوستانی صبح سلامت لے گیا اور اُنکا بچہ جو دوسرے کے پیچھے بیٹھا تھا وہ سوار مارا گیا اور بچہ افغانوں کے ماتھے آیا۔ انڈرسن کی لڑکی بھی ماری گئی سس واٹرنگ جن کی گود میں ایک بچہ تھا ایک پرتل کے ٹوپر پڑھنے لگیں تو اُس پر بوجھ اُتر پڑا تو وہ پیدل چلیں کہ ایک افغان سوار تلوار لے کر آ کے پیچھے پڑا۔ اور جس شمال میں کہ بچہ لپٹا ہوا تھا اسکو چھیننا چاہا مگر ایک ہندوستانی سوار نے افغان کو مار ڈالا۔ سس صاحبہ تو پڑاؤ پر پہنچ گئیں مگر سوار جس نے اُن کی جان بچائی تھی مارا گیا جو

چنداول کی سپاہ پر جس میں ۳۴ پلٹن، ایک معطرہ کی تھیں بڑا ہولناک حملہ ہوا۔ درہ کی ایک تنگ راہ

میں اسکو ایک سدا راہ نے روکا جس کے سبب اسکو ٹھہرنا پڑا۔ اور اس ٹھہر کے میں اسکو بڑا نقصان پہونچا
 بڑی بہادری سے گورے مقابل کرتے ہوئے درے سے باہر نکلے اور ان میں سے جو زندہ رہے اپنے ٹیمپ کی
 جگہ میں پہونچے اس درے میں پانچ سو سپاہیوں اور ۲۰ بہیر کے آدمیوں کا نقصان ہوا۔ اکبر خاں اور سردار
 انگریزوں کو ساتھ لئے ہوئے سوار ہو کر سپاہ کے قدموں پر آگے چلے۔ اکبر خاں نے اقرار کیا کہ اسکا مقصد یہ تھا
 کہ آتش افشانی کو دور کرے۔ لیکن میکسنزنی صاحب لکھتے ہیں کہ پوٹنجر صاحب نے مجھ سے کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو
 میکسنزنی تم اس بات کو یاد رکھنا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ اکبر خاں پشتو زبان میں تو یہ کہتا تھا کہ قتل کرو اور فارسی
 میں یہ کہتا تھا کہ آتش فشان کو موقوف کرو۔

اؤل کے آدمی غضبناک غازیوں سے پہاڑیوں کے غاروں میں شام تک چھپائے گئے جب شام
 کو نکلے تو وہ ان مقاموں سے گذرے جہاں بہت سے آدمی قتل ہوئے تھے۔ تو ان کو ایک ہوناک مقام سے
 دوسرا مقام زیادہ ہوناک مقام نظر آیا۔ تمام لاشیں نکل پڑی ہوئی تھیں بچوں کے دو دو لکڑے ہوئے تھے ہندوستانی
 مرد اور عورتوں میں بعض بچ بستہ ہو کر مر گئے تھے بہت سے قید قید کئے گئے تھے۔ بہت سے آدمیوں کے گلے
 کان سے کان تک کٹے ہوئے تھے۔

خرد کابل کے ٹیڑھا جس میں کوئی خیمہ نہ تھا رات کو برابر پرفریزی رہی۔ ۹ تاریخ صبح کو تتر بر سپاہ نے سفر
 شروع کیا وہ ایک میل چل کر ایک دن کے لئے ٹھہرائی گئی اور قیام کا حکم اس سبب ہوا کہ اکبر خاں نے کپتان سکر فٹ
 کو بھیجا کہ وہ اُس کی طرف سے یہ امر پیش کرے کہ لیڈیوں اور بچوں کی حالت بڑی قابل افسوس ہے اور مجھے اُن کے
 ساتھ بڑی ہمدردی ہے وہ سب میری محافظت اور نگرانی میں سپرد کئے جائیں اور جو انگریز متاثر ہیں وہ اپنی بیویوں
 کے ساتھ چلے آئیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس گروہ کو کچھ تکلیف اب آئندہ نہیں ہوگی۔ اور سپاہ کے پیچھے اس کو میں
 عافیت گاہ میں پہونچا دوں گا۔ جنرل کو اکبر خاں کے قول و فعل کا کچھ عتبہ بار نہ تھا مگر اُس نے اکبر خاں کی درخواست کو
 بھی منظور کر لیا۔ اُن سپاہی عورتوں اور بچوں کو کابل سے روانہ ہو کر ایک وقت کا کھانا بھی نہیں ملا۔ سو اس کے
 کوئی اور چارہ نہ تھا۔ اُن میوں میں سے بعض اپنے بچوں کو جو ابھی پیدا ہوئے تھے، دو دو چلاتی تھیں۔ بعض ایسی
 تھیں جن کے وضع حل کے دن قریب تھے بعض اُن میں ایسی ضعیف اور ناتوان تھیں کہ جب اونٹ پر کجاووں میں
 بیٹھتیں تو برف کے مارے کانپتیں اور اُن کے پاس سوائے اس رات کے لباس کے جو انہوں نے پہنا ہوا
 میں بالکیوں میں سوار ہونے کے وقت پہنا تھا کوئی اور لباس نہ تھا اکبر خاں نے رسد نہیں بھیجی تھی۔ ۱۰ کی

صبح کو گرسنہ سرمازدہ شامت نوہ شکر نے سفر شروع کیا کثرت سے آدمیوں کے بھاگنے سے وہ قلیل ہو گیا اس نے دو میل سفر خیر و عافیت کے ساتھ کیا کہ وہ ایک تنگ اور تاریک درے میں آیا جو باندھا تھا اس کا عرض و مسافت سے زیادہ نہ تھا بلند یوں پر سے افغانوں نے گولیاں مارنی شروع کیں۔ ہراول لڑتا پھرتا باہر نکل آیا اور اپنی قیام گاہ کبار جہاں پہنچ گیا وہاں باقی لشکر کا منظر تھا مگر اس لشکر کی قسمت میں نہ تھا کہ وہ اس تنگ تارک درے سے زندہ نکلے۔ چند آدمی مشکل سے مرنے گرتے ہراول کے پاس پہنچا اب معلوم ہوا کہ جس قوی توانا برگٹ کو کابل کی چھاؤنی سے سفر کرتے ہوئے چار دن گذرے ہیں ان میں کتنے زندہ باقی ہیں۔ افغانوں نے گولیوں سے آدمیوں کو مار کر تنگ راستہ کو مردوں اور لڑنے والوں سے بھر دیا۔ ایک طرف غلزیوں نے درے سے نکلنے کا راستہ بند کر دیا اور پہاڑ کے ڈھلانوں سے افغانوں نے اور ترکز تلواروں سے آدمیوں کو فوج کرنا شروع اور جب تک آدمی زندہ رہے انہوں نے قربانی کرنا نہ چھوڑا۔ چنداول کی ہندوستانی سپاہ کی چھٹ باکل قتل ہو گئی سوائے دو تین زخمی افسروں کو جو کسی حکمت سے باہر نکل آئے تھے اور ہراول کی فوج سے مل گئے تھے۔

اب سپاہ جو باقی رہی ہیں ۴۴۴ دیں گوروں کی پلٹن میں دو سو سپاہی اور ہندوستانی رجمنٹوں میں تینا اوسط ہر ایک میں سو سپاہی اور ساتھ توپچی اور ایک توپ باقی رہی۔ جنرل نے اکبر خاں سے اس حملہ کی شکایت کی کہ باوجودیکہ آپ نے یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ سپاہ کو آئندہ کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی اس حملہ کرنے کا جائز رکھا۔ اکبر خاں نے ایسا نہایت افسوس ظاہر کیا اور عذر کیا کہ ہندوستانی غلزی کو اس حالت میں کہ ان کو خون و لوط کی اشتہا ہو انکا ایسا افسر بھی محکوم نہیں بنا سکتا لیکن میں اس بات کی ضمانت کرنے پر راضی ہوں کہ تمام یورپین افسروں کو جلال آباد تک بخیر و عافیت پہنچا دوں گا۔ اگر وہ سب اپنے ہتھیار مجھے حوالے کر دینگے اور بالکل اپنے تئیں مجھے سپرد کر دیں گے۔ جنرل نے اس درخواست پر ناک بھونچ کر طعانی اور سفر شروع کیا۔ سپاہ بے ترتیب بہرے آدمیوں کے مل جانے سے روانہ ہوئی ہفت کوتل سے ڈھلانوں پر اور ترکز تلپوں کی گھاٹی میں آئے میں سپاہی کچھ فاصلہ پر اور آدمیوں کے گروہ سے جاتے تھے کہ دفعتاً نئے قسائی ان کے قریب آئے کے لئے آئے اور ڈھلانوں کو مردوں اور قریب المگوں سے بھر دیا۔

کبار جہاں سے تزیین تک سپاہ کے سفر کرنے میں شیلٹن صاحب نے بڑی بہادری کر کے سپاہوں کو بالکل غارت ہونے سے بچایا اس نے اپنی رجمنٹ کے چند دلیر سپاہیوں کو ساتھ لے کر غلزیوں کے حملہ کو روکا۔

دفع کر دیا اور مار کر تیرھے ہٹا دیا۔ انہوں نے کہا کہ اکبر خاں یہ عہد لینا چاہتا ہے کہ تمام سپاہ ہتھیار رد و دستار پس اس لئے ایک مستقل کوشش کر کے چوبیس میل رات کو جلد سفر کر کے جگہ تک میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ سپاہ کو کوپہلے اس سے صاف کر دیں کہ دشمنوں کا وہاں قبضہ ہو۔ یہ تجویز شیلٹن صاحب کی اختیار کی گئی۔ شب کی اول چاندنی میں چپ چاپ سفر شروع ہوا۔ اس سفر کی پہلی نحوست یہ تھی کہ توپ جو ایک باقی رہ گئی تھی وہ بھجور بھیڑی پڑی سپاہیوں کے درمیان مہلک تاخیر سلئے ہوئی کہ آدمیوں میں چند گولیوں کے پڑنے سے ایسی ہل چل پڑی کہ وہ کبھی آگے آئے اور کبھی پیچھے گئے انہوں نے شیلٹن صاحب اور اس کی سینڈاول سپاہ کا رستہ روک دیا جس کو جگہ تک ۱۰ میل پر تھا اس میں متصل کہ بلند یوں پر افغانوں کا ہجوم ہو گیا۔ شیلٹن صاحب نے بڑی جوانمردی اور بہادری سے سپاہ کو لڑایا اور اتاریج کی روپہر کو جگہ تک میں پہنچے اور شکستہ دیواروں کے نیچے سپاہ پھیری مگر اس کو یہاں آرام لینا نصیب نہیں ہوا۔ افغانوں نے ایسے مقامات پر سے گولیاں ماریں شروع کیں جن سے بچنا مشکل تھا اور مرزا آسان تھا۔ دن بھر طرفین سے گولیاں پلٹی رہیں اور افغانوں سے ان کے بعض مقامات چھین لئے گئے۔ مگر انہوں نے پھر ان کو لے لیا۔ اور گولیاں بڑی شدت سے ماریں شروع کیں۔

اکبر خاں نے کیتان سکھ کو بلایا وہ جا کر پیغام لایا کہ جنرل آفٹنٹن اکبر خاں سے ملاقات کرنے جائے کہ وہ ایک مجلس مشورہ میں شریک ہوا اور بریگیڈیر شیلٹن اور کیتان جانشین اول میں جب تک دئے جائیں کہ بلال آباد کو انگریزی سپاہ خالی کرے اکبر خاں کے ارشاد کی تعمیل ضرور تھی۔ بریگیڈیر این کوئی ٹل کو آفٹنٹن صاحب کام سپرد کر کے اکبر خاں کے پاس گئے۔ اکبر خاں نے اصرار کیا کہ جنرل آفٹنٹن صاحب کو بھی اول میں رکھتے۔ جنرل نے کہا کہ میں موت کو اس بے عزتی سے بہتر جانتا ہوں کہ جو کھوں کے وقت میں میں اپنی سپاہ کی عمرانی جو جدا ہو جاؤں لیکن اکبر خاں میرے کہنے کا کچھ اثر نہیں ہوا اس نے یہ تجویز پیش کی کہ انگریز جو زندہ بچے ہیں وہ ہندوستانوں سے الگ ہوں اور ان میں سے ہر ایک میرے ایک ایک ہٹلے کے ساتھ سوار ہو اس لئے کہ غلزی جڑ گئے والے ایسے غضبناک ہو رہے ہیں کہ وہ کسی طرح انگریزوں کے قتل سے باز نہیں آئیں گے۔ لیکن ان کو اس بات کا خوف نہ ہو گا کہ انگریزوں کے قتل کرنے سے ان کے ساتھی افغان بھی قتل ہوں گے۔ لیکن جنرل آفٹنٹن اور بریگیڈیر شیلٹن نے غزنی کے خیال سے اکبر خاں کی تجویز کے منظور کرنے میں پس و پیش کیا۔ حالانکہ ان دونوں نے اپنے مقام کو اپنے انبار خانے کے ذخیروں اور خزانوں کہ اس حال میں چھوڑ دیا

تھا کہ پانچ ہزار فوج آراستہ دشمنوں کے ماتحت سے بچنے کے لئے موجود تھی۔ انہوں نے بہر کے آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کر دیا اور اتنے جلگے سیاہیوں کو بھی ہلاک کر لیا کہ دو سو سیاہیوں سے کم رہ گئے تھے۔ اتنی بیعتوں کے اٹھانے کے بعد عزت باقی رکھنے کی فکر کو جب بے محل اور نامعقول تھی بلکہ باقی آدمیوں کے بچنے کی صرف یہی ایک تدبیر تھی کہ وہ اپنے تئیں محمد اکبر خاں کے حوالہ کر دیتے جو

دوسرے دن بارہویں تاریخ کو محمد اکبر خاں نے اپنے اُن قیدی مہانوں کے ساتھ اُن غلئی سرداروں کے سامنے مباہلہ شروع کیا جو اپنے امیر جلاوطن کے بیٹے کے آداب بجالانے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے انگریزوں کے ساتھ اپنی نفرت عداوت کو بڑی خشنماک آوازوں میں ظاہر کیا کہ کافروں کا خون کرنا چاہیئے اکبر خاں نے اُن کو بہت کچھ سمجھایا کہ اُن کے دل سے یہ عداوت دور ہو۔ مگر انہوں نے اس کے سمجھانے پر کچھ خیال نہیں کیا۔ شام کو آخر کار اس نے اُن کو یہ ترغیب دی کہ دو لاکھ روپے لے لو اور انگریزی سپاہ اور آدمیوں کو جلال آباد بخیر و عافیت پہنچا دو۔ مگر انگریزوں پر تقدیر نے موت کا دروازہ کھول دیا تھا وہ کسی طرح بند نہیں ہو سکتا تھا۔ پہلے اس سے کہ نہ جنرل رہا نہ سپاہ رہی جب اوجھلا ہوا تو دادی جگہ لاک کے نیچے لشکر کے بغیر جنرل مایوسانہ سفر شروع کیا کچھ دنوں لشکر بغیر جنرل کے اور جنرل بغیر سپاہ کے رہا۔ جس جگہ اس دادی میں دو پہاڑوں کے بیچ راستہ تنگ تھا وہاں دشمنوں نے وہ بڑے کچے مورچے درختوں کے ٹہنوں سے بنائے جس کے سبب سے لشکر کا آگے بڑھنا رک گیا۔ اس مورچے پر چڑھنے میں کوشش کرنے کے اندر دفعہ اہر طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی اور افغانوں کا ایک گروہ چھڑے اور تلواریں لے کر سپاہیوں اور بھیرے آن پڑے۔ مورچوں کے آگے مردوں کے ڈھیر لگ گئے چند افسر اور سپاہ کئی کوڑی ان سرداروں میں سے لڑتے ہوئے باہر نکلے پھر سپاہ نہ رہی گندمک جاتے جاتے سب مار گئے ایک دو قید ہوئے۔ بارہ افسر جو اپنے ہمراہیوں سے جدا ہوئے تھے اُن میں سے چھ فوج آباد ہوئے۔ بعض دہاتیوں نے اُن کو خوراک دی وہ اُسکو کھاتے تھے کہ وہ ان میں سے قتل کئے گئے تین کا تعاقب کیا گیا مگر جی جلال آباد سے چند میل کے فاصلہ پر پکڑ کر مار ڈالا۔ اُن میں سے صرف ڈاکٹر برائی ڈن جو بھوک اور تنگدان اور زخم شدید کے سبب نیم جان ہو رہا تھا اپنے تیز ٹھوپر سوار ہو کر قلعہ جلال آباد میں پہنچے۔ سیل صاحب نے اس قلعہ کو جائزے تک بجائے رکھنے کا ارادہ مصمم کر لیا تھا۔ جنوری کی صبح کو جو ہزاروں آدمی کابل سے جلال آباد میں جانے کے قصد سے روانہ ہوئے تھے اُن میں سے ۱۱ جنوری ۱۸۸۱ء کو جلال آباد میں صرف ڈاکٹر برائی ڈن صاحب پہنچے کہ وہ اپنی ہم وطنوں

کی کہانی سنائیں کہ اُن پر کیا کیا گزری ہو۔

سرہنری ڈیور ہنڈ صاحب لکھتے ہیں کہ اس پولیسی کا بہ خاتمہ تھا جس میں کہ سچ کی ہنسی اڑائی جاتی تھی اور اسے صواب پہنچتی کی ٹوک ماری جاتی تھی۔ دور کی جلوہ گاہیں پہلک کی رائے کو سراب ثنائی کرتی تھیں۔ اس پولیسی کا ناتواں ہونا خواہ وہ کیسی بڑی بہ و پر خطا ہوا اسکے ایکٹوں کے انتخاب کے سبب سے پیدا ہوا ہے جو اچانک مل کے لایق نہ تھے۔ میک نائٹن صاحب کی خوش طبعی کے ساتھ راست بازی۔ انٹسٹن صاحب کی جسم و دماغ کی ناتوانی۔ سنلیٹن صاحب کی سفیہانہ ہٹ سول اور ٹیٹری افسروں کے درمیان مخفی مخالفت۔ سیل صاحب کا عین وقت پر امداد سے انکار کرنا۔ ان سب باتوں نے اس حادثہ کی صورت پیدا کی جس کے خیال سے ہمارے آئینہ وہ سنلیٹن جب الوطنی کے سبب خجل اور شرمندہ ہو گئیں۔

کابل پر جو ناحق بے ڈھنگا حملہ کیا گیا اسکے قدرتی سلسلہ نتائج سے کابل کی سپاہ کا بالکل غارت ہونا پیدا ہوا۔ یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان کی پولیسی پر ایسے وقت سے پھٹکار پڑنی شروع ہوئی کہ بالاحصا میں سرکار انگریزی کی سپاہ شاہ شجاع کے ساتھ گئی۔ اس پھٹکار نے میک نائٹن صاحب کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی کہ اُن کو شاہ شجاع کا عام خلافت کا ناپسند کرنا نظر نہ آیا۔ سر ولوبائی کوٹن نے چھائیوں کے لئے بدترین مقام پسند کیا جس میں بیمار بڈھا جنرل اس عہد سے پر مقرر ہوا جس کو وہ خود جانتا تھا کہ میں اس کے لئے نامناسب ہوں۔

لارڈ ڈاگ لیلینڈ نے برصغیر کمانڈر انچیف سر نکولس کے انٹسٹن صاحب کو ہم افغانستان میں سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ وہ ۲ نومبر کے بلوے سے پہلے بیماری کی رخصت لے کر ولایت جانے کو تھے۔ اُن کی غلطیوں کے سبب سے بڑے بڑے بیمار افسروں کو ہر قوت بننا پڑا۔ جو سپاہ غارت ہوئی اس میں سے ایک سو میں مرد عورتیں بچے جو محراب خا کی قید میں تھے۔ ایشیا میں سرکار انگریزی کی سپاہ پر کبھی ایسا حادثہ جائگاہ واقع نہیں ہوا تھا۔ اس کی خبر سے ہر ایک انگریز کا دل لرزتا تھا اور ہندوستان کے ہر بازار میں اس کا چرچا رہتا تھا۔ لیکن نہ رئیسوں نے انگریزوں کے خلاف کوئی سازش کی نہ اُن سے عام رعایا کے دل میں بغاوت کا خیال آیا۔ انگریزوں کو اس بات سے بڑی تسلی ہوتی تھی کہ انگلینڈ کی عزت کے برقرار رکھنے والے اُن کے ہم وطن ناشاد اور ہنس قندھاویں اور سیل اور مینی اربر برٹوٹ جلال آباد میں اور ہنری لارنس وکٹرک ویکسن پنجاب میں موجود ہیں۔

باب پنجم

جنگ افغانستان کا آخر کا دم

جب لارڈ اگ لینڈ کو معلوم ہوا کہ انٹیشن کی سپاہ بالکل معدوم ہوئی تو ان کی زندگی نہایت تلخ ہوئی ان کے ولایت جانے سے چند ہفتے پہلے افغانستان کی ایسی کی دھیمیاں اڑ گئیں جس سے لارڈ اگ لینڈ کی ساری نیک نامی ہمیشہ کے لئے خاک میں مل گئی۔ ۳۰ جنوری ۱۸۸۱ء کو کلکتہ سے انہوں نے ایک جنرل اور ڈیو جارجی کیا جیس انہوں نے بیان کیا کہ یہ مصیبت اور آفت انگریزی سپاہ پر واقع ہوئی ہے وہ ایک جزوی انقلاب ہے اور اس کے سبب سے ایک نیا موقع ہاتھ لگے کہ اس قوت انگلیشیہ از سر نو اپنے اقتدار اور عظمت کو اپنی ہندوستان سپاہ کو اپنی دلیرانہ اولوالغری کو دکھائے لیکن گورنر جنرل کے دل پر تاریکی چھا گئی کہ ان کو بہت جلد جنگ کرنے کا خیال بالکل جائز اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اسے سوا کوئی خیال نہ تھا کہ جتنا جلد ہو سکے افغانستان سے تمام انگریزی سپاہ باہر نکال لی جائے اس کو فوج جان شکست خاطر کو یہ خیال ہی نہیں آتا تھا کہ یورپ اور ہندوستان میں اپنے اغراض کے لئے ہم یہ ثابت کریں کہ افغانستان میں شامت زدہ اور بے اقبال ہونے سے تمہاری قوت میں کوئی ضعف اور نہ ہماری صلاح اور دشواری اور تدابیر میں کوئی فتور آیا ہے۔ اس نے جو خطر نکولس اور جارج کلرک پولی ٹیکل ایجنٹ انبالہ کو لکھا اس کا منشا یہ تھا کہ اگر زیادہ سپاہ خیر سے پرے بھیجی جائے تو وہ کوئی کام سوا اسکے نہ کرے کہ سرور بڑ سیل کی اعانت کر کے سپاہ قلعہ نشین کو پشاور میں لے آئے۔ کرنیل وائلڈ کا برگینڈ فیروز پور سے نومبر کے آخر میں روانہ ہوا۔ تلچ سے پشاور تک تین سو میل سفر کرنے میں ایک مہینہ لگ گیا۔

۱۵۔ جنوری کو دور جیش علی مسجد کے قلعہ میں پہنچیں۔ چار روز بعد وائلڈ صاحب کا باقی برگینڈ روانہ ہوا جس سے خیبر میں کوہستانی آدمیوں سے لڑائی ہوئی۔ مسکوں سے جو پشاور میں چار توپیں استعار لی تھیں وہ سب بھٹ گئیں سپاہ میں بیدلی اس سبب سے پھیلی کہ رکھ بھاگ گئے وائلڈ صاحب کے بھی ایک زخم لگا۔ علی مسجد سے بھی سپاہ جرو میں واپس چلی آئی +

ناٹ صاحب کے پاس دو قوی برگینڈ تھے ان سے انہوں نے تھوڑا سا راجھی طرح قیضہ کر رکھا تھا جو کوئی خوفناک امر ان کو پیش آتا اس کا وہ خوب مقابلہ کرتے۔ ان کا پرانا دشمن اکبر خان اور اس کے ساتھ ہمسایہ کے اور

رؤسا اور تاج شجاع کا رشتہ مند صفدر جنگ میں ان جنگ میں آئے قندھار سے بائج میل کے فاصلہ پر غنڈہ
میں جہاں دشمنوں کے لشکروں کا جاؤ تھا۔ ناٹ صاحب نے حملہ کیا اور ڈیڑھ گھنٹے میں ان کو شکست دے کر
بھگا دیا۔ چاروں طرف سے دشمن اُسکو گھیرے۔ ہارے تھے اور فوج میں بھی اُس کے بغاوت سازشیں ہو
رہی تھیں اس حال میں بھی اس نے اپنے مقام کو اتوار بنایا۔ اور مدد کا اہتمام کیا۔ جب دشمنوں کو سرداروں
نے قندھار کے خالی کر دینے کا وہ حکم اُن کو دکھایا کہ جس پر پوٹخیر اور نفسٹن صاحب نے دستخط تھے تو اس دلاور
سپہ آرا نے فرمایا کہ ہم پر کسی حکم کی تعمیل جو جاری ہو نہ منٹ کا نہ ہو واجب نہیں ہے۔ سپاہ تو مند و توانا ایسے فوج
کے ماتحت تھی جو اُن کو لڑانا جانتا تھا۔ اور اور افسر بھی اُس کے ساتھ دیر دلاور موجود تھے۔

ناٹ صاحب نے شہر قندھار سے ہزار کنبوں کو باہر نکال دیا اور ایک بڑی سپاہ ساتھ لے کر دشمنوں کے
تغافل میں گیا۔ جتنا وہ آگے بڑھتا گیا دشمن پیچھے ہٹتے گئے۔ جب اس نے دیکھا کہ تین روز سے کوئی دشمن ہندوق
کی گولی کے فاصلہ پر نظر نہیں آتا۔ تو اُس نے جانا کہ میں بہت دور چلا آیا۔ اسی رات کو دشمنوں نے قندھار کے
تین دروازوں پر حملہ کیا اور ایک دروازے کو جلا دیا پار گھنٹے تک لڑائی نہ رہی۔ افغانوں نے شکست پاکر مہجرت
کی اور کئی سو آدمی اُن کے مارے گئے۔ اور کئی اور لڑائیاں ہوئیں جن سے افغانوں نے انگریزی قوت کے
ادب کرنے کا سبق سیکھ لیا۔

غزنی میں کرنیل پامر سپاہ کے ساتھ حصار نشین تھا۔ یہاں سپاہ کو ادھی خوراک ملتی تھی وہ کھانے
کے قابل نہیں ہوتی۔ اور لکڑیاں جلانے کو نہ تھیں۔ سردی نے بہت تباہ کیا تھا۔ ۶۔ ماچ کو کرنیل پامر حصار
مع سپاہ کے حصار سے باہر نکلے کہ ان سے افغانوں نے اقرار کیا تھا کہ پشاور میں اُن کو عافیت کے ساتھ
پہونچا دینگے۔ لیکن اُن پر غازیوں نے حملہ کیا جب سپاہ نے بھاگنا شروع کیا تو افسروں نے ہتھیار دیدیئے
اور وہ مقید ہو کر کابل روانہ ہوئے۔

جلال آباد کے انڈریسل بریگیڈ چارٹے کے موسم میں اپنی جگہ جا رہا تھا۔ ۱۳۔ نومبر کو اس نے دیکھا کہ
یہ قلعہ بالکل کھنڈروں کا ایک ڈھیر ہے اسکے گرد ہزاروں افغان مسلح جمع ہو رہے ہیں لیکن کرنیل مول ٹیچر نے
گیارہ سو سپاہیوں کو قلعہ سے باہر لجا کر دو تک افغانوں کو بھگا دیا۔ کپتان بروڈفٹ انجینئر نے قلعہ کی مرمت
اسکو درست کیا۔ پہلی دسمبر کو کرنیل ڈینی نے افغانوں کے جگہٹ کو پریشان کیا۔ اس وقت دو طرح کی
محنتیں سپاہیوں کو اور زیادہ کرنی پڑتی تھیں ایک قلعہ کی مرمت کر کے دوسرے رستے پر پہونچنے

میں۔ موسم بھی کابل کی نسبت اچھا لگتا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہوا پلٹنے کو ہے اور دیوار کی جگہ اقبال آنے کو ہے جلال آباد میں برائی ڈن صاحب ابھی نہیں آئے تھے کہ قلعہ نشین سپاہ کے پاس یہ حکم آیا تھا کہ سپاہ قلعہ کو خالی کر کے ہندوستان کو چلی جائے اس لئے کہ کابل میں جو عہد نامہ نفیشن صاحب نے کیا ہے اس کے شرایط میں یہ ایک شرط ہے کہ جلال آباد کو انگریزی سپاہ خالی کر دے۔ مگر جنرل سیل نے ایسی شرائط کی پابندی کو لازم نہ جانا جو میک ناٹن اور نفیشن کے گلوں پر چھری رکھ کے لکھائی گئی ہوں۔

جنرل سیل صاحب کی نیت اس معاملہ میں صاف اور راست تھی کہ اس قلعہ کو گورنمنٹ کی طرف سے اپنے قبضہ میں جب تک رکھوں گا کہ گورنمنٹ اُسکے خلاف کوئی حکم صادر کرے۔ سیل صاحب کی رینٹ تاریخ میں بڑی وقت رکھتی ہے جس پر آئندہ ہم افغانستان کا سارا مدار تھا۔ ۱۹۔ فروری کو ایک زلزلہ عظیم آیا جس نے قلعہ کی عمارت کو وہ نقصان پہونچایا کہ حال کی خوفناک توہیں بھی وہ نقصان نہیں پہونچا سکتی تھیں مگر یہ ڈو فٹ صاحب کے سیہروانی رز نے اور سپاہیوں کی مدد سے قلعہ کی سب طرح کی مرمت کر لی اُسکے دروازے پر اپنے مورچے جاملے۔ دیواروں کی دڑاڑوں کو بند کر دیا۔ سپاہ باہر جاتی اور رسد کا انبار ساتھ لاتی۔ ۱۰ مارچ کو بیک ڈینی صاحب نے حملہ کر کے افغانوں کی سپاہ کو ایک دفعہ اور بھگایا۔ زلزلہ کے فوڈن بعد نیا گورنر جنرل کلکتہ میں آیا اور اسلے اک لیتڈ سے اُس نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی دو ہفتہ کے بعد لاڈاکھ میں نے اپنے گھر کی راہ لی اسکے ہم وروح دونوں اس سبب سے ضعیف ہو گئے تھے کہ اس پولیسی میں ناکامیابی تھی تھی جس کے اختیار کرنے کے لئے اسکو ترغیب اُس کی بہترین رائے کے برخلاف دی گئی تھی۔ اس کا کوشش اُسکے نہ ہمت یا کرنے کے لئے سرگوشی کرتا تھا۔ مگر اب وہ یہ چاہتا تھا کہ میں افغانستان کو اس طرح چھوڑوں جیسے کوئی فاتح بزرگ اس کو چھوڑتا ہے۔ چھ برس تک خوش حال اور مالدار ملک پر حکومت کرنے آیا تھا۔ اب جاتی دفعہ اُس کو خزانہ بالکل خالی اور قرض بہت بھاری ورثہ میں دے گیا۔ افغانوں کی دیوانہ وار پولیسی میں ایسا گرفتار کیا کہ ہندوستان کی ملاحوں کے لئے فرصت کم ملی۔ اس نے تعلیم کے باب میں ایک عمدہ مرسلہ لکھ لکھ بھجوا۔ سائنس کی اشاعت کے لئے بھی اعانت کی اس نے عدالتیں جو شہادت کے لئے مسلمانوں سے قرآن اور ہندوؤں سے گنگا جلی اٹھوانے کا قاعدہ تھا اُس کو موقوف کیا اور ان دونوں کی جگہ عدالتیں قانوناً یہ حلف مقرر کیا کہ گواہ یہ کہے کہ میں خدا سے تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر ایمان سے اقرار کرتا ہوں کہ جو میں جانتا ہوں اس کو سچ کہہ دوں گا۔ ایک بڑا کام جو اُس نے کیا وہ

تاریخ میں یادگار رہے گا کہ مشہور ع میں مندروں کا اور ان کے اندرونی معاملات اور بیرونی انتظامات کا اہتمام جو برٹش گورنمنٹ کے ذمے تھا اسکو موقوف کر دیا۔ اور تیوٹاروں میں جو جاتریوں سے محصول لیا جاتا تھا اور مندروں میں جو چڑھاوا چڑھایا جاتا تھا اور یہ آمدنیاں ملک کی آمدنیوں میں شمار ہوتی تھیں۔ ان سے گورنمنٹ دست کش ہوئی۔ ہندوستانیوں کے تیوٹاروں میں سرکار کینی کی سپاہ کا اور رسول افسروں کا جانا موقوف کیا گیا۔ قدیم سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ جاتریوں سے ٹیکس لی جاتی تھی۔ جس کا جمع کرنا بھی آسان تھا۔ اس میں کسی کو تکلیف بھی نہیں پہنچتی تھی مگر بعض عیسائیوں کو اس طرح بتوں اور بت خانوں سے گورنمنٹ کا تعلق رکھنا برا معلوم ہوتا تھا۔ موقوف کیا گیا گو وہ ملک کی آمدنی کا صیغہ تھا۔

لارڈ ڈاک لینڈ کے جانشین لارڈ ایلن براہوئے جو اس وقت انگلینڈ میں پورڈوف کنٹرول کے پریسڈنٹ تھے اور ہندوستان کے معاملات سے خوب واقف تھے وہ لشکر گاہ میں رہنے کی زندگی کو پسند کرتے تھے۔ ان کی زبان میں ان کی اولوالعزمیوں میں ان کی پولیسی میں ایک خاص مشرقی پن تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کے فصیح بیان و مدبر تھے ان سے توقع تھی کہ وہ اپنے ملک کی سپاہیانہ عزت کو برقرار رکھیں گے کامل کی شرمندگی کو مٹا کر مقام لینگے +

نومبر ۱۸۵۷ء میں کورٹ دائر کٹرنے جب ان کا جلسہ داعی کیا تو انہوں نے کہا کہ میں جنگ افغانستان غلطی اور گناہ جانتا ہوں۔ میں ہندوستان میں جنگ و رزم سے بڑا بڑھوں گا اور دشمنی اور صلح سے کام رکھوں گا جس وقت وہ مدرس میں آئے تو اس پریسڈنسی کی سپاہ میں بغاوت کے آثار نمایاں تھے۔ سپاہ کے بھتے اور پنشن کے قاعدوں میں جو نا وقت تغیرات ہوئے تھے۔ سپاہ ان سے سخت ناراض تھی۔ اس ناراضی نے ایک بگڑے ہوئے بغاوت کا رنگ پکڑا دیا اور وہ ہندوستانی مجنٹیں جن کو ہم چین میں جانے کا حکم ہوا تھا وہ دلیں باغی ہو گئی تھیں گونا گونا ہریش باغی نہ تھیں۔ لارڈ ایلن براہوئے کے آنے سے مدرس گورنمنٹ کو سپاہ کی بغاوت کی آفت سے بچا لیا۔ سپاہ سے اوار کئے گئے کہ آئندہ ان کے ہتھ وغیرہ کے باب میں تحقیقات کی جائے گی۔

مہم افغانستان میں یہ بڑا دشمنانہ کام لیا گیا کہ سپاہ سالار جنرل پالک مقرر ہوا جس کو ہندوستان کی لڑائیوں کا چالیں برس سے تجربہ تھا وہ اگرہ سے بہت جلد پنجاب کو روانہ ہوا۔ جب گورنر جنرل کلکتہ میں آئے تو ان کے پاس یہ خبر آئی کہ کلرک صاحب نے جلدی کر کے سپاہ فیروز پور سے پٹاوا بھیجی تھی جنرل پالک نے یہاں آکر دیکھا کہ چار مجنٹیں بالکل کام کی نہیں ان کے آدھے سپاہی تو اسپتال میں بیٹھے

ہوئے ہیں اور باقی اسے وٹ یا ٹیل سکھوں کے یا خیانتہ محرموں میں مبتلا ہیں وہ درہ خیبر سے ایسے ڈرے ہوئے ہیں کہ اُسکے اندر جانا نہیں چاہتے اور بعض انگریزی افسر بھی اُن کے ہم خیال ہیں۔ پشاور کے گرد سکھوں کی سپاہ ایسی گستاخ و بے ادب ہے کہ وہ اپنے افسروں کے حکم کی بھی اطاعت نہیں کرتی۔ شیر سنگھ جو ابھی کھڑک سنگھ کا جانشین ہوا تھا وہ کلرک صاحب کی اُن درخواستوں پر جو کلرک اور سرد کے وعدوں کے انفاء کے باب میں کی جاتی تھیں کم توجہ کرتا تھا۔ میکسن صاحب کی پیش کشوں اور وعدوں کو خیبر کی آفریدی قبیلہ سختی سے تھمتیں وہ درہ خیبر میں انگریزی سپاہ کے رستہ روکنے کے لئے حتی المقدور تیار تھیں۔ سیل صاحب جو بالک کی امداد کی درخواستیں کرتا تھا تو بالک صاحب اس کو یہ جواب دیتا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو گا میں امداد کروں گا۔ تم بتاؤ کہ جلال آباد کو کتنے عرصہ تک بچائے رکھو گے۔ قندھار سے وسط جنوری تک کچھ خبر نہیں آئی۔ بالک صاحب کلرک کے منتظر تھے جبکہ بغیر وہ آگے جانا نہیں چاہتے تھے۔ لاہور میں کلرک صاحب فران رو اسے پنجاب سے سہتافت کی سہد عا کر رہے تھے کہ جس میں دونوں کا بھلا تھا۔ ۱۵ مارچ کو لارڈ ایلن برائے سر جیسی کلوٹس کو ایک خط میں صاف صاف اپنی پولیسی لکھ بھیجی کہ میرا مقدم فرض یہ ہے کہ افغانستان میں سرکار انگریزی کی نیکیاں موجود ہیں اُن کی سلامتی کے لئے خبر گیری کروں۔ اور مطلب عظیم یہ بھی ہے کہ افغانوں کو اُن کی عہد شکنی اور گزند رسانی کی سزا دیکر انگریزوں کی سپاہیانہ ناموری کو دوبارہ قائم کروں۔ اس کام کے کرنے کے بعد پھر ہم یہ خیال کرینگے کہ افغانستان سے اپنی سپاہ کو بلا لیں اس سے ہم کو اطمینان ہوگا کہ جس شخص کو ہم نے پادشاہ بنایا ہے اس کو وہ قوم جس کو وہ پادشاہ بنا ہے اپنا پادشاہ بنانا نہیں چاہتی۔ وہ اس کا پادشاہ نہیں ہو سکتا جو سپاہ محصور ہو رہی ہے اُس کی اعانت کرنے کے بعد کابل کے قیدیوں کا چھٹانا ہے جو ایک بڑی بات ہماری عزت کی اور ولی پنج دور کرنے کی ہے اس نے سر نکوٹس سے کہا کہ وہ ایک لشکر عظیم اٹھان ستلج پر جمع کرے جس سے کہ ہماری قوت و اقتدار کا انظہار سکھوں پر بھی ہوا اور ہمارے سپاہیوں کے دلوں میں بھی ہمارا اعتبار پیدا ہو۔

آخر کو بالک صاحب کو کلرک صاحب اور سر ہنری لارنس سمجھا سمجھا کر آگے لے گئے دو مہینوں میں بالک صاحب نے اپنی تحمل طبیعت اور فرز انگلی کے سبب ۱۰ ہزار صاحب کمر گیارہ کو درست کر لیا اور جتنے سپاہی ایک ماہت تھے انکے دلوں میں اپنا اعتبار پیدا کیا۔ گلاب سنگھ راجہ جو ابھی اپنی درست انگریزوں کے ساتھ اعانت کرنے پر متعہ ہو گیا وقت پرائنگٹن ڈریگونس اور گھوڑوں کا توپخانہ آگیا (ڈریگونس اُن سپاہیوں کو کہتے ہیں جو میدان جنگ میں

پیدل اور سوار دونوں کا کام دیں، غرض ہالک صاحب کو سب طرح سے کامیابی کی امداد ہو گئی تو وہ خیر ہو
بڑھے۔

۱۵۔ اپریل کو صبح کی تاریکی میں سپاہ نے درہ خیبر کی طرف کوچ شروع کیا۔ بڑے بڑے پتھروں سے
اور مٹی میں درختوں کے ٹہنوں کے کاڑھنے سے درہ میں راہ بند کی گئی تھی۔ پہاڑ کی بلند یوں پر خیبری آفریدیوں
بجوں متادو قوی جمنٹیں چڑھائی گئیں انہوں نے آفریدیوں کو سب مقامات سے بھگادیا اور قلعہ علی مسجد کو
بھی اُن سے خالی کرالیا۔ یہ قلعہ سکھوں کو سپرد کر کے ۷۔ تاریخ کو ہالک صاحب درے کے اندر چھپیں میل رٹتے
ہوئے گئے اُن ابتدائی لڑائیوں میں اُن کے ایک سو پینتیس سپاہی مقتول اور مجروح ہوئے۔

۷۔ اپریل کو تین کالم اٹھارہ سو سپاہیوں کے اور قویہ خانہ اور سوار جن میں افسر ڈینی و مون ٹیٹھ ہو چکے
تھے۔ دشمنوں کی چھ ہزار سپاہ پر حملہ آور ہوئے اور دو گھنٹے میں اکبر خاں کی سپاہ کو مار کر تتر بتر کر دیا۔ مگر اس فتح
کی خوشی میں یہ سچ ہوا کہ ڈینی صاحب جو ہمیشہ سب سے آگے ہنا قدم بڑھاتے تھے قتل ہوئے اور اور سپاہی سات
مقتول اور ستر زخمی ہوئے بس اب بے اندیشہ بالکل باقی نہیں رہا کہ اکبر خاں جلال آباد کا محاصرہ کریگا۔ اس فتح نیل
کے جلد میں لارڈ ایلن برائے سیل صاحب کو خطاب نامور کا دیا۔ اب سیل صاحب کی سپاہ ہالک صاحب کے تحت
ہوئی۔ اور یوٹی کل خدمات سے سول افسر موقوف ہو کر اُن کے سرکاری کام ہالک اور ناٹ کو سپرد ہوئے۔ اس وقت
گورنر جنرل کے دلیں یہ خیال آیا کہ ہم افغانستان میں پہلے جو بڑے نتائج ظہور میں آئے تھے اُس کا سبب یہ تھا کہ
ہم کے اختیارات سول اور ملٹری افسروں کو دے گئے تھے اُن کے اختلاف آراء سے بہت سی خرابیاں پیدا
ہوئی تھیں۔ جب ایسے دو لائق جنگی افسر میدان جنگ میں موجود ہوں تو سول افسروں کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔
دو ملائوں میں مرغی حرام ہو

جب لارڈ ایلن برائے سنہا کہ دشمنوں نے غزنی لے لیا اور انگلنڈ صاحب جو ناٹ صاحب کے
پاس خزانہ اور رسد لئے جاتے تھے اور اُن کے ساتھ تھوڑی سی سپاہ بھی تھی اُس کو وائے پیشین کے
انڈریگل زنی میں شکست فاش ہوئی تو لارڈ ایلن برا کا جو مقصد میدان جنگ میں آگے بڑھنے کا تھا۔ اُس میں
اُن کو تذبذب پیدا ہوا۔ انہوں نے اور افسروں کے پاس جو میدان جنگ میں تھے ایسے احکام بھیجے۔ جن کا
مقصود یہ تھا کہ افغانستان سے سب انگریز سپاہی جلدی سے واپس چلے آئیں۔ انہوں نے اس وقت میں
سپاہ کے معاملات پر نظر کرنے میں اپنے مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۸۴۱ء مذکورہ بالا کے مضامین اخلاقی اور پولیٹیکل

سے قطع نظر کی۔ جوہن ناٹ صاحب قلات غلزنئی کی کمک رسانی سے فارغ ہوئے۔ اُن کو ہدایت کی گئی کہ اگر وہ کابل کی طرف آگے بڑھے تو قندھار سے کوٹشم میں جلد واپس آنے کی تدبیر کریں اور جلد واپس چلے آنے میں کوئی اندیشہ البرحان سے قیدیوں کے چھلانے کے عہد و پیمان کرنے میں نہ واقع ہو تو حتی الامکان نیشاور میں اپنی سپاہ کو واپس لائیں۔ اس بیان سے پالک صاحب صاف صاف سمجھ گئے کہ لارڈ ایلین ریلکے رائے ہے کہ سلامت مدوی کا طریقہ یہ ہے کہ سپاہ کو بہت جلد درہ خیبر کے اُن مقامات میں لے آتا چاہئے کہ جہاں ہندوستان میں آمدورفت آسانی سے ہو سکے۔ چند ہفتوں تک یہ معلوم ہوتا تھا کہ انگریزی لشکر کا عزت کا حامل کرنا اور زندانیوں کو زندان سے نکالنا اس لائق بھی نہیں سمجھا جاتا تھا کہ جو نقصانات اور جانوروں کی قربانیان اب تک ہو چکی ہیں اُن پر ذرا سا بھی اضافہ کیا جائے۔

یہ بڑی خوشی کی بات تھی کہ پالک صاحب نے ان دونوں ہدایتوں کی تعمیل میں تاخیر کی وہ انکے برخلاف کچھ بڑے نہیں گو وہ ان کے لشکر کے ہر سپاہی کو تلخ و ناگوار معلوم دیتی تھیں بلکہ اُنہوں نے یہ دانائی اور شجارت کی کہ اُن کی تعمیل کے لئے یہ عذرات بیان کئے کہ گاڑیاں موجود نہیں قیدیوں کو چھٹا مہ ہے اور سب سے زیادہ پاس اور لحاظ برکش خصال کا ہے یہ ضروری دلائل اُنہوں نے اپنے قیام کے لئے جہاں وہ تھے یا چند میزلس آگے بڑھنے کے لئے بیان کیں۔ کابل کی طرف آگے بڑھنے کے لئے ناٹ صاحب کی مشارکت ضروری تھی اور وہ بغیر اپنی قوت اور اقتدار ثابت کئے قندھار کو چھوڑنا آسان نہیں جانتے تھے۔

قندھار میں جب مراجعت کرنے کا حکم آیا ہے تو راجن صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے بجلی اُن پر آن کر گری ہے ناٹ صاحب جانتا تھا کہ مجھے اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کا اختیار تھا۔ وہ ایک عمدہ سپاہی کی طرح اُنکی تعمیل کے لئے جب تیار ہوا کہ جو انگریز کچھی صاحب کو اعانت کر کے آفت سے بچائے اور سپاہ کے لئے ضروری بار برداری کا سامان ہم پہنچائے۔ ہندوستانی سپاہ کا برگیدہ واقعی بڑا شاندار تھا۔ وہ جگ سے پرے راہوں کو اس لئے صاف کر رہا تھا کہ انگلینڈ صاحب کا برگیدہ قندھا کی طرف آگے بڑھے وہ ۱۹ مئی کو کچھ اور سپاہ کے ساتھ اس لئے بھیجا گیا کہ کچھی صاحب کے حصار نشین سپاہ کی مدد کرے اور قلات غلزنئی کو سمار کرے۔ بار برداری کی مشکلات اور گرمی برسات میں سپاہ کے سفر کرنے کے اندیشوں کے سبب سے گورنر جنرل نے اپنے احکام کی تعمیل پانچ یا چھ مہینے کے توقف کرنے کی اجازت

لارڈ ایلن برا کے مراسلات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کے چھٹانے کی پروا گورنمنٹ کو نہ تھی جنرل پامک بڑی جدوجہد کرتے تھے کہ ہندوستان میں سپاہ کی مراحت سے پہلے قیدیوں کو جھٹالیں۔ انہوں نے اس عمدہ خدمت کو سر روبرٹ سبل کو سپرد کیا تھا جن کی نی بی مقید تھیں۔ برخلاف امید قیدی بڑی آسانی سے رہا ہو گئے۔ ان قیدی لیڈیوں کی حرمان نصیبی عجیب و غریب تھی وہ جلدی جلدی ایک قلعہ سے دوسرے قلعے میں بھیجی جاتی تھیں۔ اکبر خاں کو جب جلال آباد میں بالکل شکست ہوئی تو اُس نے اُن قیدیوں کو بدیع آباد سے کابل کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ جلال آباد سے دور ہو جائیں یہ قیدی کبھی سردی میں اکرٹے تھے اور کبھی گرمی میں پتے تھے کھانا ان کو برالمتا تھا۔ مکان رہنے کو ایسے ملے تھے جن کے مقابلہ میں مہدی ملکوں کے جیل خانے عشر تکدے معلوم ہوتے تھے۔ وہ ہمیشہ خوف ورجا میں رہتے تھے اور نہیں جانتے تھے کہ ہم پر آئندہ کیا گذرے گی مگر اُن کی علوہمت جرات اور عالی حوصلگی میں کبھی فرق نہیں آیا۔ عورتیں نہات مصیبت و جان جو کھوں کے وقتوں میں اپنے بچوں کو ہشاش بشاش ہو کر کھلاتیں و سلامتیں اور اُن کو خوش کرتیں۔ جب اُن قیدیوں کا سفر بدیع آباد سے ہوا تو راہ میں ۲۴۔ اپریل کو جنرل ٹیننٹن صاحب کا انتقال ہوا اُن کی ٹانگ میں زخم لگا تھا وہ اچھا نہ ہوا۔ اس کی تکلیف نے اور نا کامی کے رنج و الم نے اُن کا خاتمہ جلد کر دیا۔ جارج لارنس لکھتے ہیں کہ انہیں ایسے محاسن اخلاق تھے کہ ہم سب ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ محمد اکبر خاں نے جو فیاض وحشی دشمن تھا اُس کی نعش جلال آباد میں بھیج دی۔ اسی زمانہ میں بد نصیب شاہ شجاع جس کو انگریزوں نے بڑی دھوم دھام سے اُسکے باپ دادا کے تخت پر بٹھایا تھا کابل میں ۵۔ اپریل ۱۸۴۱ء انگریزوں کے ایک بڑے پکے معزز و نواب زمان کے بیٹے نے مار ڈالا اُس کی لاش سے شاہانہ لباس اور جواہر اُٹا کر ایک خندق میں پھینک دیا۔ مورخین اس سوال پر بڑا مباحثہ کرتے ہیں کہ شاہ شجاع انگریزوں کے ساتھ معاملات کرنے میں راست باز تھا یا نہ تھا۔ کوئی مشرقی آدمی ایسی حالت میں جیسی شاہ شجاع کی تھی انگریزوں کے ساتھ جو محض اجنبی تھے خالص اتحاد و داد میں غالباً اچھا نہیں ہو سکتا تھا۔ انگریزوں کا ظن غالب اس طرف ہے کہ وہ وقت کے مناسب حال کام کرتا تھا کبھی وہ وفادار تھا کبھی بیوفا ہو کر یہ چاہتا تھا کہ انگریزوں کے ہاتھ سے اپنا چھچھا چھٹلے۔ مگر وہ یہ حیثیت محمودی انگریزوں کی محنت و حفاظت و حمایت کو ترجیح دیتا تھا۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ وہ انگریزوں کا ممنون منت و شاکر احسان ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ انگریزوں نے کوئی اسکے ساتھ سلوک اس بہتے تو کیا نہیں تھا کہ وہ اسکے ساتھ الفت و موانت رکھتے

تھے یا اسکے حق دلانے کو انصاف عدل سمجھتے تھے۔ انہوں نے تو اسکو اپنے ماتھے کی کٹ پتلی بنایا تھا اُس کو ہاتھ میں اسوت سچاتے تھے کہ کوئی کام انکا اس سے نکلتا تھا اور اگر کوئی کام نہیں نکلتا تھا تو اُسکو اٹھا کر رکھ دیتے تھے۔ شاہ شجاع کو انگریزوں کا یہ احسان اشنا چاہیے کہ اسکو جند پھتے کے لئے پادشاہ بنادیا۔ جس میں جھولی ٹشان و شوکت یہودہ خوابوں کی طرح دکھائی دی جس کی تعبیر تلخ بیداری اور شرمناک موت ہوئی۔ اُس کے مرنے کے بعد نواب زمان شاہ نے سازشوں کا ایک سلسلہ باندھا کہ اس کے بیٹے شاہزاد فتح جنگ کو اُسکے باپ کا جانشین بنائے اور اکبر خان کو اُس کا وزیر۔ کابل میں اور قیدی بھی تھے۔ جن کو اس نیک نیاں نواب اکبر خان کے پیر مقدس کی حراست میں رشوت کا وعدہ کر کے دیدیا۔ اُنکو اُن اور قیدیوں کی حالت اعدائوں کی دغا بازی اور اکبر خان کے انتقام ستانی کی حالتوں کے بدلنے سے غیر محقق ہوتی جاتی تھی۔ اب ہر طرف سے ہندوستان میں لارڈ ایلن برا اور کمانڈر انچیف کی پولیسی کے برخلاف انگریز شور و غل مچائے تھے اور ہندوستان سے حکم آتے تھے کہ قومی عزت کی حمایت یہی ہے کہ اتفاقاً ان کے ہاتھ سے ہر قیدی چھڑایا جائے۔ جب اس طرح سے گورنر جنرل پر دباؤ چاروں طرف سے پڑا تو ۴ جولائی ۱۸۵۷ء کو ناٹ اور پالک کو چھٹیاں لکھیں کہ میری راپوں میں تو کچھ فرق آیا نہیں۔ سپاہ کا واپس چلا آنا بہتر ہوگا۔ مگر ناٹ صاحب کو اختیار ہے کہ وہ کوئٹہ سے ہو کر سکمر کو آوے یا غزنی و کابل و جلال آباد میں ہوتا ہوا اپنا شاور میں صحت کرے۔ پالک صاحب کو بھی آزادی دی گئی تھی کہ وہ ناٹ صاحب سے پہلے اس سے کابل میں مصافحہ کرے کہ پشاور کو مراجعت کرے۔

لارڈ ایلن برا نے جو جواب دیہی کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھانا چاہئے تھا وہ جنرل پالک و جنرل ناٹ کے سر پر رکھا جنہوں نے اُسکو بڑی خوشی سے اٹھانا قبول کیا۔

جنرل ناٹ نے تیرہ سو سپاہیوں سے ۲۹ مئی کو اٹھ نیر اعلیٰ میوں کو شکست فاش دی جس کا سپہ سالار اکبر خان خود تھا اسکے بعد قندھار کے گرد کوئی دشمن نظر نہیں آیا۔ اس سے جین روز پہلے کوئٹہ کی سپاہ حصار نشین نے اپنے حملہ آوروں کو شکست دے کر پرے ہٹایا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کیا۔ جب قندھار غلزنئی میں ڈاکیمر کی سپاہ اپنا کام کر کے آئی تو ناٹ صاحب نے دیکھا کہ اگر بار برداری اور رسد کا سامان بہم پہنچائے تو سپاہ میرے پاس اس قدر ہے کہ جہاں چاہوں سارے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کراؤں اُس کی سپاہ ایسی نوانا اور نومند و بہادر تھی کہ اس کی ایک ہزار سپاہ پانچ ہزار اعدائوں

کے برابر تھی۔ اس نے انگلینڈ صاحب کے ماتحت ایک دستہ سپاہ اور بجاری توپیں کوئٹہ کو روانہ کیں اور خود ۷ اگست ۱۸۴۲ء کو سب قسم کی آٹھ ہزار فوج ہمراہ لے کر قندھار سے روانہ ہوا جس کو اپنے اوپر اور سپہ سالار پر بھروسہ تھا جو

اس عرصہ میں پالاک صاحب کی سپاہ بیکار نہیں بیٹھی۔ جون اور جولائی کے اکثر ہفتوں میں ایک کولم سپاہ کاموں ٹیٹھ صاحب کے ماتحت وادی شینواری میں اُن قوموں کو تخت سزا دیتا رہا جنہوں نے افغانوں کے ساتھ سپاہ کی لوٹ میں حصہ لیا تھا اور مشہور تھا کہ اُن کے پاس انگریزوں کی ایک توپ ان توپوں میں سے تھی جو جیٹھنی گئیں تھیں۔ صرف اُن کے قلعے سمار اور گھر منہدم نہیں کئے گئے بلکہ جن درختوں کے سایہ کے تلے وہ بیٹھے تھے اُن کو جڑ پیڑ سے اکھڑ کر پھینک دیا۔ آخر کار ۲۰ اگست کو پالاک صاحب نے اپنی قوی آٹھ ہزار سپاہ کے آگے کوچ کیا جن میں سے ہر ایک کے سینہ میں شرمندگی اور مصیبت زدگی کے انتقام لینے کی آگ روشن تھی گند مکیں اس سپاہ کا قیام دو ہفتے تک اس انتظار میں ہوا کہ ناٹ صاحب کے لشکر کی آئندہ کیا خبر آتی ہے۔ ستمبر کو پالاک صاحب نے آگے سفر کیا دوسرے دن جب وہ جگہ لاک کے قریب پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ پہاڑوں پر دونوں طرف غلزنئی سیادوں اور سواروں کا ایک جم غفیر موجود ہے۔ توپوں نے خوب کام دیا۔ مگر غلزنئی جے رہے۔ جب پالاک کے پیدل سپاہی ہڑاہ کا غل مچاتے ہوئے اور سنگینوں کو چلاتے ہوئے پہاڑ پر چڑھے تو غلزنئی لڑنے والے بھاگ گئے۔ سیل کے برگیزڈ نے حملہ کی سختیوں کی برداشت کی اور ایسے کام کئے کہ ناٹ صاحب نے اُس کی تحسین و آفرین کی۔ مگر لوک وڈہ کی ڈرگیوں کی گرمجوشی کو ناہموار زمینوں نے روکا۔ تھوڑے سے دشمن بچ کر بھاگ گئے۔ انگریزوں کا نقصان اس قدر کم ہوا کہ اس پر تعجب آتا تھا جو

۱۱ ستمبر کو مقام گیا۔ اور تترین میں دو دن آرام لیا۔ اس عرصہ میں محمد اکبر خان نے اپنے برائے نام آقا فتح جنگ کو تخت سے اُتارا اور اپنی سپاہ کو خرد کابل میں انگریزوں سے لڑنے لے گیا۔ ۱۳ تا ۱۷ کو دونوں لشکروں میں مسٹ بیٹھ ہوئی۔ اکبر خاں کی سپاہ ایسی بلند یوں پر مقام رکھتی تھی کہ پہلے دن انگریزوں کی بندوقوں نے افغانوں کی جزائیل کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں کیا۔ لیکن کوئی چیز انگریزی قواعد و ان سپاہ کے استقلال میں خلل نہیں ڈال سکتی تھی۔ ان کو اپنے متحمل سپہ سالار پر بھروسہ تھا وہ جو گندمک سے آگے اپنے مردوں کی مٹری لاشیں دیکھتی تو اسکے سینہ میں آگ لگتی۔ انگریز اور ہندوستانی سپاہی۔ سوار۔ پیدل اور توپچی سب کے سب اس دن جیسا اچھا لڑتے تھے لڑے توڑے دار بندوقوں کو سنگینوں نے خاموش کیا اور ہندوستانی سواروں نے افغان سواروں

کو خوب قتل کیا۔ افغان اپنے طور پر خوب بہادرانہ لڑکے بہت نقصان اٹھا کے اپنے گھر جا گئے۔ اکبر خاں کابل کے شمال میں بہت دور مرتفع زمینوں پر چڑھ گیا۔

دو دن بعد جنرل پالاک کابل کے گھوڑ دوڑ مقام میں خیمہ زن ہوا۔ دوسرے دن بالا حصار پر انگریزی توپوں کی سلامی میں انگریزی پھریرا پھر پھرایا۔ ۱۰ ستمبر کو ناٹ صاحب بھی آن پہنچے اور دونوں جرنیلوں میں آپس میں مبارک سلامت ہوئی۔ ناٹ صاحب کا بڑا ہمسافر قند حار سے کابل تک ایسا ہی فتحیابی کے ساتھ ختم ہوا جیسا کہ جرنیل پالاک کا چھوٹا سفر جلال آباد سے کابل تک۔ رستہ میں غزنی تک تو کسی جگہ ناٹ صاحب کی سپاہ کا کسی سے بڑا مقابلہ نہیں ہوا۔ لیکن غزنی میں دس ہزار افغان ۳۰۰ اگست کو رستہ روکنے کے لئے مستعد ہوئے مگر ناٹ صاحب کی پیدل سپاہ نے اپنی ایک دفعہ بند و قیں ایسی چلائیں کہ وہ بھاگ گئے۔ اور خیمہ دوں کو بوٹ بہت مانتے آئے۔ ۵ ستمبر کو ناٹ صاحب غزنی کے سامنے خیمہ زن ہوئے اُن کے نام کا خوف ایسا قلعہ نشینوں پر پڑی ہوا کہ رات کو قلعہ کو خالی کر کے بھاگ گئے۔ دیواروں پر جو توپیں لگی ہوئی تھیں اُن کو انجیروں نے توڑ پھوڑ دیا اور لکڑی کے کاموں میں آگ لگا دی سو رچوں کو اڑا دیا اور شہر اور قلعہ دونوں کو ہمارے کھنڈروں کا ڈھیر بنایا۔ محمود غزنوی کے مقبرے کا صندل کے لکڑی کے دروازے کو اتار لیا جس کا حال آئندہ لکھا جاوے گا۔ غزنی سے کابل تک ناٹ صاحب بغیر کسی روک ٹوک کے دشمنوں کو جہاں اتفاقاً وہ سامنے آئے بھگتے ہوئے اور پہاڑوں پر جو قلعہ متصل آئے اُن پر آگ برساتے ہوئے اپنے رستہ پر منزل پہنچے۔ اس جنگ آزمودہ سپہ سالار نے وادی کابل میں جو سطح سمندر سے چھ ہزار میل اونچی تھی اپنی سپاہ اور مویشی کو چند روز آرام دیا۔ پالاک صاحب نے چھ سو قوہ باش سواروں کو سرچمپنڈ شکیسپیر کے ماتحت قیدیوں کے مانگنے کے لئے بھیجا جن کو اکبر خاں نے بامیاں میں بھیج دیا تھا۔ انہوں نے ناٹ صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے ایک برگیدہ کو شکیسپیر صاحب اور اُن کی تھوڑی سی سپاہ کی امداد کے لئے بھیج دے مگر اس دیرینہ سال کے یہ عذر کیا کہ میں اپنی سپاہ کو تقسیم کرنا نہیں چاہتا اس لئے اس خدمت کو جنرل سیل تھا اپنا برگیدہ لے جا کر بجالائے جن کی شیر دل بی بی قیدیوں میں تھی سیل برگیدہ غزنی کے آگے نہیں گبا تھا کہ کام پورا بن گیا۔ پہلے ہی سے قیدی سوار ہوئے چپکے چپکے سیل کی سپاہ کی طرف چلے آتے تھے۔ ہنری لارنس اور شکیسپیر کے سوار اور کچھ افغان سوار جن کا افسر صالح محمد تھا ان کی حراست کرتے تھے۔ صالح محمد پہلا انگریزی سپاہ میں نوکر تھا۔ وہ سن ۱۸۴۱ء میں مع اینی کمپنی کے دوست محمد خان کے پاس بامیاں میں چلا گیا تھا۔ اکبر خاں

نے اسکو حکم دیا تھا کہ اُن قیدیوں کو علم لے جائے جہاں غالباً وہ ترکستان میں ازبکونگے پاس غلاموں کی طرح رہیں گے۔ لیکن جب اکبر خاں کی قسمت خاک بن گئی تو صلح محمد رشوت لینے کو تیار ہوا۔ قیدیوں نے بیس ہزار روپے کی اور بارہ ہزار روپے سالانہ نیشن پانے کی دستاویز لکھ دی اور یہ بھی وعدہ کیا کہ اس کی سپاہ کو خدمات کا صلہ دیا جائے گا۔

۱۲۔ ستمبر کو صلح محمد کے منہ میں یہ رشوت کا لقمہ دیا گیا۔ اس نے قلعہ پر جہاں یہ انگریز مقیم تھے انگریزی علم کھڑا کیا پوٹوچر صاحب نے ہمسایہ کے رئیسوں کو بلایا کہ وہ اپنے نئے حاکموں کا آداب بجا لائیں۔ ۱۵ ستمبر کو یہ خوشخبری آئی کہ اکبر خان تشریف سے بھاگ گیا۔ جس سے اس چھوٹے سے گروہ کو جرأت ہوئی کہ وہ سفید کوہ پر ہر کابل کی طرف سفر کریں۔ ۱۷ تا ۲۰ ستمبر کو شیکسپیر کے سوار سامنے نظر آئے تو پھر کوئی خوف و خطر پاس تھا پاس نہیں رہا۔ دونوں سپاہیں ملکر آگے چلیں اور ۲۰ تا ۲۱ ستمبر کو سیل صاحب اپنی بی بی سے ہم آغوش ہوئے جو دس مہینے سے جدائی تھیں جن میں آٹھ مہینے وہ قید میں اگرچہ یہ قید سخت تھی مگر خطرناک نہ تھی۔ دوسرے دن شام کو یہ سب جنرل پالک کے خیمہ گاہ میں ملے۔ تمام ہندوستان میں اُن قیدیوں کی رہائی کی بڑی خوشی منائی گئی۔

اسی سپاہ انتقام خواہ کا کام پورا نہیں ہوا تھا کہ ہستان میں اکبر خاں کی فوج جو شکست پانے کے بعد باقی رہی تھی لٹنے کے لئے موجود تھی کیسکل صاحب کے ماتحت سپاہ کا ایک کولم بھیجا گیا کہ وہ اس سپاہ کو برباد کرے جو انگریزی سپاہ کے سدراہ ہونے والی ہے۔ کیسکل صاحب نے ہیولوک صاحب کی مدد سے اپنا کام بہت اچھی طرح سے انجام دیا۔ اختلاف کا بڑا مضبوط قلعہ حملہ کر کے فتح کر لیا۔ اوپر سے افغانوں کی گویاں برس رہی تھیں کہ اسکو پیچھے بروڈ فٹ کے سپر نے جا کر اس قلعہ کو تخریر کر کے لوٹ لیا اور اس میں آگ لگا دی۔ چاری کار جس میں ماٹن کے بہادر گورکھے قتل ہوئے تھے بالکل برباد کر دیا گیا۔ ۷۔ اکتوبر کو کیسکل کی سپاہ کابل میں واپس آئی۔

انتقام کا ایک کام باقی رہا تھا یہ انتقام نہ پوٹوچر صاحب نے نہ ہندو عیسائی قوت کے لئے نہ بھارت کابل میں جو چار چتر کا بازار علی مردان خاں نے شاہجہاں کے عہد میں بنایا تھا اور اس میں میک ناٹن صاحب کی لاش کی تشہیر و قذیل ہوئی تھی اس کو پالک صاحب کے انجیروں نے دو دن میں مساکر کے ڈھیر کر دیا۔ ایشیا کے عہد عمارت میں یہ بازار شمار ہوتا تھا۔ اس کے بعد بڑا فساد اور شور و شر برپا ہوا جس میں بڑے ظلم و ستم ہوئے تمام مشن بنڈیوں اور احتیاطوں کے برخلاف دونوں کمیوں کے سپاہی اس افواہ کو سن کر کہ

کابل کے لوٹنے کا حکم ہوا ہے۔ شہر کے لوٹنے پر پل پڑے۔ اور جہاں پہرہ چوکی نہ تھا وہاں لوٹ چھادی گھروں میں آگ لگا دی دونوں دوست اور دشمنوں کی دکانوں کو لوٹ لیا۔ ہزاروں بے گناہ تجارت پیشہ جیسے بنگال ہندو تھے اور انہوں نے دکانوں کو دوبارہ کھولا تھا بالکل ٹٹ لٹا کر تباہ ہو گئے۔ اور وہ اپنی حورتوں کو اس سہم آلود فساد سے نہ بچا سکے مشکل سے قزلباشوں کا حملہ جو انگریزوں کا ہوا خواہ تھا سیاہ کے حملہ سے بچا جو اس وقت انتقام لینے میں دیوانی ہو رہی تھی۔ اُس کو پہلے انہی مصیبتیں یاد تھیں جن کے عوض میں وہ سارے بُرے کام کرنے بھلے جانتی تھی۔

۱۲۔ اکتوبر کو سپہ سالار پالک صاحب اپنے تمام سپاہیوں کو لے کر ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے تانینا زنان شاہ جس کا لارڈ دلہی کے زمانہ میں وہ دور دوران تھا اس کے نام سے ہندوستان کا پتا تھا اور اُسکی جیتیا قح بنگ جو بغیر ستعانت انگلشیہ کے بالاحصار میں ساہگ کا پادشاہ بنائے چاہتا تھا یہ دونوں اس لشکر کے ساتھ تھے اور کابل اور غزنی کے فاقہ زدہ ہندوؤں کا گردہ کچھ کوڑی لنگڑے لوسے سپاہی اور بھڑکے آدمی جو پہلے لشکر کے باقی ماندہ تھے اور بہت سی جنگ کی یادگاریں اس عسکر انتقام جو کے ہمراہ ہوئیں۔

پالک صاحب کی سپاہ ہراول تھی اور ناٹ صاحب کی سپاہ چنداول تھی۔ رستہ میں جلال آباد کو ایسا بے سامان کر دیا۔ کہ وہ کسی کام نہیں رہا۔ اس کے بعد پالک صاحب کے پاس لارڈ ایلن برا کا یہ حکم پہونچا کہ جلال آباد بغیر کسی نقصان کے سکھوں کے حوالہ کیا جائے۔ پالک صاحب نے پیش بھیگی کہ پہاڑ جو سفر کے اندر آئیں اُنکے اوپر ایسا بندوبست کیا کہ کہیں لڑنا نہیں پڑا۔ ناٹ اور کیسکل نے جو قلب لشکر کے سپہ سالار تھے۔ ایسی دہائی نہیں کی۔ اُن کو اس دن سے کہ ہفت کوئل کے قریب پہنچے۔ جب تک درہ خیبر سے باہر نکلے پہاڑیوں سے لڑنا پڑا اور دونوں کو مجبوری بعض بھاری توپیں توڑنی یا چھوڑنی پڑیں۔ ڈھاکہ سے علی مسجد تک کیسکل کے ایک برگینڈ کی دو بھاری توپیں چھن گئیں مگر دوسرے دن وہ پھر تھک گئیں۔ اسی مقام کے قریب ناٹ صاحب کو کئی لڑائیاں لڑانی پڑیں جن میں بہت اسباب ٹٹ گیا۔ اور آدمی بھی ماری گئے۔ لیکن اُس کے انجینروں نے علی مسجد کے مستحکم مقامات کو مسمار کر دیا۔ ۷۔ نومبر کو پشور کے سبز میدانوں میں کل سپاہ خیمہ زن ہوئی اور کمانڈر انچیف نے اپنے پاس ایک اور بڑی سپاہ فیروز پور میں جمع کی جسے دیکھ کر سکھوں کی آنکھیں کھلیں کہ وہ انگریزی محمد سپاہ کی جو پنجاب میں گزر رہی تھی کوئی مزا امت نہ کریں۔ سرکار انگریزی کے ساتھ سکھوں کی خیر خواہی مدت سے مشتبہ ہو رہی تھی۔ اسی اثنا میں انگلینڈ صاحب قندھار سے کوئٹہ میں بغیر کسی مزا

کے درہ بولان کی راہ سے سندھ میں لگے۔ اسی زمانہ کا ایک اور واقعہ بخارا کے قیدیوں کا دردناک یہ ہے کہ کرنیل سٹوڈارٹ وقت نہ اچھے آخر میں بخارا میں سفیر سرکار انگریزی بنا کر بھیجے گئے تھے کہ امیر سے دوستانہ تعلق برٹش گورنمنٹ کا پیدا کریں امیر بخارا نے اول اُن کی مدارات اچھی طرح سے کی مگر پھر اُس کو یہ شبہ ہوا کہ انگریز اُس کے ملک کو فتح کرنے چاہتے ہیں تو پھر اُس نے اُن کے ساتھ سختی کی اور اُن کو جیل خانے کو بھیجا دو برس بعد کپتان کونول لی مقرر ہوئے کہ وہ بخارا اور اضلاع بخارا میں سیاحت کریں۔ اُنہوں نے سٹوڈارٹ کے چھٹانے کے لئے کوشش کی۔ جس کے سبب وہ خود مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے۔ امیر نے ملک منظم کو ہیکٹ لکھا تھا۔ جس کا جواب فوراً سکریٹری نے اسکو لکھا کہ وہ گورنر جنرل سے خط و کتابت کرنے کے لئے رجوع کرے اسکو وہ اپنی ایسی کسر نشان سمجھا کہ اپنا سارا حصہ قیدیوں پر نکالنے لگا۔ اس نے اُن پر جاسوسی کا اور اسکے دشمنوں کو امداد دینے کا جرم لگایا۔ گورنمنٹ ہند کی یہ رائے ہے کہ ان سفیروں نے ان ہدایتوں سے تجاوز کیا جو اُن کو کی گئی تھیں جس کا خمیازہ کرنیل کونول لی صاحب کو خود اٹھانا پڑا۔ اُن کی رہائی میں کوئی کوشش سوائے اس کے نہیں کی گئی کہ امیر کی عالی جناب میں گذارشیں رائی کوئے کی گئیں جن کا کچھ نتیجہ نہ ہو سکا۔

ڈاکٹر دولف جو بڑے نامور سیاح اور شہسری ہیں وہ ان قیدیوں کے چھٹانے کے لئے گئے مگر وہ بخارا میں اس وقت پہنچے کہ وہ قتل ہو چکے تھے یہ امر تحقیق نہیں کہ وہ کہاں اور کس طرح دوڑے ساتھ ایک ہی دن قتل ہوئے۔ کپتان کونول لی کے روزنامے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی قید کی حالت ایسی مصیبت ناک تھی کہ اُن کے نہایت عزیز دوستوں کو بھی اس بات کے جاننے سے فحشی ہوئی کہ اُن کو اس قید سے جلا دے چھڑے نے نجات دی۔ ہنوز پالاک صاحب کابل ہی میں تھے کہ گورنر جنرل نے شکر میں ایک اشتہار فتح کابل کا اور دوسرا اشتہار فیروز پور میں جشن فتح و ظفر کا مسودہ تحریر کیا۔ پہلی اکتوبر کو یہ اشتہار دیا گیا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا:

گورنمنٹ ہند نے سندھ کے پار اپنی سیاہ کو اس غرض سے بھیجا تھا کہ ایک امیر کو جسکو اُنے دشمن خیال کر لیا تھا معزول کرے اور ایک اپنے دوست کو دیاں پادشاہ بنائے اُس کا یہ مطلب حاصل ہوا کہ اُس نے دشمن کو قید کیا اور دوست کو پادشاہ بنایا۔ مگر پادشاہ مارا گیا اور سارے ملک میں بدنظمی پھیل گئی۔ یہ ساری خرابیاں اُن کی نامعاندہی سے وقوع میں آئیں۔ جو اس ہم کے بانی و مجوز تھے۔ مگر ایک مختصر

لشکر کشی سے تمام آفتوں اور بلاؤں سے نجات حاصل ہو گئی ہزیمتوں کی کلفت کی جگہ فتوح کی مسرت نے چھین لی۔ اب وہ فیروز مند سپاہ جس کے قبضے میں افغانستان ہے ہندوستان کو واپس بلائی جاتی ہے اور افغانوں کو اپنے ملک میں اختیار دیا جاتا ہے کہ جسے چاہیں پادشاہ مقرر کریں۔ یہ امر برٹش گورنمنٹ کے اصول کے خلاف ہے اور نظم و انضاط کی کابھی مقتضا نہیں ہے کہ افغانستان کی رعایا مجبور کی جائے کہ وہ ایک شخص کو جس کو انکا دل فرما نہر وانا نے گونہیں چاہتا اسکو وہ اپنا فرمان دہ بنائیں۔ افغان جس کو خود پادشاہ بنائیں گے۔ اور وہ اپنے مسایہ کی ریاستوں سے معاملت رکھے گا اسکو برٹش گورنمنٹ بھی افغانستان کا شہریار مانے گی۔ پہلی سپاہیں انگلستانی و ہندوستانی مل کر اپنے سامان اسباب اور قوا عددانی اور بھادری اور اپنے افسروں کی حسن لیاقت کے سبب سر ایسی ہے کہ ایسا میں خواہ کوئی لشکر اسکے سامنے مقابلہ میں کھڑا ہو تو وہ خدا کے فضل سے اپنی قوت اور زور کے سبب جہش نہیں کرے گی۔ وہ اس شاندار سلطنت میں جو اس نے اپنی مروی اور مردانگی سے حاصل کی ہے امن امان اور اپنی عزت کو قائم رکھتی ہے۔ اب گورنر جنرل بے تکلف اس امر کو تمام ریٹائر ہمسایہ پر اعلان کرتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ کا دستور عمل صلح جوئی ہے اور وہ اپنی حالت موجودہ پر قائم ہے اور افغانستان اور چین نے اس کی صولت اور قوت کو دیکھا کہ وہ کس زور و اثر سے اُن کو کام میں لاسکتی ہے۔ وہ اپنی صفائی نیت سے صلح اور امن کو قائم رکھنا چاہتی ہے۔ اور اگر کوئی ریاست تاحق اس سے پر خاش کرے تو اسکے برخلاف وہ اپنی ہماری قوت کے استعمال کے لئے بھی موجود ہے۔ بعد اسکے سومات کے کواڑوں کے باب میں یہ اشتہار ہندوستان میں ریٹوں اور نوابوں اور راجاؤں کی مخاطبت میں جاری کیا کہ میرے بھائیو اور دوستو ہماری فیروز مند فوج سومات کے کواڑوں کو محمود غزنوی کے مقبرے سے اوتار کر لائی ہے۔ اُس نے آٹھ سو برس بعد اس لہجہ ہند کا اہتمام لیا ہے جو ان کواڑوں کے چلے جانے کے سبب سے ہوئی تھی۔ اسے سر ہند۔ راجاؤں۔ مالوہ۔ اور گجرات کے ریٹوں افغانستان کے اس یاد دار صندلین کو تم لے لو اور اپنے سومات کے مندر میں بچہ لگا دو۔ اس ایڈریس کا نام ڈیوک ونگٹن نے نقشہ قلع رکھا ہے۔

اس اشتہار کی عبارت میں الفاظ بھائی اور دوست کے خوب تھے مسلمانوں کو جن میں افغان بھی شامل ہیں بھائی بنا کر یہ خوب اور وفادار جان خرش اُن کے پاس بھیجا۔ ہندوؤں کو اُن کی فراموشی شدہ مذلت کہنہ کو یاد دلانے کے اچھا دل دکھایا۔ دنیا دار انگیزیوں نے تو اس اشتہار کو گورنر جنرل کا حاکم نامہ سمجھ کر خوب قہقہے لگائے اور دنیا دار انگیزی اسکو گستاخ کیہر سمجھ کر چشم پر غم ہوئے۔ غرض گورنر جنرل کے ان دونوں

اشتہاروں کو متبرع اور مفتان انگلشیہ خوب خاک اڑاتے ہیں جو

تاریخ سے ثابت نہیں کہ محمود غزنوی سومنات کا دروازہ اوتا کر لے گیا تھا سوائے اس کے وہ کوڑ
 بہت دنوں کے بعد سومنات کی فتح سے بنے ہوئے ہیں۔ جب پالک پنجاب میں سفر کر رہے تھے تو گورنر جنرل ایک
 ایسا تماشا دکھانے کے لئے تیاریاں کر رہے تھے جو انگریزی عمارتوں میں پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ۱۵ دسمبر
 ۱۸۵۷ء کو فیروز پور میں آئے یہاں بڑے بڑے راجہ مہاراجہ نواب رئیس اور گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدہ دار
 اور انگلش لیڈیاں ان کے آنے کے منتظر تھے۔ فیروز مند سپاہ کی سبارکباد کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں لاہور
 سے شیر سنگھ کا بیٹا اور اس کا وزیر اس جشن میں شریک ہونے کے لئے آئے تھے۔ چالیس ہزار سپاہ جمع ہوئی
 سینکڑوں ہاتھی اکٹھے ہوئے تھے ان کی مستکین طبع طرح سے رنگی گئی تھیں اور جھولیں زر برق کی اور سکیں
 سونے اور چاندی کی اور ساز و سامان زرین ان کو پہنائے گئے تھے مختلف مقامات میں مصنوعی چوبی عمارتیں و
 محرابیں آراستگی کے لئے بنائی گئی تھیں۔ ستلج پر ایک پل بنایا گیا تھا اور اس پر رنگ برنگ کی جھنڈیاں سُرخ و سبز
 لگائی گئیں۔ سب طرح کی چمک دمک کی تیاریاں کی گئیں گو وہ انگریزی مذاق کے موافق نہیں تھیں۔ ۱۷ دسمبر کو
 سر روبرٹ سٹیل نے پل سے متع اپنے فیروز مند سپاہ کے عبور کیا۔ جب وہ پل کی خوشنما محراب سے نکلے تو سب انگریز
 نے قہقہہ لگایا۔ لارڈ ایلن پر خود اس سپاہ کے استقبال کو گئے اور سپاہ کو دردیہ قطاروں کے درمیان گئے
 ہاتھیوں نے گھنٹا بیک کر سلام کیا۔ مگر ان کو مبارک دینے کے لئے آواز دینی جو سکھائی گئی تھی وہ دینی بھول
 گئے۔ مگر توپوں کی آواز سے اس کا غما و صہ کر دیا۔ مینڈین فتح مند ہیر و گایا گیا۔ سکولس کی جمعیں جو کھڑی تھیں۔
 انہوں نے اپنے جنگ ورسودہ سپاہ کے روبرو اپنے ہتھیار پیش کئے۔ دو دن کے بعد پالک صاحب کی سپاہ
 نے ستلج سے عبور کیا۔ اور ۲۳ کو ناٹ صاحب کی سپاہ نظر آئی۔ جس کے ساتھ سومنات کے کوٹہ فتح کے مرکب میں
 سوار تھے۔ لارڈ ایلن پر اپنے پل پر ہر جنرل کا استقبال کیا جھنڈے کے باقی دنوں میں جشن فتح کی خوشیاں
 ہوتی رہیں۔ سپاہیوں کے رویو ہوئے پبلک سپیچیں ہوئیں۔ سپاہیوں کو ڈیسروں بٹھائیاں ان کے دل اچھکھلائی
 گئیں۔ چالیس ہزار سپاہ اور سو توپیں فیروز پور کے میدانوں میں کماٹھ پنجب نکولس اور گورنر جنرل لارڈ ایلن برا
 کے روبرو اپنے ہزار اور کتب دکھاتی تھیں بڑے بڑے بزرگ مہان ونگستان اور مشرقی ملکوں آ کر تھے
 اس جشن پر وہ سانگ ختم ہوا جس میں انگلستان کو سوائے اسکے کچھ فائدہ نہیں ہوا کہ اس کی عزت میں
 جو جھنڈا آیا تھا اسے دور کیا اور انگلش گورنمنٹ اپنے خیال کے موافق ایک مہم نبلہ کے ہندوستان کو خراج جنگ

سے زیر بار کیا ان آخر فحشوں سے انگریزوں کے ساتھ افغانوں کو بڑی نفرت اور عداوت ہو گئی اور اس نفرت اور عداوت پر اور اضافہ ہو جاتا اگر لارڈ ایلن برائے اس تجویز پر عمل پیرا ہو تو افغانستان کے قیدی اس حسین فیروز پور میں رہائے جاتے۔ امیر دوست محمد خان گورنر جنرل نے حکم دیا تھا کہ وہ دربار میں حاضر ہو مگر اور انگریزوں نے گورنر جنرل کو اس حرکت نازیبا سے باز رکھا کہ امیر پر جس کو ناحق گورنمنٹ بہت سی تکلیفیں دے چکی ہے یہ ایک اور حقارت کا زخم لگائے۔ امیر دوست محمد خان کو بغیر کسی شرط کے اجازت دی گئی کہ وہ اپنے غمخس اور خیر ملک کو چلا جائے۔

پہلی اکتوبر ۱۸۴۱ء کو ٹھیک چار سال بعد لارڈ ڈاگ لینڈ کے اس اشتہار کے جس میں انہوں نے شاہ شجاع کے بھال کرنے کے لئے اپنی مداخلت کرنے کو انصاف بتایا تھا لارڈ ایلن برائے ایک اور اشتہار دیکر لارڈ ڈاگ لینڈ کی پولیسی کی بالکل ناکامیابی اور بطلان کا اعلان کر دیا انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ ناراض رعایا پر اس کی مرضی کے خلاف زبردستی سے یا دشاہ بنانا جیسا پولیسی کے برخلاف ہے ایسا ہی برٹش گورنمنٹ کو محمول کے برخلاف ہے۔ بس ہوا سٹے وہ اسی گورنمنٹ کو تسلیم کرے گی۔ جس کو افغان خود اپنے لئے پسند کریں گے اور برٹش گورنمنٹ اپنی سپاہ کو واپس بلاتی ہے اور گورنمنٹ اُن حدود پر جو قدرت نے اُس کی سلطنت کی مقرر کر دی ہے قانع ہے۔ دوست محمد خان کو قید سے رہائی ہوئی وہ کابل میں جہاں مدتوں تک فرمان روا رہا تھا پھر فرمان روا ہوا اس طرح سے انگریزوں کی مہم کی کہانی ختم ہوئی۔ جو افغانستان کی اندرونی حالت کے دوبارہ منتظم کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ ایک بے مثل چار برس کی آزمائش و مصیبت کے بعد ہر چیز نے اپنی اُنہی حالت میں معاودت کی جو انگریزوں نے اس کے پہلے پائی تھی سوائے اسکے کہ اُن کے بڑے بڑے بہادر دیل انگریز اپنی فونی قبروں میں سونے۔ ڈیوک ونگٹن نے اس مہم کی ناکامیابی کے اٹھ سبب بتلائے ہیں۔ اول ہندوستان میں امن و امان تھا۔ جنگ پیکار کا زمانہ نہ تھا فوجی سامان جو اس کے زمانہ کے موافق ہوا کرتا ہے وہ موجود تھا اُس سے معرکہ آرائی کرنی ایک معاملہ افہمی تھی دوم اپنے کاموں کی آسائش کو بغیر شک کے کارزار شروع کر دینا۔ سوم ہندوستان سے ہندوستانی سپاہ کو ایسے ملک میں لے جانا جو نہایت سرد ہوا اور اس میں وہاں اُن کے افسر و فوجی ہوں اور وہاں کے لوگ اُن کو ملعون اور کافر سمجھتے ہوں۔ چہارم ایک ایسے غیر آباد اُجاڑ ملک پر حملہ کرنا جو انگریزی سپاہ کے مایحتاج کا سرانجام نہ کر سکے اور حانوروں کے لئے دانے چارہ کا بہم نہ پہونچا سکے۔ پنجم پولیٹیکل ایجنٹوں کو حد سے زیادہ اقتدار اور اختیار دینا۔ ششم طاقت انگیزی

سے میک ناشن صاحب کا افعالوں کی وفاداری غیر واجب پر اعتبار کرنا چاہیے

ہفتم میگ زین کا کیا بلکہ خزانوں کو غیر محفوظ جگہ میں رکھنا چاہیے

ہشتم ہنگامہ کے برپا ہونے کے بعد سپاہیانہ کاموں میں پرے درجہ کی بد نظمی اور غفلت شعاری کا واقعہ ہونا۔ بیشک قومی اعتبار سے ہم کی ناکامیابی کے لئے یہ دلائل تھیں جس نے ہندوستان کی آہنیوں میں سے بڑا خزانہ خیر کیا لارڈ ڈاگ لیٹنڈ نے خود لکھا ہے کہ جو وقت افغانوں نے رشتہ اتحاد توڑا اور فساد برپا ہوا تو آٹھ کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا تھا اب اس پر سپاہ کے اس مصیبت میں آنے کا خرچ اور پھر سپاہ کو جانیکا اور انتقام لے کر آنے کا صرف اور زیادہ کیا جائے تو سترہ کروڑ روپے سے بھی زیادہ خرچ ہوا۔ ڈیوک ونگٹن نے جو ناکامی کے اسباب بتلائے اُن سے زیادہ اور عمیق سبب ناکامی کے تھے۔ یہ امر شبہ ہے کہ اس ہم میں جو غلط و مہلک پولیسی پرنی تھی اگر انپولین اپنی ذمات اور فراست کو اور ڈیوک ونگٹن اپنی دور بینی و مال اندیشی کو کام میں لاتے تو کوئی مستقل کامیابی حاصل کرتے۔ جن لوگوں کو اس ہم کی کارروائی سپرد کی گئی تھی۔ اُن کی قابلیت و لیاقت اور بہت کم مصروف ہونے میں کوئی چیز ایسی نہ تھی کہ وہ کامیابی کے مستحق ہوتی۔ اول مہول کی یہ غلطی تھی کہ ہندوستان پر روسیوں پر حملہ کے خوف کا ایسا خیالی ہلاؤ پکنا اور ہوا میں تلخے بنا ناکہ بالکل اپنی راہ باہر چلے جانا اور دوسری بڑی غلطی یہ تھی جس کو لارڈ ڈاگ لیٹن نے اپنے اشتہار میں اعلان کیا کہ بددیتی ایسی رعایا پر کسی کو پادشاہ بنانا جو اُس کو ناپسند کرتی ہو چ

ملکہ مظہر کے عہد و سلطنت کا اقل واقعہ جنگ افغانستان تھی جس میں اُن کی پارلیمنٹ نے بھی کچھ حصہ لیا۔ اور اس کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ اس کے سب سے پس کروڑ روپے کا فرض گورنمنٹ کا بڑھا اور سال کے آخر میں دو کروڑ روپے کا اضافہ اور ہوا اور ہند اور ایشیا میں جو برٹش گورنمنٹ کی مصیبت و شوکت کا سکہ جا ہوا تھا اُس میں تنزل ہوا۔ مسٹر گلر پریسڈنٹ بورڈ کنٹرول نے کمپنی کی طرف سے یہ کہہ کر اس جنگ کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی کہ اہل میں یہ لڑائی روس کے ساتھ تھی اس لئے یہ یورپین معاملہ ہے کورٹ ڈائریکٹر نے اس پولیسی کا نہ حکم دیا نہ اُس کو پسند کیا نہ ہندوستان کی محافظت کے لئے اس کی ضرورت تھی۔ اس لئے اس جنگ کا خسران ہندوستانیوں کے ذمے نہیں ڈالنا چاہیئے مگر ان کی اس دلیل کو کسی نے نہیں سنا چ

انگریزوں نے تو افغانوں کو اپنے نزدیک ایسی سزا دی کہ وہ اس کے دل میں انگریزوں کا خوف

وہ ہشت سید کرتی مگر اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد جو فرنگستانی راج دمان گئے اُن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ کا اثر اُن کے دلوں پر اکتاہٹ ہوا کہ وہ یہ یقین کرتے ہیں کہ انگریزوں پر ہم کو فتح حاصل ہوئی ہے جس پر تعجب ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دشمنوں سے اپنے ہاک کو خالی کر لیا اپنی آزادی کو قائم رکھا اور آخر کار ہم نے اس اپنے امیر کو بھرپور لایا جس کو ہم پادشاہ بنانا چاہتے تھے۔

جنگ افغانستان کا خلاصہ

یہ جنگ بھی انگریزی قوم کے لوح دل پر فولادی قلم سے کندہ ہے جو کبھی نہیں محو ہوگی۔ اس میں عجیب عجیب باتیں وقوع میں آئیں کہ گورنر جنرل لارڈ آک لینڈ نے الادھنڈہ بغیر اپنی کونسل کے صلاح و مشورہ کے افغانستان میں جو انگریزی عداوت کی سرحد سے چار سو میل تھا انگریزی سپاہ کو اس لئے بھیجا کہ وہاں کے پادشاہ جو فزانہ وائی کر رہا تھا معزول کرے اور ایک جلا وطن پادشاہ کو اس کا قائم مقام بنائے جب اس کام میں سپاہ کو بالکل ہزیمت ہوئی تو لارڈ آک لینڈ نے بالکل ہوش تو اس باختر ہوئے وہ مشکل سے ایک رجمنٹ بھی ہندوستان سے نہیں بھیج سکے تھے۔ کے صاحبزادے لکھتے ہیں کہ انگلینڈ میں جو پارلیمنٹ کے لوگ اور کون سروٹو فریقوں میں اختلافات ہوتے ہیں اس کے اثر نے بھی لارڈ آک لینڈ کا ناک میں دم کیا۔ وہ لوگ تھا اور یہ لڑائی بھی لوگ تھی۔

کون سروٹو اس جنگ پر تبرائے تھے ہمیشہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے طرفدار تھے اس وقت کون سروٹو کی طرف لارڈ آک لینڈ کا قائم مقام ایک کون سروٹو آتا تھا اس کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ اب یہ مباحثہ تو ہوتا ہی نہ تھا کہ جنگ کابل کی پولیسی صحیح تھی یا غلط تھی مگر اس پر بحث ہوتی تھی کہ کیا کرنا چاہیے کہ برٹش گورنمنٹ کی عزت اور ہندوستان میں سلطنت کی سطوت و صولت قائم رہے۔ گورنر جنرل تو ایسا دل شکستہ تھا کہ اس سے کسی تیسیر کی امید نہیں ہو سکتی تھی اب بعد اس کے کمانڈر انچیف جبریں پیر نکولس تھا وہ ابتدا ہی سے جنگ کابل کی پولیسی کے لئے تھا۔ اور پشین گوئی کرتا تھا کہ یہ جنگ بے حوصل ہے اس میں ہزیمت ہوگی اور جبریں ہزیمت ہوگئی تو اس نے اپنا پینیری لباس بدل کر تلوار ہاتھ میں نہیں لی۔ بلکہ اس پر وہیں اپنا منہ چھپا لیا کہ تم کہہ دو میں کچھ نہیں کروں گا۔ مگر ضعیف فرمان روایوں کے لئے یہ ایک نعمت آہی ہے کہ سرورست ایسے کارپرداز موجود ہوں کہ وہ چلتے ہوں کہ کیا کرنا چاہئے اور ان کا دل گردہ بھی ایسا ہو کہ جو کام کرنا چاہیئے اس کو وہ دیر سے کریں۔ اس دوران ملک پر جو ہم کی گئی تھی اس میں سکھوں کی امداد پر جو افغانوں کے جانی دشمن تھے بھروسہ کیا گیا تھا۔ مگر اب وہ ہمارے

نخیت سنگ کے مرنے سے اور انگریزوں کی اس ہزیمت ہانے سے انگریزوں کی ہزیمت میں سبے اوپر گلستان ہو گئے تھے ۔

۱۸۴۲ء کے شروع میں رسالہ جنگ افغانستان کے نتائج یہ تھے کہ وہ کابل میں جو انگریزی سپاہ تھی وہ بھڑوں کی طرح ویاں سے نکالی گئی اور دارالسلطنت اور جلال آباد کے درمیان فوج کی گئی اور تھوڑے سے افسر اور لیڈ بال اور بچے افغانوں کے ہاتھ میں مقید ہوئے ۔

امیر دوست محمد خاں نے اپنی بیویوں اور بہت سے بچوں کے انگریزوں کے ہاتھ میں مقید ہوا کٹ پتلی شاہ شجاع تین مہینے کے لئے تخت نشین ہوا اور پھر اُس کی رعایا نے مار کر کھائی میں ڈال دیا ۔
 ۱۸۴۲ء غزنی جس کی فتح سرخان کین نے ۱۸۳۸ء میں بڑی دھوم دھام سے کی تھی وہ کابل کی طرح جنوری ۱۸۴۲ء کو عاجرانہ انگریزوں کو دشمن کو حوالہ کرنا پڑا ۔ بہادری جو جو جوان افسر نے اسکے بچانے میں دکھائی تھی اُس پر حوالہ کرنے کی ذلت طاسی ہوئی ۔ انگریزوں نے جیسا کہ اُن کی بہادری کا اقتضا تھا۔ قلات غلزنی اور قندھار اور جلال آباد پر قبضہ کر رکھا تھا ۔

جنرل پالک ہندوستان سے سپاہ لے کر گئے اور خیبر پر حملہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور سیل صاحب سے جلال آباد میں لے اور پھر کابل پر قبضہ کیا اور ناٹ صاحب قندھار سے غزنی کو فتح کرتے ہوئے کابل میں آئے پھر یہ افسر مع سپاہ اپنے قیدیوں کو چھٹا کر پشاور میں آئے اور امیر دوست محمد خان کابل گیا اور فیروز پور میں فتح کا جشن بڑی دھوم دھام سے ہوا ۔



جنگ سندھ

فصل اول

امیران سندھ اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان معاہدے

۱۸۳۹ء میں برٹش گورنمنٹ کو یہ خیال ہوا کہ مغربی سرحد پر جو وحشی قومیں آباد ہیں ان سے رشتہ تماموار تباہ مضبوط و مربوط کیا جائے اس لئے اس نے سرسبزی پونچر کو اپنا نائب بنا کے سندھ بھیجا کہ وہاں کے حاکموں کے ساتھ جدید معاہدے کرے چنانچہ صاحب ممدوح نے نیا عہد نامہ مرتب کیا جس کی شرائط یہ تھیں کہ ملک سندھ میں خاص قیود کے ساتھ سودا گرسا فرمایا جائے۔ دریائے سندھ انگریزی تجارت کے لئے کھلا رہے مگر مسلح کشتیوں جہازوں و سیاہ و سامان جنگ کی آمدورفت کے لئے سدود رہے ان شرائط کے سوائے اور چھوٹی چھوٹی شرطیں تھیں بس۔ نیا عہد نامہ میرانے عہد نامہ کے ساتھ موثق ہوا اور وہ معاہدہ کرنے والے فریقین کی دوستی و اتحاد کی سند ٹھہرائی۔ انہوں نے آپس میں قسب اقرار کیا کہ ایک دوسرے کے مقبوضات پر کوئی طمع کی آنکھ سے نہیں دیکھے گا۔ ۱۸۳۹ء کے عہد نامہ کے موافق ۱۸۴۲ء میں جہازی مال کے محصولات کی فہرست مرتب ہوئی اور سارے دیہاتی محصولات کی مقدارین اور ان کی تحصیل کے طریقے قابل المینان مقرر ہوئے۔

۱۸۴۳ء کے ابتدا میں عہد نامہ مذکور میں یہ شرائط اور منظور ہوئیں کہ حیدر آباد میں اور انگریزی پولیس ایجنٹ مستقل رہے اور وہ اپنی محافظت کے لئے پہرہ چوکی رکھے اور امیران سندھ اور رعیت سنگھ مہاراجہ لاہور کے درمیان برٹش گورنمنٹ دوستانہ متوسل ہو۔ اسی سال کے آخر میں امیران سندھ کو تعجب دی گئی کہ گجراتی سپاہ جو افغان نشانیں جاتی ہے اُسکو اپنے ملک میں سے وہ گزرنے دیں اور بزرگ منش رستم خان کو ترغیب دی گئی کہ جب تک لڑائی رہے قلعہ بکھر انگریزوں کو مستعار دیدے۔ ابھی برٹش نے ملک سندھ میں قدم رکھا ہی تھا کہ اس نے امیروں پر شاہ شجاع کی طرف سے اکیس لاکھ روپے کے خراج کا دعوے کیا جس سے شاہ پہلے دست بردار ہو چکا تھا اور امیروں سے یہ درخواست کی گئی کہ ایک سپاہ محافظ ملک سندھ میں رکھے۔

اور اس کا خچہ یہ طور خراج تین لاکھ روپے سالانہ دیا کریں اور پھر اس پر پچاس ہزار روپے کا اور اضافہ کیا کہ وہ میر شریف جبار کے اور دیلے سندھ کے سارے محصول راہداری کے معاف کئے جائیں۔ یہاں تک کہ محصول کی حد کو یہاں تک بڑھایا کہ رعایا سندھ بھی اس سے بہ ہو گئی جس سے امیر ان سندھ کے کہ (پھر ہر وقت پیدا ہوئی اور کبھی انہوں نے اس شرط میں خاموشی نہیں اختیار کی اور کہا کہ ہم تو عہد نامہ کے معافی کی امانت میں تھے تھے کہ انگریزی اور پر دیسی مسافروں کے لئے یہ محصول معاف ہو رعایا سندھ کے لئے اس محصول کا معاف ہونا چہ معنی دارد و

لارڈ آگ لینڈ نے کرنل جیمز اورٹم کو سندھ اور اس کے آس پاس کی ریاستوں میں ٹوٹا ٹکٹ ایجنٹ کے عہدے پر سروراز کیا۔ صاحب مدوح کے نزدیک عہد نامہ موجودہ قابل طبعان نہیں تھا وہ کم صاف اور طرفین کے حق میں کم مفید تھا۔ انہوں نے اس کے نقص اور ان کے دور کرنے کی تدابیر بتائیں جو مناسب تھیں۔ اور ان میں طرفین کی صلاحاتی کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ لیکن جلد ایک زمانہ ایسا آگیا کہ جن نقصانوں کو انہوں نے بتایا تھا وہ دور کرنے پڑے۔

اول اول افغانستان میں انگریزوں کو فتح پائیں ہوئیں اور اس کے بعد پریشانی کا زمانہ ایسا آیا جس کا خاتمہ ان اوقات اور مصائب پر ہوا جنہوں نے انگریزوں کو افغانستان سے نکال دیا اور حکم یہ ہوا کہ افغانستان سے ہر انگریزی سپاہی چلا آئے اور آئیں۔ مغربی سرحد سلطنت کی دریائے سندھ قرار پائے۔ امیر ان سندھ کے عہد نامہ کے شرائط پہلے تو بے چینیان پیدا کرتی تھیں اور اب انگریزوں کے متغیر حالات میں وہ سخت برائیاں پیدا کرتی تھیں۔ اس لئے بہر حال یہ قربن مصلحت معلوم ہوا کہ یہ عہد نامہ از سر نو ترمیم و تبدیل ہو جس سے خاص انگریزوں کو ایسے فائدے حاصل ہوں کہ ان میں یہ قابلیت پیدا ہو کہ وہ اس ملک پر مفید طور پر استیلا رکھیں اور غالب رہیں۔ میجر اورٹم نے نیلچہ عہد نامہ مرتب کیا کہ اگر اپنی اور سکھ کا ملک لے کر اس میں انگریزی سپاہ کی دو چھاونیاں ڈالی جائیں جس سے برٹش کی جگہ قوت کو تقویت ہو اور کل محصول دریائی بے چون و چرا موقوف ہو جس سے تجارت کی پاؤں کی بڑیاں کٹ جائیں اور انگریزوں اور امیروں کے درمیان جو غلط فہمیاں ہوتی ہیں اور ان سے جو تلخ پیدا ہوتے ہیں وہ بند ہو جائیں۔ اور ہندوستانی بیڑوں میں جو دشمنی جہان ہوتے ہیں ان کے واسطے جو امیندھن کی کارٹیوں کے لئے قیود ہیں وہ موقوف کی جائیں۔ جس کے سبب سے کافی ایندھن میسر نہیں ہوتا اور اندھینہ پت کہ وہ بالکل باقی نہیں رہے۔ ان سب کے عوض میں امیروں کو ساڑھے تین لاکھ روپے سالانہ جواب تک

شہزاد خان پر بغاوت کا بہت ہی کم شبہ ہو سکتا تھا اور باقی حکمران امیر خیر پور میر محمد نے اور حیدر آباد کے امراء حسین علی خان صفدر خان نے ذرا سا کام بھی ادا نہیں کیا تھا کہ وہ انگریزوں کے ساتھ دوستی کے برخلاف ہوتا۔ سندھ میں جب سے انگریز داخل ہوئے صفدر خاں اُن کے ساتھ دوستانہ کام کرتا تھا۔

کرنل اوٹرم کی جگہ سرچارلس نے پیرسندھ کے سپہ سالار اور پولیٹیکل ريجنٹ اعظم مقرر ہوئے۔ وہ بڑے جری دلاور سپاہی اور روشنفکر عالی دماغ مدبر تھے مگر وہ ہندوستان کے حالات سے جاہل تھے خود اتحاد اسد رجب کے تھے کہ اپنی جہالت کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کرنل اوٹرم نے جو عہد نامہ کا مسودہ تیار کیا تھا۔ اس میں لارڈ ولینگٹون نے یہ شرائط اور شرائط کی جن امیوں کے بدخواہی کی شہادت قوی ہوگی تو ان کو یہ سزا دی جائے گی کہ ان کے ملک کا تھوڑا سا حصہ چھین کر بہاول خاں کو دیا جائے گا۔ جو برٹش کاٹھیاخیر خواہ دوست ہے اور وہ اس انعام کا بھی مستحق کرنل اوٹرم نے اُن ہدایتوں کے موافق جون ۱۸۴۲ء میں یہ انتظام بنایا کہ سینٹرل کوٹ جو بہاول خاں سے ۱۸۳ میل میں چھین لیا گیا تھا۔ وہ حیدر آباد کے امیر نصیر خاں سے لے کر پھر اس کو دیدیا جاوے۔۔۔ اس میں سندھ کے مستحق ہیں کہ اُن کا ملک اس قدر ضبط کیا جائے۔ گورنر جنرل نے اب عہد نامہ میں یہ اور اضافہ کیا کہ یونگ بٹراجہ بہاول خاں سے ناحق لے لیا گیا تھا اور اب وہ میرستم کے قبضہ میں ہے اس سے لیکر اسکو واپس دیا جائے جو اضلاع ضبط ہوئے اُن کی سالانہ آمدنی ۱۳۰۰۰۰ روپے تھے۔ اور انتظامات میں جو اور ضبطیان ہوئیں وہ سب ملکر ۴۶۰۰۰ روپے کی ہوئیں جس کے برابر امیروں کو خراج معاف کیا گیا تھا۔

۱۳۔ نومبر ۱۸۴۲ء کو گورنر جنرل نے جنرل فیملی کے پاس حکم بھیجا کہ ملک اور زیادہ بہاول خاں کی سرحد روٹی تک ضبط کیا جائے۔ جس کی آمدنی ۸۴۰۰۰ روپے سالانہ ہے پہلے ضبطی بر ۳۹۴۰۰ روپے کا اور اضافہ کیا نئے عہد نامہ کا مسودہ سرچانس نے پیر کے پاس ۱۲۔ نومبر ۱۸۴۲ء کو کرنل اوٹرم کی روانگی سے ایک دن پہلے بھیجا۔ کرنل صاحب نے ملک کی ضبطی کا اضافہ دیکھ کر جنرل صاحب سے کہا کہ اس میں کچھ غلطی سے آپ جب تک اس معاملہ کو گورنر جنرل سے رجوع نہ کریں نئے عہد نامہ کی تعمیل نہ کریں۔ مگر جنرل نے یہ کام دو چھینے اٹھارہ دن تک نہیں کیا یعنی ۳۰۔ جنوری ۱۸۴۳ء تک گورنر جنرل کا حکم اس اضافہ ضبطی کی موافقتی کا ۹۔ فروری ۱۸۴۳ء کو صادر ہوا۔ جو جنرل کے پاس میانہ کے جنگ کے بعد پہونچا کہ ہزاروں مردے خون قریں سوتے تھے۔ اور سارے ملک پر انگریز فائض تھے اور امیر مقتید اور جلاؤ وطن تھے۔ نئے عہد نامہ میں امیروں کا ملک ہی مضبوط ہوا تھا بلکہ وہ اپنی ٹکسال اور سکوں کے جاری کرنے بھی منع کئے گئے تھے ٹکسال کی آمدنی سے اور اپنے

سلطانی استحقاق سے محروم ہونے کا دل میں امیر ٹرانسج کرتے تھے اور اس سے زیادہ اُن کو یہ شاق تھا کہ سندھ میں جو سکہ جاری کریں اس کی ایک طرف ملکہ معظمہ کی صورت ہو وہ صورت کے ہونے کو اپنے عقیدہ اسلام کے برخلاف سمجھتے تھے لارڈ ایلن برائے کرنیل اوٹرم کو امیروں کی چشم تائی اور دھمکانے کے لئے یہہ خط امیروں کے نام لکھا تھا کہ میں تمہاری وفاداری اور خیر خواہی اور دوستی پر جب تک اعتبار کروں گا کہ تمہاری بدخواہی اور دغا بازی کا ثبوت کامل میرے ماتحتیں نہیں آئے گا لیکن اگر ایسا ثبوت مجھ کو مل گیا تو پھر میں اس میں تامل نہیں کروں گا کہ تمہاری حکومت کو جس کو تم نے بُری طرح استعمال کیا چھین لوں جو اس خط کو کرنیل اوٹرم نے مصلحت سمجھ کر دبائے رکھا۔ امیروں کو اس خط کے دینے میں یہ اندیشہ کیا تھا کہ اگر وہ اس کو دیکھ کر بگڑ بیٹھے تو افغانستان سے سپاہ کا سندھ میں ہو کر آنا مشکل ہو گا جب تک تو صرف تین امیر تھے جو انگریزوں کے بدخواہ تھے پھر سب امیر بدخواہ ہو جائینگے جو

خلاصہ یہ ہے کہ کرنیل اوٹرم نے جو نیا عہد نامہ تیار کیا تھا اُس میں ۳۱۶۰۰۰ روپے سالانہ ملک کے لینا تجویز کیا تھا اور اس کے عرصے میں امیروں کو اسی قدر خراج سالانہ اور باقیات خراج جو پہلے عہد نامہ کے موافق اُن کے ذمے واجب الاذاعتیں سماعت کرنا قرار دیا تھا۔ لارڈ ایلن برائے ہدایت کی کہ ۱۲۰۰۰ کا ملک ضبط کر کے بہاول خان کو دیا جائے یہ ملک اُن امیروں کا ضبط ہوا جن کا رویہ اور طریقہ ایسا تھا کہ انکو یہ سزا ملنی چاہیے تھی۔ لیکن گورنر جنرل نے کرنیل اوٹرم کو متورطے دونوں کے لئے سندھ سے علیحدہ کر دیا۔ اور اُن کے قائم مقام سرچارلس نے سپر کو ہدایت کی کہ وہ ملک کی ضبطی کو روٹی تک بڑھائیں جسکی آمدنی سالانہ ۸۴۰۰۰ روپے تھی۔ کرنیل اوٹرم نے اس حکم کی غلطی کو تباہ یا مگر غلطی کے درستی ہونے میں دو عجیبے اٹھارہ روز کا التوا ہوا یہ غلطی درست نہ ہوئی سرچارلس نے پیر نے علی مراد کے ساتھ ایسا انتظام کیا کہ بالائے سندھ امیروں کا ملک ۵۰۴۲۵ روپے سالانہ آمدنی کا ضبط کیا اس لئے انگریزوں نے کل ملک کو ۱۳۴۷۵۰ روپے سالانہ آمدنی کا ضبط کیا کل ملک کی آمدنی ۲۰۳۹۵۰۰ روپے سالانہ تھی۔ اس امر سے گورنر جنرل کو ۱۲۔ اگست ۱۸۴۷ء تک طمّاع نہیں ہوئی اب آگے اس بیان کی تفصیل ہوگی جو

فصل دوم

سرچارلس نے سپر کی ڈپلومینی اور امیروں کے ذمے الزامات کے معاملات کی چھپ گیلوں کو سمجھنا اور

خدا کے خصوصیات کا جاننا اور اُن کو جاننا کہنا جس سے سندوستانی ریاستوں کے مقدمات کا فیصلہ
 ایسا کیا جائے گا۔ کے حق میں سفید ہو اور غائب ہو۔ اُن کو غائب ہونا اعتبار اور سوخ بڑھے۔
 ان کے ہاتھ کا حاصل ہونا نخر باور مطالعہ شاہدہ پڑو توت ہے۔ ایشیا میں سلطنت کے نظم و نسق کے
 لئے رعایا کے عادات و رسوم اور دستورات و قوانین اور آئین سے ماہر ہونا ایسا ہی ضرور ہے جیسا کہ
 یورپ میں مہذب قوموں کے لئے۔ ہر ملک کی بعض باتیں ان آدمیوں کو عجیب معلوم ہوتی ہیں جو اُن کو
 سمجھتے نہیں۔ عدم واقفیت و لاعلمی کے سبب سے ایک ملک کے تمدنی و قانونی و پولیٹیکل حصص و احکام
 اور اختلافات دوسرے ملکوں کو بیہودہ و لغو معلوم ہوتے ہیں۔ اس سبب سے یورپ والے ایشیا والوں کی اور
 ایشیا والے یورپ والوں کی بہت باتوں کو لغو و بیہودہ جانتے ہیں۔ یہ ہے کہ انگریزی سلطنت کی
 عظیم الشان عمارت کو اس نظام نے قائم کیا ہے کہ جب تک کسی شخص میں یہ یقین نہ ہو کہ اس ملک کے
 کاموں میں آگہی اور تجربہ ہو اور علاوہ عقلی کمالات کے اُس میں عاقلانہ اخلاق بھی ایسے ہوں کہ وہ ہندوستانی
 ریاستوں میں ایسے یوٹیٹل نگل اختیارات کو مستحکم کر کے ساتھ جو تین ہی سمویا ہوا ہو اس طرح کام میں لائے کہ
 نہ خود تکلیف اٹھائے اور نہ اوروں کو تکلیف پہنچائے اور جو معاملات بہم پیش ہوں اُن کو مہربانی کی نظر
 سے دیکھے اور جہاں سزا دینے کی ضرورت نہ ہو وہاں بددش سے بھڑپوٹی کرے اس کو پولیٹیکل جواب دہی
 سپرد کی جانی۔ سرولیم اوٹرم صاحب لکھتے ہیں کہ سرچارلس نے پیران لیاقتوں میں کچے تھے غلطی ہی بات مانتی
 کہ وہ جن لوگوں کے حسن انتظام کے لئے متفر ہوئے تھے اُن کی زبان سے رسوم سے دل کے تاثرات سے
 ناواقف تھے بلکہ اُن کے اوصاف و اطوار میں خشونت اور ظلم تھا۔ اُن کو ہندوستانیوں کے خصائل کی نسبت
 ایک تعصب تھا کہ وہ ہندوستانی امیروں کی سچی خیر خواہی اور وفاداری کو بغیر کسی وجہ کے مشتبہ اور بے اعتبار
 جانتے تھے غالباً اسی سبب سے اُن میں یہ لیاقت نہ تھی کہ بچ کو جھوٹ سے جدا کر لیتے یا بے ریا کی اور ریا میں تمیز
 کرتے یہ بات اُن میں بالظن تھی۔ کچھ اراکین علما نے بھی اسی سبب سے انہوں نے زبردستی کی اور انگریزی تھیاریوں
 کے خوف کی طرف رجوع کی جس میں وہ اپنے تئیں استاد جانتے تھے۔

سرچارلس نے پیر کے سبب سے ایران سمند کو جو اشتعال پیدا ہوا اُس کے جا پھنے کے لئے
 یہ جاننا اور یاد رکھنا ضروری تھا کہ امیر آوا اور خود مختار پادشاہ تھے اور اُن کی رعایا اُن کی اطاعت اور
 فرمان برداری ایسی ہی کرتے تھے جیسے کہ پادشاہوں کی کیا کرتے ہیں۔ سرچارلس نے پیر کے آنے کو وقت

کچھ برس گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدہ دار اُن سے جو خط و کتابت کرتے تھے اُن کو القاب و آداب ایسے ہی چھوڑ
کرتے تھے جو اُن کی شانِ عظیم کے شایانِ گورنمنٹ نے مقدر رکھنے تھے۔ بہ اہِ راسے صائب کے برخلاف تھا کہ
تحریر کی طرز ایسی اختیار کی جائے کہ جس سے امیروں کی دشمنی ہوے۔

لارڈ ایلن برائے ہندوستان میں وارد ہوتے ہی کل پولیٹکل افسروں کو ہدایتیں فرمائی کہ وہ
ہندوستانی رؤسا اور اُمراء کے ذاتی خواہش کا بڑا ادب اور لحاظ کیا کریں اور اُن کے ساتھ خط و کتابت اور ملے جلنے
میں اُن کی ذاتی خواہشوں پر خیال کیا کریں اور اُن کو دوستوں کا قائم مقام جانا کریں اور اُن کو برٹش گورنمنٹ کی قوت
سمجھا کریں۔ اور یہ بھی خیال رکھیں کہ حکومت کے ضروری کاموں پر محاسنِ اخلاق کا لباس پہنا ضروری ہوگا۔
ان ہدایتوں کے خلاف امیرانِ سندھ کے ساتھ سرچارلس نے پیر کا بڑا وقتا اُنہوں نے جب سندھ کے
پولیٹکل فریض منصبی کو اپنے ذمے لیا تو اوّل ہی اُنہوں نے یہ خیال کیا کہ اُن سے جو پہلے انگریز وہاں پولیٹکل افسر تھے
اُن کا نظام ضعیف و مذہب تھا۔ اور اُنہوں نے اپنی آندادی اور زور آوری سے امیروں کو متنبہ کیا کہ اب اس نظام
کا خاتمہ ہے۔ دوم اُنہوں نے بغواسے احکام گورنر جنرل میجر اوٹرم کی تحریرات سے ثابت کیا کہ امیرانِ سندھ برٹش گورنمنٹ
کے ساتھ بدخواہی اور دشمنی کے کام کرتے ہیں۔ سوم اُنہوں نے امیروں کو ترغیب دی کہ چپ چاپ وہ اس نئے
عہد نامے کو منظور کر لیں جو لارڈ ایلن برائے اس سبب سے مرتب کیا ہے کہ امیر پہلے عہد نامے کی شرائط پر عمل
نہیں کرتے تھے اور برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بدخواہی کی مخفی تدابیر کرتے تھے۔ پس آخر امر کی تحقیقات پر اس ہم سندھ
کا حق و ناحق ہونا موقوف ہے۔

۹۔ ستمبر ۱۸۴۲ء کو سرچارلس نے پیر سندھ میں وارد ہوئے اس وقت اس ملک میں امن و چین تھا اور
کسی بلوہ فساد کا اندیشہ نہ تھا۔ انگریزی افسر مع اپنی بیویوں اور بچوں کے بغیر کسی پہرہ چوکی کے جہاں چاہتے تھے
سارے ملک میں پڑے پھرتے تھے۔ مگر سرچارلس نے پیر نے اُس ملک کا نام دشمنوں کا ملک رکھا۔ امیروں سے
جو اول ملاقات کی تو وہ ٹھائیوں و میووں کے خوان اور زہر رانہ میں روپیوں کی تھیلیاں پیش کرتے تھے وہ ان سے
یہ کہتے تھے کہ اگر تم عہد نامہ کے برخلاف کام کرو گے تو میری دوسری ملاقات تمہارے لئے بہت کم مبارک ہوگی۔
امیروں کے ملاقات کے جو رسوم اور آداب تھے وہ اُن کے یا بندہ تھے اُن مشرقی امیروں کو بغیر القاب و آداب کے
اُنہوں نے مکاتبات بھی شروع کئے۔

میجر اوٹرم کی جگہ جنرل چارلس سٹیمپز مقرر ہوئے تھے۔ ان دونوں صاحبوں میں اتفاق آراء نہ تھا

جنرل صاحب جو سندھ کی تاریخ لکھی اُس میں محمداثرم صاحب پر اعتراضات کئے کہ اُن کی عزت پر شبانگاہ تھے اسلئے اس کے جواب میں میجر صاحب نے بھی ایک کتاب لکھ کر اپنے تئیں سب اعتراضات سے بری کیا اور جنرل صاحب کے کاموں میں مین میکھ نکالیں اور جو کچھ لکھا ہے وہ میجر صاحب کی کتاب سے بالا جا ل نقل کیا ہے اب آگے جنرل صاحب کی تاریخ سے نقل ہوتا ہے اور اُن کی تحریر پر جو میجر صاحب نے جمع و قدح کئے ہیں وہ بھی کہیں کہیں نقل ہوئے ہیں۔ جنرل صاحب کی تاریخ بطور روزنامہ کے تاریخ وار تحریر ہوئی ہے اُس میں سے ضروری حالات تاریخ کا اپنی زبان میں نقل کرتا ہوں۔

۱۳۔ ستمبر ۱۸۵۷ء کو کراچی میں اپنی توپ کے ایک گولہ کے چھٹنے سے جنرل صاحب کی پٹلی زخمی ہوئی۔ جس سے اُن کو بڑی تکلیف ہوئی۔ مگر اس حال میں بھی وہ اپنے کاموں کو بڑی استعداد اور جلالاً سے کرنے رہے۔ سندھ کے معاملات میں پولی ٹکل انجینٹوں کے تذبذب کے سبب بہت سی پیچیدگیاں اور گل جھیشیاں واقع ہو گئی تھیں سو سب اُنہوں نے سلجھائیں۔ ملارڈ آگ لیٹنگ کی حکومت میں امیران سندھ کے ساتھ ایک بڑا سلسلہ عہد و پیمان کا شروع ہوا تھا۔ اس کے سبب سندھ میں انگریزوں کا ایک جزوی قبضہ ہو گیا تھا اور امیران سندھ خود مختار بالکل اختیار رکھتے تھے۔ ساتھ برس کا عرصہ گذرا تھا کہ تال پوری بلوچوں نے سندھ سے کلورائی قوموں کو خارج کر کے اپنی حکمرانی قائم کی تھی۔ اُنہوں نے سندھیوں کو اپنا تابع بنایا اور اپنی پہاڑی قوموں کو میدانیوں پر فرمان روائی کے لئے نیچے لے آئے تھے مفصل فیل قوس آہیں میں مربوط تھیں۔ کوہستانی بلوچی۔ میدانی بلوچی۔ خاص سندھی اور ہندو۔ آخر دو قوموں پر پہلے قوم جابر حکمران تھی اور دوسری قوم کے امیر پہلے قوم کے سردار تھے۔ تال پوری بلوچوں میں چار باری دستور تھا یعنی ملک کو چار بھائی اُس میں تقسیم کر کے قابض ہوتے اور ہر ایک فرمان روائی کرتے اُس کی اولاد کی اولاد میں بھی دستور چلا آتا تھا۔ لیکن اس وقت اُن میں تین ہی خاندان حیدر آباد اور خیر پور اور میر پور میں حکمران تھے۔ اول جنوب میں دوسرے شمال میں تیسرے مشرق میں جس کی حد ریگستان تھا۔ اس چار بار نظام سے یہ دستور نکلا کہ بھائی کا جانشین بھائی ہوتا بیٹا ہوتا اور اس کے سر پر دستار دارت ہوتی۔ جس وقت سر چارلس نے پیر سندھ میں آئے تو حیدر آباد میں بغیر خان اور خیر پور میں میر ستم اور میر پور میں میر صاحب دستار تھے۔ میر ستم بڑا بوڑھا تھا اُس نے کلورائی آمیروں کو سندھ سے خارج کیا تھا۔

۲۵۔ ستمبر ۱۸۵۷ء کو حیدر آباد میں میرے پاس ہر امیر اور سردار نے بین خان مٹھائی کے مجھے سو سے زائد آچکے ہیں اُن سے تمام کنارہ دریا کا پٹا ہوا ہے آدمی کے سر پر خوان گول چتر کی شکل آتا ہے امیروں

نے عجیب انسانیت کو الٹ پلٹ کیا ہے اور یہ جانتے ہیں کہ میں اور میرے افسر اس مٹھائی کا ایک بھورا زبان پر نہیں رکھتے مگر وہ اُن کو بھیجے جاتے ہیں اور اگر انہیں میں نہ لون تو بہت ناخوش ہوں۔ امیروں نے میرا استقبال بڑے احترام سے کیا مگر اُن کو عہد نامہ کا پابند ہونا چاہیئے مبرا ارادہ ہے کہ اُن کو محال ملے گی کہ باب میں سبق پڑھاؤں گو وہ اچھے طالب علم ہیں۔

۲۶۔ ستمبر ۱۸۵۷ء کو میں امیروں کی ملاقات کو گیا انہوں نے میرا بڑا احترام کیا۔ میں بغیر خاں کی دائیں طرف بیٹھا وہ بڑا فرماندار ہے مگر نہ خوبصورت ہے نہ بدصورت میں نے اُس کے چہرے میں کوئی بری بات نہ سوا اس کے نہیں دیکھی کہ وہ انگریزوں سے نفرت رکھتا ہے لیکن وہ یہ نہیں پسند کرتا ہے کہ اُس کا ملک کسی غیر کا تابع ہو گو وہ ہم سے نفرت رکھتا ہے لیکن بظاہر بڑا تپاک کرتا ہے وہ اپنے دستورات میں اشرف معلوم ہوتا ہے جو امیر بار بار میرے مزاج کی خیر و عافیت پوچھتے تھے میں اُن کو اس کہنے سے خوش نہیں کر سکتا تھا اگر وہ وہ عہد نامہ کے موافق راہداری کا محصول لینا موقوف نہ کریں گے تو میری دوسری ملاقات اُن کے لئے کم مبارک ہوگی۔

۲۷۔ اکتوبر ۱۸۵۷ء چٹھی مہڈ ڈوکس گورنمنٹ سکریٹری کے نام
امیر کسی طرح ہماری نیک خواہی کے ساتھ کام کرتے ہوئے نہیں معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے فٹنٹ ہیل صاحب کو یہ خط دیا جس کی نقل ملغوف ہے میرے نزدیک یہ نامناسب ہے کہ عہد نامہ کی دفعہ کا جو مقصود و مطالبہ ہوائی کو ایک دفعہ کے کچھ الفاظ باطل کر دیں امیر یہ کوشش کرتے ہیں کہ کراچی میں رسد نہ آنے پائے اور جب ہم اُس کی شکایت کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم عہد نامہ کی دفعہ کے برخلاف کام کرتے ہو۔ (اس دفعہ میں لکھا ہے کہ انگریزوں کو اختیار نہیں ہے کہ امیروں کی رعایا جو اُن کی شکایت کریں اُس کی شنوائی کریں) اس دفعہ کے الفاظ پر ایسی چون و چرا ہو سکتی ہے جس سے امیر قائلہ اٹھا سکتے ہیں۔ اُن کے اس فریب سے بچنے کے لئے میرے نزدیک یہ ترکیب ہے کہ اُن کے اس بیان سے ہم انکار کریں کہ ہم نے عہد نامہ کے خلاف کام کیا ہے کہ اُن کی رعایا نے جو اُن کی شکایتیں کیں نو اُن کی شنوائی کی۔ میں اس پر اصرار کرتا ہوں کہ شکایتیں ہم نے خود اپنے سبب سے کیں ہیں اور یہ سچ ہے۔ عہد نامہ کا نتیجہ یہ ہے کہ امیروں کی رعایا کی خطا اُن کے جو رجحان سے کی جائے۔ یہ عہد شکنی کا عذر نہیں ہو سکتا۔ امیر دریا پر محصول راہداری لیتے ہیں یہ صریح عہد شکنی عہد نامہ کی دفعہ کے موافق ہے انہوں نے یہ حکم بھی دیا ہے کہ بہاولپور کے

ناجروں کی کشتیوں اور اُن کی اپنی کشتیوں پر راہداری کا حصول لیا جائے جو
میں نے جو امیر حیدر آباد کو شکایتیں لکھیں اُن کا جواب اُس نے مجھے کچھ نہیں دیا۔ مگر میرا اُس کو متنبہ کرنا
درست تھا۔ اُن کو یہ حق حاصل ہے کہ میں نے عہد نامہ کے جو معافی بیان کئے ہیں وہ اُن کو نہ مانیں اور پھر اپنے
معافی بیان کر کے گورنر جنرل سے فیصلہ کرائیں۔ اُن کے دعوے کی بڑی بنیاد یہ ہے کہ ہم خود مختار بادشاہ ہیں۔
مجھے اُمید ہے کہ گورنر جنرل میری اس تحریر کو پسند کریگا جس نے نصیر خان کو متنبہ کیا ہے کہ کیا وہ ہمارے
ساتھ علانیہ دشمنی اختیار کرے یا عہد نامہ کا پابند ہو۔ غالباً وہ دوسری بات اختیار کرے گا اور مخفی اپنی
ایسی ہی چال بازیاں کرے گا جیسی کہ اب تک کی ہیں۔ لیکن اس صاف متنبہ کے بعد اس کے مقدمہ کی صورت گین
ہو جائے گی۔ جسے میں یہاں آیا ہوں میں نے سنا ہے کہ نصیر خاں نے
موصول راہداری وصول
کیا ہے اور بہاولپور کی کشتیوں میں جو دریائے سندھ میں چلتی تھیں آگ لگا دی اور اُس کو عہد نامہ کے موافق
درست سمجھایا۔ امر مجھ کو ایسا اہم معلوم ہوا کہ میں نے لفٹنٹ برٹن کو ہدایت کی کہ وہ اُن واقعات کا ثبوت بہم
جس کی مجھے اُمید ہے کہ وہ دس روز میں حاصل کر لے گا جو

لفٹنٹ مائل لی کو میں نے ہدایت کی ہے کہ وہ برٹن کے اس پروانہ کی نقل حاصل کرے جو چند مہینے
ہوئے کہ نزل کو دیا گیا تھا کہ وہ انگریزی چھانیوں میں بغیر کسی محصول دینے کے اسباب کو فروخت کرے اور نصیر خان
کے اُس حکم کی بھی نقل حاصل کرے جو نزل کے گرفتار کرنے کے لئے دیا گیا ہے میں نہیں سمجھتا کہ کس لئے امیروں
سے اس کام کے لئے اجازت لیجئے۔ عہد نامہ کی دفعات ۱۲ و ۱۳۔ امیروں کو منع کرتی ہیں کہ برٹش چھانیوں میں جو
اسباب بچا جائے اُس پر محصول لیا جائے یہ ضرورت نہیں ہے کہ امیروں سے اجازت لی جائے اور برٹش رعایا
کا ملازم اس کو قبول کریں۔ ۸۔ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو میر اور ٹم کو کاٹھا کھل اور حشیوں کے امیران سندھ بھی حشی
اور سیانے مکاریں۔ وہ پہاڑ پر چڑھ سکتے ہیں مگر اُن کے گلے میں عہد نامہ کی رتی ایسی پٹی ہوئی ہے کہ وہ سمجھتے
ہیں کہ ہم اس سے پرے ایک آنچ نہیں جاسکتے اور اگر جائیں گے تو اُس کا خمیازہ بھگتیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ
اگر میں سندھ کا مالک ہوتا تو کیا ہو گا اور غالباً جو ہونے والا ہے وہ میرے گمان میں ہے جو

لفٹنٹ مائل لی لکھتے ہیں کہ امیر صفدر کو جو جواب آپ نے لکھا تھا وہ بھیج دیا گیا۔ وہ نصیر خاں کی دل کی
یا توں کو ٹوٹنا ہے یا وہ ڈرتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ دونوں طرف رہے یہ دونوں آپس میں فوج گھسٹ نہیں
کریں گے۔ اگر وہ کریں تو خدا اُن کو روکے لیکن ہماری حکومت سے وہ اور ان کی رعایا بہتر حالت میں

ہو جائیگی۔ میرے قلم نے اُن کی جیلانی کی ہے کہ معاملہ صاف اچھی طرح سمجھیں آنے لگا ہے لیکن ہم کو معاملہ کو اور صاف کرنا چاہئے۔

امیروں کی حکومت سے جو رعایا اپنی نفرت ظاہر کرتی تھی اُس سے امیروں کو بار بار اطلاع دیجانی تھی کہ وہ اپنے اوپر گھمنڈ کرنے سے باز رہیں۔

حیدر آباد میں برٹش ریزیڈنٹ اور امیر شہداد کے ایک مقدمے درمیان گفتگو ہوئی۔ امیر کے دوست نے یہ سوال پوچھا کہ اگر امیر برٹش گورنمنٹ کے انراض اور فائدوں کے لئے امیروں کی عدوت اور دشمنی کو فرو کرے تو برٹش گورنمنٹ اُسکی اعانت کریگی۔ جواب سرچارلس نے پیر کا۔ عہد نامہ کی دفعہ ۱۴ کے موافق برٹش گورنمنٹ اپنی ساری قوت سے اس امیر کو سہارا دیگی۔ اگر عہد نامہ کی پابندی کے ساتھ اسکی ذات معرض خطر ہے تو وہ برٹش ریزیڈنٹ کی حمایت میں آجائے اسکی جوابت ہوگی اُس کا انتقام گورنر جنرل لے گا۔

امیر کا دوست۔ اگر اور امیر سردانوں کے عطا کرنے سے انکار کریں اور اس بابت لکھیں اور آپ امیر شہداد کی ہمدردی میں تو اس پر آپ کچھ توجہ نہ کریں اور کسی بات پر سوائے اس بات کے جو اس وقت ملاقات میں ہوئی ہے کسی بات پر خیال نہ کریں۔

جواب۔ میں کسی مخفی سازش میں شریک نہیں ہوں گا کہ امیر کی امداد کر کے اور امیروں کو جو اسکے مرشد و وار ہیں دھوکہ و فریب دوں۔ امیر جس کا عذر پر دستخط کریں اُس کا خود جواب دیں اگر امیر عہد نامہ کا پابند ہوگا تو گورنر جنرل اُس کو سہارا دے گا۔ اگر عہد نامہ سے وہ منحرف ہوگا تو اُس کا خیاناہ بھجکتے گا۔ گورنر جنرل دوستوں کی نصائح کرنے کے لئے اور دشمنوں کو سزا دینے کے واسطے یکساں صاحب طاقت ہے۔ امیر خود مختار مطلق العنان فرمان روا ہے عہد نامہ کا پابند نہ ہو اور امیر اپنے حق میں آپ انصاف کریں اور اُن کے نتائج کو اٹھائیں اگر امیر میری نصیحت کا متنبی ہے تو وہ عہد نامہ کا پابند ہو۔ اور گورنر جنرل کی حمایت پر پورا اعتماد رکھے اور پیشہ دل میں یہ خیال رکھے کہ وہ انفراداً اور مجبوراً عہد نامہ پر عمل کرنے کا عہد کر چکا ہے۔ گورنر جنرل کی ہدایت کے موافق سندھ کی حکمرانی میں میری ولی خواہش ہے کہ امیروں اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان جو عہد نامہ کے موافق دوستی و اتحاد ہے اُسے قائم رکھوں یہ عہد نامہ دونوں کے اتحاد کی ایک بندش ہے اگر وہ شکستہ ہوگئی تو رشتہ اتحاد بھی شکستہ ہو جائے گا۔ اس واسطے میں نے مستحکم ارادہ کر لیا ہے کہ اگر عہد نامہ کے خلاف دناسی بھی عہد شکنی ہو تو اُس کی رپورٹ گورنر جنرل کو کر دوں سرے سے عہد نامہ کا نہ ہونا اس سے بہتر ہے۔

کہ وہ لٹو نہ رکھا جائے

چار امیروں نے اطاقت قبول کی اور دواطاقت نہیں قبول کرتے لیکن عہد و پیمان کرتے ہیں جن کی مزاحمت کو برداشت نہ کریں گے۔ وہ جاہل حکمران ہیں اور ہم جی جاہل حکمران ہیں۔ مگر ہماری حکومت سے غریب زیادہ آرام نسبتاً ان کی حکومت کے پاتے ہیں۔ عہد نامہ میں صاف لکھا ہے کہ دریا سے سندھ میں کسی کشتی پر ہداری کا محصول نہیں لیا جائے گا۔ لیکن پھر بھی محصول وہ لیتے ہیں اور میں جب اس کی مانعت کرتا ہوں تو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم صرف اپنی رعایا سے محصول راہداری کا لیتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ اچھا صاحب عہد نامہ میں تو یہ لکھا ہے کہ کشتی پر محصول نہیں لیا جائے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہاں صاحب عہد نامہ میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ امیر سندھ خود مختار مطلق العنان فرمان روا اپنی قلمرو میں ہیں اور انگریز کسی شکایت کو جو ان کی رعایا بر خلاف ان کے کرے شنوائی نہیں کریں گے میں کہتا ہوں بیشک تم سچ کہتے ہو میں ایک لفظ بھی شکایت کا نہیں سنو گا جو تمہاری رعایا کرے گی۔ مگر عہد نامہ میں یہ لکھا ہے کہ محصول نہیں لیا جائے گا۔ بس تمہاری رعایا شکایت نہیں کرتی بلکہ ہم شکایت کرتے ہیں۔ بس ایک دفعہ شکایت کر کے تم کو متنبہ کرنے ہیں کہ اگر پھر تم محصول لو گے تو ہم حیدر آباد سے محصول لیں گے

کیا تم ایسے بیوقوف ہو کہ اپنی رعایا کی کشتیوں اور تجارت پر محصول لو گے اور غیروں کو محصول سے معاف رکھو گے اور اپنے دشمنوں سکھوں کی کشتیوں کو بے محصول گزرنے دو گے؟ تمہارا محصول لینا ہی تمہاری پرانی تدبیر ہے جس سے دریائے سندھ کی تجارت بالکل غارت ہو جائے۔ یا تم یہ خیال کرتے ہو کہ افغانستان میں ہماری تمام فوجیں قتل ہو جائیں گی تو محصول کا لینا لڑائی جھگڑنے کے لئے اچھا سبب ہوگا۔ مرغا پھر لڑنا نہیں چاہے گا لیکن انگریز افغانوں سے شکست یا کر پھر لڑنا نہیں چاہیں گے۔ مرغا پالی سے بھاگ گیا تو پھر نہیں لڑتا۔ اول تو افغانستان میں ہماری فوجیں فوجیں ہو گئیں گو تم کہو اس کی امید بر خلاف ہے۔ دوم سوائے اس کے ہمارے پاس فوج اس قدر ہے کہ تم سب کو دریائے سندھ میں ڈبو دینے کے واسطے کافی ہے

یہ غریب الحق امیر خیال کرتے ہیں کہ دریائے سندھ پر جو کل سپاہ انگریزی متصرف ہے اس کے حیوانات کے لئے ہم دریائے سندھ کے کناروں کو بے چارہ جنگل بنادیں گے اور تمام نباتات اور زمین مزدور کو ایسا غارت کریں گے کہ پانی میں جو چار مسلح دفاعی جہاز تیر رہے ہیں ان کے واسطے ایندھن نہ میسر ہوگا۔ محصول لینے سے سپاہ کی اور اپنی کم نجات رعایا کی جو بعض دفعہ لید میں سے دانہ چھین چن کر کھاتی ہوئی نظر آتی ہے اسودگی کو نذر

کردیں گے اس کا انجام کیا ہوگا؟ ہمارا کوئی حق نہیں کہ سندھ پر قبضہ کریں۔ لیکن ہم اس پر قبضہ کریں گے تو وہ انسانیت کے لحاظ سے کمینگی ہے لیکن بڑی مفید اور بکار آمد ہے۔ امیروں نے ساٹھ سال میں بڑے بڑے سلطنت حاصل کی ہے جس کو وہ اپنی تنوار کے زور سے سنبھال نہیں سکتے۔ بس جو کچھ ہوتا ہے وہ ہونے دو لارڈ ایلن براؤن نے سر چارلس سپرکویہ ہدایتیں کیں ۛ

آخر حادثات میں جس کے اندر ہماری سلطنت کی بقا مشتبہ ہو گئی تھی اگر کسی امیر یا رئیس نے جس کے ساتھ دوستی و اتحاد کا عہد نامہ ہوا ہو ہمارے ساتھ اپنی عداوت و بدخواہی کے ارادے ظاہر کئے ہوں تو فی الحال گورنر جنرل کا ارادہ یہ ہے کہ اسے دوست کو اس دعا بازی کی سزا ایسی سنگین دیکھائے کہ اور امیر جو اُن کے ہم منش ہوں عبرت پذیر ہوں اور اُن کو ایسی حرکت کرنے پر پھر حُریات اور حوصلہ نہ ہو۔ لیکن گورنر جنرل اس طریقہ پر جب تک عمل نہیں کرے گا کہ جس امیر پر یہ الزام لگایا گیا ہو اس کے جرم کا ثبوت کامل نہ ہو۔ گورنر جنرل کو پورا اعتماد ہے کہ آپ عدل فہم ہیں اور یقین ہے کہ جو کچھ رائے آپ اس باب میں سمجھیں گے اس میں پوری تحقیقات ایسی ہوگی کہ اس پر عمل سلامتی سے کیا جائے گا ۛ

پس تصوروں کے ثبوت بالکل جنرل کے چوکے گئے جس نے بڑی محنت اور جانفشانی سے تحقیقات کر کے یہ مہرست اُن امیروں کی شکایتوں کی مرتب کی جنہوں نے بے ایمانی اور دشمنی کے کام بہ تفصیل ذیل کئے ۛ

خیبر پور کے امیر رستم خاں نے عہد نامہ کے برخلاف مخفی مراسلت غیر ریاستوں سے کی۔ شیر سنگھ مہاراجہ لاہور کو خط کا لکھنا مشہور ہے۔ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ اس کے ارادے دشمنی کے تھے وہ برٹش کے ملازمین سے بری طرح پیش آیا۔ وہ دریائے سندھ کی تجارت اور جہاز رانی کا حابج ہوا اس نے برٹش معایا کو مقید کیا اور اپنے وزیر فتح محمد غوری کی کارندگی سے محمد شریف کے مفروضہ ہونے کا معاون ہوا جو انگریزوں کا کھلا دشمن تھا۔ حیدر آباد کے رئیس بغیر خاں کے ذمے یہ الزامات لگائے گئے تھے۔ سرحد کے فیصلہ کے لئے خیبر پور کے امیر محمد پر حملہ کرنے کے لئے سپاہ کا جمع کرنا جس کا فیصلہ انگریزوں کی ثالثی سے ہونا چاہئے تھا۔ دوم پوٹی ٹکڑی ایجنٹ کے ساتھ دعا بازی کرنا اور عہد نامہ کی دفعہ ۱۱ کی شرط کا ارادہ اپورا نہ کرنا۔ سوم انگریزوں کا شکار پور کے حوالے کرنے میں یہ خبر سننا تاخیر کرتی کہ افغانستان میں انگریزی سپاہ تباہ ہو گئی ہے۔ چہارم انگریزوں کو تراج دینے کے لئے محض جعلی سکے بنائے۔ زبردستی ناجائز محصول لیا اور تجارت اور جہاز رانی کو روکنا اور

کراچی بازاروں کے لئے رسد کو بغیر محصول کے نہ جانے دینا۔ عجم انگریزی چھاونیوں میں اپنے رعایا کو تجارت کرنے کی ممانعت کرتی۔ شتم خراج کے ادا کرنے میں غفلت کرنی۔ لغتی کے سردار بی بروک کو خط لکھنا کہ وہ انگریزی سپاہ پر حملہ کرے جو افغانستان سے شکست پا کر آئی ہے۔ یہ سارے جرم شروع ۱۳۳۷ھ سے ستمبر ۱۳۳۷ھ تک ہو رہے تھے۔ ان شکایتوں کی فہرست کے ساتھ ایک رپورٹ انگلینڈ بھیجی گئی کہ یہ سرچارلس کیمپ کے سرکاری کاغذات کا پہلا سلسلہ ہے جس کی صفت سر روبرٹ پیل نے یہ بیان کی کہ صرف مجبوری نہیں بلکہ گورنمنٹ کے تمام افسروں کو جنہوں نے جنرل کے خطوط و مراسلات سندھ کے باب میں پڑھے اسکے خیالات کی صفائی اور قوت بیان پر حیرت ہوئی مجھے اور امیروں کے دل میں یقین ہوا کہ وہ مدت سے جیسے تلوار کے کلمات دکھاتا تھا ایسے ہی اب قلم کے کلمات دکھاتا ہے۔

۱۔ اکتوبر ۱۳۳۷ھ کو وہ اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں کہ امیروں اور ہمارے درمیان جو عہد نامہ تحریر ہونے ان کے سبب ہم کو سندھ میں رہنے کا استحقاق حاصل ہے۔ عہد ناموں میں جو حقوق تحریر ہوتے ہیں وہ ایسے ہی مقدس ہوتے ہیں جیسا وہ حق جو عہد ناموں کے لکھے جانے کا حکم لگاتا ہے اس لئے ہم اور امیر دونوں ایک دوسرے پر بنیاد پر قائم ہیں امیروں نے ان عہد ناموں کی بابت اپنی مخالفت رائے کا اظہار علانیہ نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نامے طرفین کی رضامندی سے ہوئے ہیں معاہدہ کرنے میں امیر آزاد تھے۔ جس سے کوئی عہد و پیمان ان سے نہیں لیا گیا۔ عہد ناموں کے موافق انگریزوں کے قبضہ میں شکار پورا واکھم اور کراچی ہیں۔ اگر ان عہد ناموں پر امیر ٹھیک قائم رہینگے تو وہ زیادہ تمول اور طاقتور ہو جائینگے اور اب سے زیادہ ان کی رعایا مزہ الحال ہو جائے گی۔ بیشک تکراری حجت کرنے والے محض اپنے حق کے لئے یہ بیان کرینگے کہ کسی شخص کو شرارت سے باز رکھنا اس کو غلام بنانا ہے ان عہد ناموں کی شرائط کو ملحوظ رکھنا بڑا تشدد ہے مگر ان عہد ناموں کا ظاہر مقصد ہمارے ان اغراض کے لئے مفید ہوتا ہے کہ ہم وحشی پنہ کو دور کریں۔ سوسائٹی کی حالت کو سفاریں سدھاریں اور عہد ناموں کے موافق امیروں کو مجبور کریں کہ وہ کام کریں جو جذبہ حکمران اپنے قوا عہد کے موافق کرتے ہیں۔ ضرور اس بات کو خیال میں رکھنا چاہیئے کہ نیک کام کرنے کی خواہش کو عہد شکنی کی اجازت نہیں دیتی لیکن وہ حکم دیتی ہے کہ امیروں سے عہد ناموں پر تعمیل شدہ سے کراتی چاہیئے۔ خاص کر ایسی حالت میں کہ عہد شکنی سے ان کا وحشی پن اور رعایا کے ساتھ بیدردی اور حکومت کی عدم لیاقت ظاہر ہو ان باتوں کو دل میں رکھنا چاہیئے۔ اور نہیں تو جو کچھ میں کہوں گا وہ نا انصافی

معلوم ہوگی ؟

بالفعل جن کمیوں میں ہم رہتے ہیں اُن میں رہنے کا وقت عہد ناموں کے موافق غیر معین ہے لیکن امیروں کی طرف سے ہمارے ساتھ عداوت اور عہد ناموں سے نفرت اور ہر طرح سے اُن کے توڑنے کا مستحکم ارادہ بگوچیوں کا نہیں۔ مگر ہندوؤں اور سندھیوں کو برٹش حکومت کے ساتھ محبت رکھنے کی آرزو و تمنا ہے یہ سب امور ایسے ہیں کہ جن سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم انسانیت کے اور برٹش گورنمنٹ کے مناصد کو جو جہاں ہیں ترک کر کے دھتائے سندھ کو چھوڑ دیں۔ یا موجودہ عہد ناموں کے موافق متعین ہو کر اپنے کمیوں کو ہمیشہ کے لئے سندھ میں قائم کریں ؟

اگر ہم سندھ کو خالی کر دیں گے تو ایسے واقعات و قیامات آئیں گے کہ ہم کو پھر ناکزیر سندھ میں آنا پڑے گا۔ اگر ہم یہیں گے تو ہمارے کیمپ بہت جلد مشہور و فاسور ہو جائیں گے اور اُن کے اندر دریا سے سندھ میں تجارت کو رونق ہوگی جس سے امیروں کی رعایا باہر خارج ہوگی اور نحوست اور افلاس کے ساتھ چلے گی اور امیروں کا استحصال بالیہ دونوں تجارت اور زراعت کو خاک میں ملائے گا۔

اب ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا یہ حالتیں مدت تک جاری رہیں گی ؟ گورنمنٹ جس سے خود اسکی رعایا متنفر ہو اور وہ خود مختار اور مطلق العنان ہو۔ اور انگلینڈ اور اپنی رعایا دونوں مقاصد کی یکساں دشمن ہو اس میں ذلیل ساشیں ہوتی ہوں اور ایسی اسکی سرشت ہو کہ اپنی ہی برائیوں کے سبب سے چند سال میں شکستہ ہو۔ تو کیا ایسی گورنمنٹ متواتر عداوت ہمارے ساتھ قائم نہیں رکھے گی ؟ کیا وہ متواتر عہد ناموں کے برخلاف عہد شکنی نہیں کرے گی عہد ناموں کے موافق ہم کو یہاں رہنے کا استحقاق ہے اس واسطے اس اپنے استحقاق کو سختی کے ساتھ قائم رکھنا چاہئے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ پولی ٹیکل تعلق باقی نہیں رہ سکتا جو گورنمنٹ زیادہ دیر اور ہوگی وہ کمزور کوکھا کر ہضم کر لیگی۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ دھتائے ہم اس مال کار کو حاصل کریں ؟ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ اچھا ہوگا بشرطیکہ وہ دیانت کے ساتھ کیا جائے اب مجھے یہ خیال کرنے دو کہ ایسے کام کو کیونکر کروں جس میں بڑی نکتہ بندی ہوگی۔ شکایتوں فہرست میں جو اس یادداشت کے ساتھ ہی میں نے بیان کر دیا ہے کئی امیروں نے کس کس مختلف طرح سے عہد شکنیاں کی ہیں۔ میں نے اوپر لکھا ہے کہ ہم کو ایک اچھے بہانے کے ہاتھ لگنے کی ضرورت امیروں کے ساتھ لڑنے جھگڑنے کے لئے ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ بہت سے امیروں کے اعمال ایسے اوپر بیان کئے گئے ہیں کہ ان کاموں کے کرنے کے لئے کامل وجہ ہیں کہ کراچی سکٹر۔ بلتھر شکار پور۔ سہیل کوٹ کو ہم لے لیں اور امیروں کو مجبور کریں کہ وہ دیر یا سہ

کے کناروں پر قطعات چھوڑ دیں اور لکڑیوں کی رسد رسائی کا قول و قرار کریں۔ اور ہم اُس کے ساتھ امیروں کو خراج اور باقیات جو چڑھتے ہوئے ہیں معاف کر دیں اور آخر کو ایک امیر سے جو سب امیروں کا سردار ہو معاہدہ کر لیں اب ہر ایک امیر خود مختار ہے اور علیحدہ معاہدہ کرنے کا دعوے کرتا ہے۔ میں بہ نہیں خیال کرتا کہ اس کلام کے کرنے میں کوئی دقت یا دشمنی ہو مجھے یقین ہے کہ یہ کام انسانیت کا ہے۔ امیر اپنی طمع اور حرص کے پورا کرنے کے لئے عہد شکنی کرتے ہیں اور ہم اس عہد شکنی کی سزا دیتے ہیں۔ میں اس طرح کام کرنے میں کسی نا انصافی کا خیال نہیں کرتا اگر سکھر اور بکھر کو قبضہ میں رکھنے کا ارادہ ہمارا مصمم ہو تو پھر شکار پور پر قبضہ رکھنا تجارت اور پولی ٹیکل خیال سے لازمی و ناگزیر ہے جو

میں نے اس مضمون کی آخری فقرہ لکھ کر ختم کیا تھا کہ میجر اور ٹرم صاحب آگئے انہوں نے جہاں تک ممکن تھا میری امداد کی۔ جو باتیں میں نے کہیں اُن سب میں اُنہوں نے اتفاق کیا انہوں نے امیروں کے حق میں ایک بات کہی جس سے میرا علم زیادہ ہوا کہ امیر یہ کہتے ہیں کہ ہم دفعہ ۹ کو جس میں اپنی رعایا پر محصول راہداری لگانے کی مخالفت کی گئی تھی نہیں سمجھتے اور اُس کے ثبوت میں یہ التماس کرتے ہیں کہ انہوں نے عہد نامہ کے کم اہم واقعات کا مقابلہ کیا۔ مگر دفعہ ۹ پر کبھی اعتراض نہیں کیا اس لئے کہ اُن کو دفعہ ۹ پر اعتراض تھا۔ جس میں یہ لکھا ہے کہ برٹش گورنمنٹ کے ماتحت جو علاقہ ہے وہ امیروں کے ملک میں داخل نہیں ہے۔ اور برٹش گورنمنٹ کے افسروں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ امیروں کی رعایا جو اُن کی شکایت کریں وہ اُن کی شنوائی نہ کریں۔ امیر اپنے علاقہ میں خود مختار ہیں۔ میں اس کو مانتا ہوں کہ عہد نامہ سے حقیقت میں وہ یہ سمجھے کہ وہ اپنی رعایا پر محصول راہداری لگانے کے مجاز نہیں مگر انہوں نے یہ کوشش کی کہ یہاں پور کی کشتیوں سے محصول راہداری لیں۔ جس کے لئے عہد نامہ یقینی یہ اتھاخ اُن کو نہیں دیتا۔ انہوں نے یہاں پور کی تاجروں کی منتیوں میں آگ لگا دی۔ ان باتوں میں عہد نامہ کے معافی غلط نہیں بیان ہو سکتے۔ اس واسطے میں یہ نہیں یقین کرتا کہ انہوں نے دفعہ ۹ کے معافی میں غلط فہمی کی۔ بلکہ انہوں نے دانستہ اپنے مطلب کے لئے اس دفعہ کی شرط کو ایفا نہیں کیا اور دفعات کے شرائط کو بھی ایفا نہ کر کے عہد شکنیاں کیں کہ بغاوت، انگیزہ خط و کتابت اور اور کام دق کرنے والے کئے۔ جن کا بیان شکایتوں کی فہرست میں کیا گیا جو

اب اُن کی اس بد اعمالی کے لئے میں کیا سزا تجویز کروں؟ اُن کے کہنے کو گورنر نہ پہنچاؤں! نہیں۔ اُن کی علیا کو ستاؤں نہیں۔ پھر کیا۔ وہ یہ اُن کے ملک کو چار جگہ گھنٹاؤں جن میں دو سکھر اور بکھر میں جو خبر مقامات ہیں اُنکی آمدنی کچھ نہیں ہے باقی دواور کراچی اور شکار پور میں جو امیروں کے ظلم و ستم سے ویران ہو رہے ہیں اُن میں سے شکار پور کے

لئے ہنوز عہد و پیمان ہو رہے ہیں اور ان مقامات کے مالک بننے کے لئے یہ تجویز ہے کہ جو خراج کے باقیات امیروں کے ہتے ہیں وہ معاف کر دیجائیں اور آئندہ حیدرآباد میں ریزیڈنٹ نہ رہا کرے دریا کی تجارت کو لینے سے امیروں کی جس وقت فوت اور دولت بڑھے گی تو اس پر ان کی مفلس رعایا کی آسودہ حالی کا اور اضافہ ہو گا میں خیال کرتا ہوں کہ اس سے ان کی خود مطلبی کی ان کی طمع اور حرص کی ان کے شکار دوست ہونے کے انراضِ ظہیم منتہی نہیں ہونگیں۔ امیروں کے اصلی مفاد یہ چاہتے ہیں کہ ان کے سفیہانہ اشتعال اور کورانہ آکری خود گوار اختیار قابو میں اس وقت ان کی جہد کتبوں کے اور اپنی قوت کے سبب ہم مجاز میں کہ ہم اپنے حق کو اور فیرو عافیت کے ساتھ اپنے وسائل کے زور سے کام میں لائیں۔ اگر کوئی مہذب آدمی یہ سوال کرے کہ اگر ہم سندھ کے فرائی رہا ہوتے تو کیا کرتے تو اس کا جواب ہم یہ دیتے کہ دریا پر محصول راہداری کو معاف کرتے۔ کراچی کو ایک آزاد بندر بناتے۔ شکار پر کو عتد گروں کے ہاتھ سے بچاتے۔ سکھر کو دریائے سندھ پر تجارت کی منڈی بناتے۔ دریائے سندھ کے کناروں پر شکر بناتے۔ دریا میں دفانی کشتیاں چلاتے۔ امیران ہی باتوں سے ڈرتے ہیں۔ انہوں نے سہا شکنیاں کیں جس سے ہم کو ایک بہانہ جس کے معنی دیانت کے ساتھ تشدد میں ہاتھ لگا ہے مجھے پوچھنا یقین ہے شاید وہ غلط ہو جو تجویز میں پیش کرتا ہوں وہ عدل اور انصاف کے موافق درست ہیں میں اور زیادہ کہتا ہوں کہ نصیر خاں نے کھلی ہوئی عمدگی کی ہے گورنر جنرل کا ضلع سبزل کوٹ کا ضبط کرنا اور اس کو بہاول پور کے خان کو دینا عین انصاف ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کے کرنے کا ارادہ ہے

میرزا وٹرم نے ایک اور دوسری بڑی محکمات پر مجھے متوجہ کیا کہ امیروں کے حصے میں جو دریا کا حصہ ہے اس کے اوپر جو قومیں آباد ہیں وہ محصول راہداری لیتی ہیں اور کوئی عہد نامہ یا سرکاری کاغذ ایسا نہیں ہے کہ جس کے بل پر امیروں کو اور نیز بالا سے سندھ کے امیروں کو منع کریں کہ وہ رعایا سے محصول راہداری نہ لیا کریں۔ اس واسطے یہ نا انصافی ظاہر ہے کہ ہم حیدرآباد کے امیروں پر یہ تقاضا کریں کہ وہ محصول راہداری نہ لیں اور ان سے جو اوققیں رہتی ہیں ان کے محصول راہداری کے لینے کو جائز رکھیں اس کے معنی یہ ہیں کہ راہداری کے محصول لینے کے لئے اوہوں کو مجاز رکھنا نا انصافی ہے لیکن یہ نا انصافی نہیں کہ امیر محصول کے لینے سے منع کئے جائیں۔ اس دلیل کا جواب کہ شمالی سندھ میں محصول راہداری لیا جاتا ہے یہ ہے کہ ہم نے بہت وقت اور تکلیف اٹھا کر سندھ میں رعایا کے اندر کشتیوں کو اندر چلا یا ہے۔ ہم نے مستحکم ارادہ کر لیا ہے کہ قوموں کی اس بڑی شاہ راہ پر تجارت کو کھولیں اور اس تہذیب کے سب کو فائدہ ہے کسی کو نقصان نہیں اس میں جو لوگ فائدہ اٹھائیں وہ اس میں شریک ہوں

اس یادداشت کے ساتھ فرد حساب بھی بھیجی گئی جس میں خراج کی معافی بہ نسبت ملک کی آمدنی کے ... ۳۰ روپے سالانہ زائد تھی اور یہ اس استحقاق کے معاوضہ میں دی گئی کہ دفاعی جہاز کے لئے لکڑیوں کے کاٹنے کی اجازت ملے اور علاوہ اسکے ایندھن کی قیمت بھی دی جائے جب یہ یادداشت اور شکایتوں کی فہرست گئی تو ہندوستان کے گورنر جنرل نے سرچارلس نے پیر کے پاس امیروں کے اُن خطاؤں کی سزا دینے کے لئے جو شکایتوں کی فہرست میں مندرج تھیں ایک اور عہد نامہ بھیجا کہ امیروں سے منظور کرا جائے۔ لیکن اُسکے ساتھ یہ لکھا کہ ان جرموں کا ثبوت قطعی ہو کہ نصیر خان نے فی بروک یعنی کو انگریزوں کے ساتھ لڑنے کے لئے آمادہ کیا اور میر رستم نے مہاراجہ شیر سنگھ کو خط لکھا جو

میرجواوڑم صاحب اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ لارڈ ڈالین برائے جنرل نے پیر پراعتقاد کر کے شکایتوں کی فہرست کو سچ مان لیا۔ لیکن امیروں پر جرموں کا ثبوت قطعی نہ تھا۔ مہاراجہ شیر سنگھ کے نام امیر رستم کے خط لکھنے کا ثبوت مہر پر موقوف تھا جس کی نسبت میرجواوڑم صاحب لکھتے ہیں کہ اول تو مہر کی شہادت کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ خاص کر ایسے ملک میں جو جعلی مہروں کے بنانے میں نامور ہوا اور بہت سے مقامات جعلی مہروں کے دائرہ ہوتے ہوں عرض میرجواوڑم صاحب متنبہ امیروں پر سے الزامات کو دفع کرتے ہیں۔ جس کو جنرل صاحب میرجواوڑم صاحب کی ہٹ دھرمی جانتے ہیں۔ اُن دونوں کی مخالفانہ تحریرات کے سبب سے معاملات سندھ کے باب میں کوئی جنرل کا طرفدار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ بجا اور درست تھا اور کوئی میرجواوڑم صاحب کا طرفدار ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ ہوا وہ بجا اور ناحق تھا جو

۱۰ نوٹ: میرجواوڑم صاحب لکھتے ہیں کہ امیر ٹرے ستاتے ہیں اُنہوں نے دریا کے کناروں پر ہندوستان کی احاطہ بندی کر کے اپنی شکار گاہیں بنالیں جس کا مقصد یہ تھا کہ دفاعی جہازوں کے لئے ہم کو لکڑی نہ مل سکے۔ عہد نامہ کے موافق ان شکار گاہوں کا لحاظ ادب ضرور تھا میں اس پیہ میں سے ایک آرائشی نکال لوں گا کہ پھر وہ چکر نہ کھاسکے گا۔ لکڑیاں جو ہم سے پرے اور بالکل پرے ہیں اُن کی نسبت یہ سوال کیا جائے گا کہ امیر کس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ میں میرمستان کو آگ لگا دوں یا حیدر آباد کو۔ ان دونوں باتوں میں سے ایک کی جائے گی۔ یہ امیروں کو اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو وہ پسند کریں۔ یہ امر کچھ خفیف نہیں ہے ہمارے پاس کوئی عہد نامہ یا کوئی اور وثیقہ ایسا موجود نہیں ہے کہ جس کے موافق ہم کو لکڑیوں کے کاٹنے کا استحقاق ہو۔ لکڑی کے بہم پہنچنے پر ہماری ساری چیمبزیں موقوف ہیں۔ ایسی حماقت کا کام بھی ہوتا ہے کہ امیر میرجواوڑم اس داغ

کی ضرب لگا کے مجھے دیوار پر پھینکیں گے۔ مگر جہاں سلامتی میں غلطی نہ ہو تو وہاں زور کا حق ہوتا ہے۔ یعنی دست زور بالا ہوتا ہے جو

۲۳۔ نمبر ۲۳۔ کو جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ میں علی مراد سے ملے گیا جہاں تپاک اور شان سے میرا استقبال ہوا۔ علی مراد نے مجھ سے کہا کہ آپ مجھ سے وعدہ کیجئے کہ رئیس الامراء کی دستار مجھے دلا دیجئے گا میں نے جواب دیا کہ آپ رستم خاں کے بھائی ہیں جس کے سر پر دستار ہے جب تک وہ زندہ ہے تم رئیس الامراء نہیں ہو سکتے۔ مگر قانون کے مطابق تم دستار کے وارث ہو اور چونکہ عہد نامہ کے موافق ہم پر واجب ہو کہ ہر امیر کے حقوق قائم رکھنے میں مددگار ہوں اس لئے ہم تمہارے حق رسی کے لئے معاون ہونگے۔ اس میرے کہنے سے وہ بہت خوش معلوم دیتا تھا اور اُس نے مسٹر برون سے جو میرے ترجمان تھے کہا کہ میں بہت خوش ہوں اگر جنرل صاحب میری مدد نہ کریں گے تو میں ایسا صاحب طاقت ہوں کہ بزور وہ دستار چال کر سکتا ہوں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے دوست انگلش میرے طرفدار ہوں اب ایک اور بات یہ ہے کہ میرا بھائی رستم یہ سازش کر رہا ہے کہ وہ اپنی حیات میں اپنے بڑے بیٹے کے سر پر دستار بندھوائے کیا جنرل اسکو جائز رکھے گا۔ نہیں۔ اس کے برخلاف تمہارے استحقاق کی حمایت کی جائے گی لیکن اس بات کو یاد رکھو کہ گورنر جنرل تمہارا حامی اور معاون ان سببوں سے ہے کہ تم دستار کا حق رکھتے ہو اور تم ہمیشہ خیر خواہ اور نیک سگال برٹش گورنمنٹ کے رہے ہو لیکن اگر تم اپنے اس طریقہ کو بدل ڈالو گے تو پھر وہ تمہاری اعانت نہیں کرے گا۔ وہ دشمنوں کو منرا اور دوستوں کو انعام دیتا ہے اس واسطے میرا وعدہ شرط ہے اُس نے جواب دیا کہ سب درست ہے جیسے دوست دوست سے رخصت ہوا کرتے ہیں اُسی طرح میں اُن سے رخصت ہوا جو

یہ بات کہ کون اس دستار کو پہنے گا مجھے چاندنی لگے اعتبار معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ محل میں اس کا کوئی قانون اور قاعدہ نہیں ہے۔ اب تک دستار بھائی کو ملتی ہے جب --- چچا باقی دہن تو بڑے بیٹے کے بیٹے کو ملتی ہے۔ اب میں جانتا ہوں کہ اگر علی مراد کو دستار مل گئی اور رستم خاں مر گیا اور میں حکمران رہا تو میں رستم خاں کو بیٹے کو وارث نہیں ہونے دوں گا۔ اور مجھے یہ قوی شبہ ہے کہ رستم خاں مجھے مجبور کرے گا کہ میں اُس کو دستار سے اور اُس کی ریاست محروم کروں اس صورت میں علی مراد کا وزیر اندام بیٹا دستار پہنے گا وہ ایک چھوٹا دیو ہے۔ وہ خوش ہو ہو کر جل جلالہ پکارے گا جو

اس معاملے میں جب میں گفتگو کرتا تھا تو تین مفید باتیں میرے دل میں آئیں۔ اول علی مراد اس سازش

سے الگ ہو جائے گا جو ہمارے خلاف ہو رہی ہے وہ بڑا زبردست امیر ہے اس لئے خون ریزی کے ہونے کا اتفاق کم ہو جائے گا ۶

دوم ٹھیک وقت پر اسکو سب امیروں کے سردار بنانے سے اور امیر اُس کی بزرگی کو تسلیم کر نیگے اور فقط اُسی کو عہد و پیمان کرنے کا استحقاق رہے گا جس کے سبب سے اُن عہد ناموں کے طواریق نجات ہوگی جو ہر ایک کے ساتھ عہد و پیمان کرنے سے لگائے جاتے ہیں۔ سو م اور امیر بجائے خود مختار بادشاہ ہونے کے دولت مند اشراف ہو جائیں گے (اُن کے درجے کا کنٹرول ہو جائے گا) ۷

آخری حکم جو میرے ساتھ سکھ و بکھر اور روڑی پر قبضہ کرنے کا آیا ہے یہ سب مل کر جلد ایک عظیم الشان شہر ہو جائے گا جس کا نام وکٹوریہ دیا جائے سندھ پر مشہور ہو جائے گا اس میں حکومت اچھی طرح کی جائیگی وہ ایسا آباد ہوویگا کہ دستار بند امیر بھی تجارتی شہر سے دب جائیگا ۸

۳۰۔ نومبر ۱۸۴۹ء کو جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ میرے جاسوس خبر لائے کہ امیر رستم نے اپنے خفیہ دربار میں کہا کہ اگر فنگی سندھ سے چلے جائیں تو جتنا روپیہ مجھ سے مانگیں میں اُن کو دیدوں خواہ روپے کے دینے میں میری عورتوں کے جواہری کیوں نہ باک جائیں لیکن اگر وہ یہاں رہیں تو میں اپنی سپاہ اُن کے نکالنے کے لئے جمع کروں گا مجھے اور ذریعوں سے خبر ملی ہے کہ تمام بلوچی سرداروں نے دسمبر کو مسلح ہو کر جمع ہونے کا ارادہ کیا ہے اُسی دن لاہور ایلین برا کا حکم آیا کہ نیا عہد نامہ نافذ ہو میں نے تمام کاغذات کا فارسی میں ترجمہ کرا لیا۔ فریخ صاحب اور سیٹن لی صاحب اُن کو کل کے کرخ پور اور حیدر آباد جائینگے اور کل ہی دو ہزار سپاہی دریا و سندھ کے پار روانہ ہونگے اور دو ہزار آدمی تین توپخانوں کے ساتھ تیار رہینگے میں ملک پر جس میں روڑی بھی داخل ہے دیا کے اوپر سوسل تک قبضہ میں لاؤں گا میں دریائے سندھ کے پار اپنے لشکر میں سے اور زیادہ سپاہیوں کو بھیج کر سپاہ کو تقسیم نہیں کروں گا بلکہ انکو روڑی اور سکتر میں جب تک جمع رکھوں گا کہ امیر کام کرے گیے اگر انہوں نے اپنی گردن نیچے کی تو دریا کے پائیں کنارے پر سبز ل کوٹ تک قبضہ کروں گا اور پھر نواب بہاول پور کو بلاؤں گا جس کے پاس آخر کار یہ ملک حوالے ہوگا ۹

میں نے امیروں کو اپنے نام کے سکتے دھانسنے اور رائج کرنے سے بھی منع کر دیا جس سے اُن کی جان پر صدمہ پہونچا ہے اگرچہ مجھے یہ حق نہیں حاصل تھا کہ اس کام کو کروں اس لئے اس کا کرنا انصافی ہے مگر انسانیت کو اس سے فائدہ حاصل ہے۔ دو ہفتے کے اندر اس کا فیصلہ ہو جائے گا کہ میں سندھ کا حکمران ہوں یا اُن سے

امیروں کا نکالا ہوا جرنیل ہوں۔ تمام دولت مند اور غریب آدمی جو چور اور بد معاشر نہیں ہیں شوق سے انہیں راکر رہے ہیں کہ میں سندھ کا حکمران ہو جاؤں جس سے وہ شاداں اور خستہ دم ہوں اور کراچی اور جکڑ میں اُن کے ابنوہ کے ابنوہ آئیں جو

۴۔ دسمبر ۱۸۵۷ء کو فیروز پور میں نیا عہد نامہ بھیجا گیا۔ امیروں نے اس سے بظاہر بڑی نفرت ظاہر کی اپنے بغاوت انگیز خطوں کے بھیجنے سے انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ یہ خط ہمارے نہیں ہیں دشمنوں نے جعلی بنائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم کل ایک معتمد وکیل سمجھیں گے جو مجھے یقین دلا دے گا کہ گورنر جنرل نے کیسی اُن کے حق میں نا انصافی کی ہے۔ میں جب تک اُن کا بیان نہیں سُن لوں گا کچھ کام نہیں کروں گا۔ وکیل کا بھیجنا دلالت کرتا ہے کہ وہ مجھ سے لڑنے کے نہیں۔ اس سے مجھے یک معنی کر خوشی ہوتی ہے لیکن مجھے اس سے یہ غم ہوتا ہے کہ وہ اطاعت کریں اور میں اُن کو سزا دوں۔ خاص کر سپر کین سال میر سترم کو یہ غریب بڑا بڑھا آدمی ہے لوگ کہتے ہیں کہ اُس کے وزیر فتح محمد غوری نے جو کہ یقینی بڑا شریعہ ہے اُس کو دغا اور فریب دے رکھے ہیں۔ میر سترم نے دستار اپنے بیٹے کو دیدی ہے جو بڑا شہ زور اور ہمارا مخالف ہے وہ ہنگامہ جنگ اس لئے برپا کرے گا کہ علی ہر میر سترم کا جانشین ہو گا۔ یہ آدمی ایسی کوشش کرے گا کہ جاڑے کے موسم کو عہد و پیمان کی گفتگو میں ٹالیں جس کے بعد انگریز سایہ سے باہر ناک نہیں نکال سکتے اُن کی شکایتیں لارڈ ایلن براہمک جائیگی لیکن میں اس انتحار میں ملوث سبزل کوٹ اور بھونگ بارا پر اپنا قبضہ کر لوں گا۔ ہم انصاف کے موافق رفاہ عام کے لئے حکومت کریں گے یہ تال پوری تو اپنے مگر چوں کے موافق موذی ہیں جو

۵۔ دسمبر ۱۸۵۷ء کو امیروں کے وکلاء آئے تاکہ اُن کو مہلت مل جائے۔ ۸۔ دسمبر کو میرے

اور امیروں کے درمیان ۱۲۷ تک چال بازیوں ہوئیں جو

۱۴۔ دسمبر کو امیر چلائے کہ ہم قصور دار ہیں مگر میں اُن کو یہ نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ وہ اپنے قصور سے انکار کرتے ہیں وہ قصور دار ہیں مگر وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں اُن کا قصور ثابت نہیں کر سکتا جو

کس طرح سے اُن کا قصور ثابت ہو سکتا ہے اور کس کورٹ میں۔ اُن کے بغاوت انگیز خطوط میں جن میں حملہ کرنے کی ہدایت ہے اُن کو کورٹ میں لے جاؤ تو وہ اُس سے انکار کریں گے کس طرح سے انکار ہو سکتا ہے۔ اُن کے خط سے رد نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ خود کبھی اپنے ماتھے سے نہیں لکھتے الا اس

صورت میں کہ اُن کو کسی شخص کو معزز و ممتاز بنانا ہوتا ہے تو اُسکے لئے قلم کو ماتھ میں لیتے ہیں ۔
یہ جناب کی مہر ہے۔ نہیں۔ وہ جناب کی مہر سے ملتی ہے۔ یقینی وہ جعلی ہے کس واسطے جناب کی مہر
جعلی بنائی جائے۔ جناب کے دشمن اسکو بنائیں۔ ہم کو مہر اس طرح حاصل ہوئی ہے کہ اسکو دشمن جعلی نہیں بنا سکتے۔
ہم کچھ نہیں جانتے یہ مہر ہمارے نہیں ہیں ہم ہمیشہ انگریزوں کے بچے خیمہ خواہ رہے ہیں۔ نہیں تم ہمیشہ
چھوٹی چھوٹی لڑائی کرتے رہے ہو۔ ہمارے لوگوں نے ایسا کیا ہوگا ؟

لیکن ہم نے اُن لوگوں کو سزا نہیں دی ہم نے اُن کو معاف کر دیا۔ وہ جاہل تھے ۔
حضور کے معتقد منشی کے ماتھ کا یہ نوشتہ لکھا ہوا ہے اس سے وہ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
گواہ موجود ہیں کہ قسم کھا کے کہتے ہیں کہ یہ نوشتہ منشی کے ماتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے ۔
عدالتی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے جو اوپر بیان ہوا لیکن امیر قصور واپس اور گورنر جنرل کا ارادہ مصمم ان کے
سزا دینے کا ہے۔ بے شک یہ حلال قصور ہے کہ ہم اُن کے ملک میں آئے ہیں اب سوال یہ ہے کہ رعایا ہم کو چاہتی ہوں
یا امیروں کو۔ ہر ایک آدمی خواہ کیسا ہی غریب ہو ہم کو چاہتا ہے ۔

ایک مسلح بلوچی قزاق ہوتا ہے اور ہم بھی ایسے ہی قزاق ہیں۔ مگر ہم جائز طور سے قزاقی کرتے ہیں اور وہ حایز
طور سے نہیں (من بقاعدہ کشم او بے قاعدہ مے کشد) ایک اسٹریٹ کابل اگرچہ نہایت بُرا ہوتا ہے۔ مگر وہ ایسا
بُرا نہیں ہوتا کہ کسی کا گلا کاٹے ہمارے بل بہ نسبت غریبوں کے دولت مندوں کے دلوں کو زیادہ تھلاتے ہیں۔ اس
تحقیقات استدلال میں زیادہ خوبی نہیں مجھے احکام دیئے گئے ہیں کہ اس قدر ملک کو ضبط کر لوں۔ میرا کام ہے
کہ اس کام کو بغیر کسی تشدد کے انجام دوں اگر ممکن ہو تو بغیر کشت و خون کے سرانجام ہو جائے گا خدا کے ہر فضل و
اکرم کا بڑا شکر یہ ادا کیا جائیگا ۔

۱۔ نو میر کو لارڈ ایلین برائے لکھا کہ میں نے اس سے سوال کیا ہے کہ نصیر خان کی مہر ماتھ آجائے
میں نے آپکے فیصلہ کا حاصل ان باتوں کو قرار دیا ہے اول حیدر آباد کے امیر کا خط بنام بی بروک بھٹی کے نام
اصلی ہے۔ دوم خیر پور کے امیر کا خط بنام شیر سنگھ مہاراجہ لاہور صلی ہے۔ سوم میر سرتھم کا معتقد کارندہ فتح محمد
نزاری محمد شریف کے فرار ہونے میں معاون ہے ۔

ان تینوں باتوں کی نسبت جنرل صاحب نے گورنر جنرل کو لکھا کہ ظن غالب یہ ہے کہ مہر جعلی نہیں ہے۔
میر سرتھم کے خط کے باب میں مجھ کو بڑے شبہات ہیں مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس خط کو اس کے وزیر

فتح محمد غوری نے لکھا ہے۔ کیا یہ مسئلہ مانا جاتا ہے کہ اگر ایک پادشاہ مہر اور اپنا اختیار اندھے پن سے اپنے وزیر کو دیدے پھر اس سے جو نتائج پیدا ہوں ان کے لئے اس کی یہ حاققت معذرت ہو۔ حضور مشکل سے اس معذرت کو مانینگے۔ اس میں شبہ نہیں کہ فتح محمد غوری نے شریف خان کے فرار ہونے میں مدد کی اگر حضور کارروائی کرنے کے لئے میرے بیان کو کافی جانتے ہیں تو نئے عہد نامہ کے پیش کرنے میں وقت نہ ضائع کیا جائے اور کارروائی کرنے کے لئے میں بالکل ایسا تیار ہوں کہ امیروں کو میں بغیر کشت و خون کے بدلائل سمجھا دوں گا کہ وہ نئے عہد نامہ کو قبول کر لیں۔

۸۔ دسمبر ۱۸۴۲ء میرپور کے امیر کا ذکر کہیں نئے عہد نامہ میں نہیں وہ پچاس ہزار روپے سالانہ دیتا ہے۔ لعنت برون کہتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمارا سخت دشمن رہا ہے مگر ہم اس پر کوئی اصلی الزام نہیں لگا سکتے۔ اور نہ اس کا قبضہ کسی ملک پر دریائے سندھ کے کناروں پر ہے وہ خود فران روا ہے لیکن حیر آباد کے امیروں سے اس کا درجہ نیچا ہے۔ میری رائے ہے کہ وہ اپنا فراج دیا کرے نئے عہد نامہ کے دوران میں بعض باتیں ایسی واقع ہو گئی کہ ہم اس کا فراج بہ عوض ملک کے چھوڑ دیں گے مگر اب تک نہیں معلوم ہوا کہ وہ کس لئے فراج دیتا ہے۔

۹۔ دسمبر ۱۸۴۲ء کو علی مراد امیروں کے گروہ سے علیحدہ ہو گیا۔ امیروں نے جو سپاہیں جمع کیں تھیں ان کے چلے جانے کا حکم اب تک انہوں نے نہیں دیا۔ اس لئے میں ان کی کسی ایک بات پر جو وہ کہتے ہیں یقین نہیں کرتا ان کی دشمنی اور مکاری دونوں کانٹے کے تول ہیں اگرچہ میرے نزدیک ممکن نہیں کہ ایسے آدمی جو تین بجے کے بعد باقاعدہ بیگ پٹے ہوں وہ رات کو میرے لشکر پر کشت و خون ماریں مگر میں نے بمقتضای احتیاط و دورانہشی یہ خط امیروں کے نام لکھ کر بھیجا ہے۔

امیر۔ گورنمنٹ کے احکام کی اطاعت اور ہماری قوم کے ساتھ تمہاری محبت بلاشبہ ہے تم نے نہایت سنجیدگی سے مجھ پر ثبات کر دیا ہے کہ ہم تمہارے دوست ہیں اس لئے یہ عین صواب ہے کہ ایک عجیب افواہ جو مجھ تک پہنچی ہے اس سے تم کو مطلع کروں۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ تمہاری رعایا میرے کیمپ پر شب خوں ماریں گی۔ بے شک بغیر تمہارے علم کے اس کا ارادہ اعتقاد نہ ہوا ہو گا جو لوگ حملہ کریں گے ان کو میرے سپاہی مار ڈالیں گے اور جب دن نکلیے گا تو میں میرپور میں جاؤں گا اور اس کے باشندوں کو سکھ میں منتقل کروں گا اور تمہاری دارالسلطنت کے شہر کو بالکل تباہ خاک سیاہ کر دوں گا صرف تمہارا یہ

ادب کروں گا کہ تمہارے محلوں کو غارت نہیں کروں گا مجھے یہ یقین ہے کہ تم اپنی رعایا کو زیرِ حکم نہیں کر سکتے۔ میں تمہارے خزانہ پر دست درازی اتنی کروں گا کہ اس کام میں جو روپیہ صرف ہوا ہے وہ وصول ہو جائے کیونکہ یہ انصاف ہے کہ حکام جن کی رعایا اپنے ہمسایوں کے ساتھ شرارت کر کے نقصان پہنچائیں تو ان کے نقصان پورا کرنے کے لئے وہ خرچ ادا کریں اس واسطے میں اشتہار دیتا ہوں کہ اگر میرے کیمپ پر شب خون مارا جائے گا تو میں ضرور شیر پور کو غارت اور تباہ کر دوں گا تاکہ تم اپنی رعایا کو تنبیہ کرو کہ دشمنی کا نتیجہ یہ ہے۔

۱۶۔ دسمبر ۱۸۵۷ء کو لارڈ ایلن برا کو اکھا تھا کہ امیروں نے جو اطاعت نامے تحریر کئے ہیں وہ حضور کے پاس بھیجنا ہوں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ امیر سپاہوں کو جمع کر رہے ہیں اس واسطے میں نے امیروں سے کہہ دیا ہے کہ میں بموجب احکام گورنمنٹ تمہارے ملک پر قبضہ کروں گا مگر یہ تمہارے خطوط بھی گورنر جنرل کے پاس بھیجتا ہوں جس قدر جلد ممکن ہے دریلے سندھ کے پار اترنے کے لیکن کشتیاں تھوڑی ہیں اور پانی بہت کم عمیق ہے کام مشکل ہے۔

۱۸۔ دسمبر ۱۸۵۷ء کو شب گذشتہ کو شیر پور کے پاس ڈاک کو میر ستم کے آدمیوں نے لوٹ لیا۔ یہ غریب بوڑھا احمق اپنے کنبے کے ہاتھ میں ہے میں نے اس کو حکم بھیجا ہے کہ وہ فوراً اپنے لشکر کو علیحدہ کرے مجھے شبہ ہے کہ اس کو کچھ خستیاں نہیں ہے مجھے اُس کے گروہوں پر بھجائے اسکے حکومت کرنی پڑے گی یہ خبر مجھے آج صبح کو ہوئی ہے کہ شیر پور اور شکار پور کے درمیان بلوچی لوٹ مار کر رہے ہیں۔ جہاں دشمنی تو میں شتر بے ہمار سپاہ کے لئے جمع ہوں وہاں ایسی ہی کاموں کی توقع ہو سکتی ہے۔

۱۸۔ دسمبر ۱۸۵۷ء کو رستم خان کے پاس سے ایک مخفی پیغام آیا کہ میں اپنے کنبے میں قید ہو گیا ہوں اس کو میں اپنے قابو میں نہیں کر سکتا۔ اگر آپ مجھے اپنے پاس رکھنا قبول کریں تو میں بھاگ کر آپ کے کیمپ میں آجاؤں۔ اس کا اس طرح آنا حقیقت میں اُس جبرم سے بری کرے گا اور دشواری میں ڈالے گا۔ یہ خط و کتابت دغا و بغاوت آمیز ہے جس کے واسطے اس کو سزا دینی چاہیے۔ یہ اسی کی خطا ہے کہ اس نے اپنی مہر فتح محمد خوری کو دیدی ہے۔ امیروں ہی کے رسم اور دستور کے موافق وزیروں کے کاموں کی جوابدہی ان کے امیروں کے ذمہ ہے۔

اول میں جنرل کی رائے اس کے خلاف تھی کہ علی مراد کو دستار ملے مگر جب رستم خان نے

اپنی خوشی سے اس کو دستار دیدی تو جزل کی رائے اس بنا پر بدل گئی کہ علی مراد مستحق وارث ہے اور نیز سب امیروں میں زیادہ زبردست ہے۔ وہ اب رئیس الامرا ہے اس کا بھائی رستم خاں اس کا طرفدار ہے۔ میں سب قلمے لیکر علی مراد کے حوالہ کر دوں گا۔ وہ ہماری دوستی کے سبب تاحیات ملک سندھ کا مالک ہوگا۔ جس کے لائق وہ ہے اور بجائے اس کے کہ متواتر فوئز لڑائیاں جو بالائے سندھ میں ہوتی رہتی ہیں بالکل امن و امان ہو گا۔

۲۰۔ دسمبر ۱۸۵۷ء کو ایک مخفی پیغام میر رستم کے پاس سے میرے پاس آیا خط لانے والے کو پاس کھلا خط تھا۔ مگر اُس نے لغت برون سے خفیہ کہا کہ میر رستم کچھ نہیں کرے گا اور میرے کیمپ میں بھاگ کر چلا آئے گا۔ میں یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ وہ اُن کر مجھے دق کرے۔ مگر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ علی مراد کے پاس چلا جائے جو اس کو فائدوں کے حسن نظام کے لئے ترغیب دے گا کہ وہ دستار سے مستعفی ہو جائے کہ اس لئے کہ وہ مدت سے چاہتا ہے کہ اس پگڑی کی جواب دیہوں سے اس کو نجات ہو اس لئے میں نے مخفی میر رستم اور علی مراد کو لکھا۔ اور کچھ صبح کو علی مراد نے مجھے لکھا کہ میرا بھائی بنجیرو عافیت دیجی میں میرے پاس ہے اور مجھ سے درخواست کی کہ خیرو پور میں بارہ بجے سے پہلے آپ حرکت نہ کجئے تاکہ اُس کی عورتوں کو چلے جانے کی مہلت ملے۔ اب حقیقت میں علی مراد رئیس الامرا ہے اس واسطے کہ اگر میر رستم اس کو دستار نہ دے گا۔ مگر تو بھی وہ بہر حال میر رستم کا کا دی اور نہ ہا ہوگا۔ جس کے ماتھے میں اس نے اپنے تئیں خود حوالے کر دیا ہے علی مراد تمام مال پوری امیروں سے زیادہ صاحب اختیار تھا اُس حال میں بھی تھا کہ میر رستم کی حکومت اسکے برخلاف تھی۔ اب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ ہمارا دوست ہے۔

واقعات عظیمہ

خیرو پور کے امیر رستم اور حیدر آباد کے امیر نصیر خاں جس کے سر پر مارت کی پگڑی تھی۔ لارڈ ایلن برا کے نے عہد نامہ کے مسودہ کو منظور کر لیا مگر اس پر دستخط کرنے میں تاخیر کیا اور چپ چاپ اپنے ماتحت رزم آرا رئیسوں کو لڑنے کے لئے بلایا اور اس کے ساتھ ہی دشمنانہ سازش مخفی کی جس کے اندر خیرو پور کے نوجوان امیر براد پشیو اپنے اور انہوں نے نہایت محنت سے سپاہیوں کے جمع کرنے میں اہتمام کیا۔ اب برٹش گورنمنٹ کو مہلت کرنے کا استحقاق اس سبب سے حاصل ہو گیا کہ عہد نامہ پر دستخط کرنے میں امیروں نے انتہا کیا۔ برٹش چھاونیوں کو

اجوہ وار سپاہیوں کے گروہوں کے جمع ہونے سے خوف پیدا ہوا۔ لارڈ ایلن ہبرا کے احکام جنرل پیر کے نام بڑے تشدد کے ساتھ جاری ہوئے کہ ان سپاہیوں کے گروہوں کو منتشر کرے اور نئے عہد نامہ کے موافق جو ملک در بے سندھ کے بائبن کنامہ لینے پھرے ہیں ان پر قبضہ کرے جب یہ احکام امیروں کو معلوم ہوئے تو انہوں نے بے انتہا اطاعت اور فریاد بر دلوی کو ظاہر کیا اور بڑی ڈھٹائی سے سپاہیوں کے گروہوں کے موجود ہونے سے انکار کیا لیکن وہ لڑائی کے واسطے تیاریاں کرتے رہے اور عہد نامہ کو تاخیر میں ڈالتے رہے تاکہ موسم سرما ختم ہو جائے۔ اور موسم گرما آجائے اور ان کی سپاہ جمع ہو جائے اور انگریز گرمی میں لڑنے کے قابل نہ ہوں جنرل ان کی اس پوسسی کو پیٹھ سے تار گیا وہ احکام کی تعمیل کے لئے دریاے سندھ کے پار اترتا میر ستم اپنے سرکش بیٹوں اور بھتیجیوں سے خوف زدہ ہو رہا تھا تو اس نے مخفی دروہست کی حتی جس کا اوپر ذکر ہوا کہ وہ جنرل کے کیمپ میں چلا آئے اس لئے یہ خط اسکو جنرل کی طرف سے بھیجا گیا جو

جناب من - میرا یقین ہے کہ آپ اپنی ذات سے ہمیشہ انگریزوں کے دوست رہتے ہیں مگر اب اپنے بد عقل کنبے کے سبب سے بیکس اور بے بس ہو رہے ہیں۔ میں جو خط آپ کے بھائی علی مراد کے ہاتھ سمجھتا ہوں کہ آپ کے صلح اور مشورہ پر چلیں اور پورا اعتماد کریں کہ وہ آپ کی محافظت کرے گا اب آپ ایسے بوڑھے ہو گئے ہیں کہ لڑائی کے قابل نہیں رہے۔ اگر لڑائی شروع ہوئی تو میں آپ کو کس طرح بچا سکتا ہوں۔ اگر آپ اپنے بھائی کے ساتھ چلے جائیں گے تو آپ کیا اس کے ساتھ رہیں گے یا میں سپاہی بھیجا اپنے کیمپ میں آپ کو بلا لوں گا۔ جہاں میں عافیت سے آپ رہیں گے آپ میری نصیحت پر چلئے وہ ایک دوست کی نصیحت ہے۔ میں آپ کا دشمن کس طرح ہو سکتا ہوں؟ اگر میں شبنم ہوتا تو اس تکلیف کو کیوں گوارا کرتا کہ آپ کو سلامت رکھوں میں خیال کرتا ہوں کہ آپ میری بات کو یقین کریں گے لیکن آپ کو اختیار ہے جو چاہیں سو کریں یہ خط تو مخفی بھیجا مگر علانیہ ایک خط امیر کو بھیجا جس سے اس کے فتنہ پر داز بیٹوں اور بھتیجیوں کو تنبیہ ہو

میرے خطو طخیر پور میں روکے گئے یہ امر کیا آپ کے حکم سے جاری ہوا ہے یا بغیر آپ کی منظوری کے ہوا ہے اگر آپ کے حکم سے ہوا ہے تو آپ قصور وار ہیں اور اگر بغیر آپ کی منظوری کے ہوا ہے تو آپ اپنی آدمیوں کو اپنے قابو میں زیر حکم نہیں رکھ سکتے بہر حال میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ فوراً اپنے مسلح آدمیوں کو آپ دور کریں اور میں خیر پور جاؤں گا تاکہ میں دیکھوں کہ میرے حکم کی کیا تعمیل ہوئی جو پھر اس دھکی کی تائید اس اشتہار سے ہوئی کہ عہد نامہ کے موافق اضلاع سنرل کوٹ اور بھونگ

نواب بہاول پور کو بھر دئے گئے اور امیروں کو مانعت کی جاتی ہے کہ ۱۰۔ جنوری ۱۲۲۲ء کو ان اضلاع میں تحصیل محصول نہ کریں اور رستم کے بیٹے اور جیتھے جو خیر پور کے قلعوں پر اور اور مقامات پر مسلح سپاہ کے ساتھ قابض ہیں اور یہ قلعے دستار سے متعلق ہیں اسلئے یہ کام دشمنی کا ہے جس سبب سے وہ رستم کے باغی اور برٹش کے دشمن ہوئے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ دو قلعے امام خور اور خورناہ ریگستان میں بہت دور ہیں پہلا قلعہ اپنی حصانیت و متانت اور فاصلہ کے سبب سے بلوچوں کے نزدیک معتق استخیر ہے دونوں قلعوں میں سب سامان جمع کیا گیا ہے اول قلعہ میں رستم خاں کا سرکش بیٹا محمد حسین ہے اور دوسرے قلعہ میں اسکا بھتیجا نصیر خان ہے۔ لیکن جنرل کی نصیحت کے موافق دفعتاً قلعہ دیچی میں رستم کے چلے جانے نے اُن کو جوان امیر زادوں کے تدبیر خجگ کو بالائے سندھ میں شسب کر دیا اور وہ خیر پور سے بھاگ گئے جس کے سبب بالائے سندھ میں علی مراد کی بالکل حکمرانی ہو گئی ہے

۲۹۔ دسمبر ۱۲۲۲ء کو۔ جنرل صاحب لارڈ ڈائمن براکو لکھتے ہیں کہ علی مراد سے شب گزشتہ کو میں ملا اور میں نے اُس سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کل رستم سے ملوں مگر دوسرے دن میں نے سنا کہ میرے رستم کہیں چلا گیا اسکے دو سبب میں خیال کرتا ہوں اول میرے رستم ایک ڈرپوک آدمی ہے اُس نے یہ خیال کیا کہ میں اُسکو قید کرنا چاہتا ہوں میں اور اس کا بھائی دونوں ملکر اس کام کے لئے سازش کرتے ہیں

دوم علی مراد ہی نے اپنے بھائی کو بھگا دیا ہو

میرے رستم نے اپنی دستار علی مراد کو دیدی اور قرآن پر قسم کھا کر دسنا سے استغفار دیدیا جس کے گواہ بہت سے مولوی ہیں۔ یہ قرآن علی مراد نے میرے پاس بھیجا جس پر میں نے کہا کہ خاندان کے نظامات اُن کے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ مگر گورنر جنرل خاندان کے سردار کا حامی و بشرطیکہ وہ عہد نامہ کا پابند ہو۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میرے رستم کی ذات کے لئے یہ اچھا ہوتا کہ وہ اپنی دستار بے دستور رکھتا اور علی مراد کو اپنا قائم مقام کام کرنے کے لئے بناتا۔ مگر اُس کو اختیار تھا کہ جو چاہتا وہ کرتا اب مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اس بوڑھے آدمی کو علی مراد نے اس سفیانہ قدم میں جو اُس نے اٹھایا تھا اپنے اس حصول مقصد کے لئے دہشت دلائی۔ کہ دستار پر اس کا قبضہ پورا ہو جائے۔ اس کام کے کرنے کے لئے اُس نے رستم سے کہا کہ میں اس کے قید کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ علی مراد نے رستم کے دوست ہونے کا ادا کیا۔ اور ہکو دغا دینے کے موقع کا منتظر رہا

۳۔ جنوری ۱۲۲۳ء کو نصیر خان نے ایک خط بھیجا۔ جو مکر و فریب بھرا ہوا ہے اس نے اطاعت

کا اقبال اس لئے کیا ہے کہ مہلت مل جائے میرے ستم نے بھی بکھلا ہے کہ میں نے خود اپنی خوشی سے دستار نہیں حوالہ کی ہے آپ نے علی مراد کے ہاتھوں سے میرے ساتھ دغا کی ہے نصیر خاں کو میں نے یہ جواب دیا ہے
 امیر۔ جب کسی آدمی کے قول و فعل مطابق نہیں ہوتے تو مجھے بڑی دقت پیش آتی ہے کہ کس طرح کام کروں امیروں کی ایک گورنمنٹ بہت سے سر رکھتی ہے ان میں سے ہر ایک مختلف عجیب طرح سے باتیں کرتا ہے میں کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا میں خیر پور میں اس لئے آیا کہ دیکھوں معاملہ کی کیا صورت ہے اور اسی مطلب کے لئے میں حیدر آباد کو جانے کا تھا۔ میں دو سو میل کے فاصلہ سے دوستوں اور دشمنوں میں تیر نہیں کر سکتا۔ چونکہ تم کہتے ہو کہ ہم کہانی اور گورنر جنرل دوست ہیں تو میرے دیکھنے سے تم کو خوشی ہوگی میں سنتا ہوں کہ جنوب میں لشکر جمع ہو رہا ہے۔ مسلح آدمی سندھ میں دریا سے سینہ سے عبور نہیں کر سکتے اس لئے میں سپاہ ساتھ لیکر آتا ہوں۔ اور رستم خاں پوڑھے شرم کو یہ خط لکھا ہے

جناب کا خط مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں ایسی زبان استعمال کروں جس کا مجھے افسوس ہے لیکن میرے ملک کی عزت اور تمہاری غرض مجھے کچھ اور نہیں کرنے دیتی آپ کے خط کا نشانہ ہے کہ میں نے آپ کو نصیحت کی تھی کہ آپ اپنے بھائی علی مراد کی باتوں کے موافق کام کریں اور اس نے آپ کو یہ صلاح دی کہ میرے لئے آپ اس طرح فرار ہوں جیسے کہ اس سارٹھ کرنے والے سے جو آپ کو قید کرنا چاہتا ہو امیر الیسا فریب کرنا آپ کے عز و جاہ کے لائق نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ سچ نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ جب آپ نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ میرے کیمپ میں آجائیں تو میں نے آپ کو یہ صلاح دی تھی کہ آپ اپنے بھائی کے قلعہ میں بجائے میرے کیمپ میں آنے کے چلے جائیں اس واسطے آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کو میں گرفتار کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اور وہ آپ کے کہنے کے انتظامات میں دخل دینا اب تم یہ سخن سازی کرتے ہو کہ جب میں نے یہ چاہا کہ آپ مجھ سے ملیں تو آپ بھاگ گئے کچھ اس غرض سے نہیں کہ ملاقات سے بچنا منظور تھا بلکہ اس سبب سے کہ میں نے آپ کو نصیحت کی تھی کہ آپ اپنے بھائی کی صلاح پر چلیں اور بھائی نے آپ کو یہ صلاح دی کہ آپ بھاگ جائیں اس لئے بھاگ گئے میں تکلیف گوارا نہیں کرتا کہ جناب ایسی غلط فہمیوں کے اندر پناہ لیں ہیں گورنر جنرل کا قائم مقام ہوں اس لئے آپ میری اطاعت کرتے ہیں آپ نے قسم کھا کر دستار سے ہتھیار دیا اب آپ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی زندگی کا یہ ایک اہم اور سنجیدہ کام ایسا تھا جیسا کہ ساگاٹسٹر کا ہوتا ہے

امیر میں ایسے دو رنگ کاموں کو سمجھتا نہیں۔ آپ کے افعال اور اقوال کی گرفت کرتا ہوں۔ لیکن آپ

میں یہ نہیں خیال کرتا کہ آپ تال پوری رئیس الامراء ہیں اور نہ میں آپ کی اور نہ ان لوگوں کی جو آپ کو رئیس سمجھتے ہیں ایسی مدارات کروں گا جیسی کہ رئیسوں کی ہوتی ہے۔

۷۔ جنوری ۱۸۵۷ء۔ میجر اوٹرم سے میر رستم ذاتی واقفیت رکھتا تھا میرے ساتھ تھا۔ کل میر رستم نے ایک ایچی بھیجا جس نے کہا کہ وہ آپ کا تابع اور فرمانبردار ہے۔ میجر نے مجھ سے درخواست کی کہ میر رستم سے مجھے ملنے کی اجازت دیجائے میں نے اجازت دی اور کہا کہ آپ میر رستم کی تیشنی کر دینا کہ اس کی ذات کو کچھ جو کھوں نہیں ہے وہ سلامت رہیگی۔ لیکن اطاعت و فرمانبرداری اس کو دوبارہ صاحب دستار نہیں بنا دیگی جس سے اس نے خود استعفا دیا ہے اور میرے خیال میں ایسے استغف پر سزا کا امن و امان منحصر ہے۔ میجر صاحب اس سے مل کر اس کے بیٹے کو ساتھ لے کر آئے میں نے بیٹے کے سامنے خوب اچھی طرح بیان کر دیا کہ تمہارا باپ بالکل سلامت رہے گا۔ وہ نئے عہد نامہ کے موافق مالک زمین رہے گا لیکن دستار بجا مارا مت کرو متعلق ہے وہ اس کے پاس نہیں رہیگی چاہا م غور کو جاتا ہوں کہ علی مراد لو اس قلعہ میں قلعہ دار مقرر کروں۔ لیکن پیر دیرینہ سال خیر پور میں مراحت کر سکتا ہے یا جہاں اس کی خوشی ہو وہ امیشہ ملک کی طرح رہ سکتا ہے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس بات سے بیٹا مطمئن ہو گیا اس سبب سے میں خیال کرتا ہوں کہ بالائے سندھ بالکل پرامن رہے گا۔

جنرل صاحب نے ریگستان میں بڑے سخت سفر کئے۔ توپوں کے ساتھ لیجانے میں بڑی دشواریاں اٹھائیں۔ میر یہ جانتے تھے کہ انگریز ایسے سفر نہیں کر سکتے بیشک اگر انگریزوں کے ساتھ ان کے ہیر اچھے نہ ہوتے یا ان کا مقابلہ کرنے والی توڑہ دار بند و قیں ہوتیں اور کھوے بند کر دیے جاتے تو ان کو قلعہ امام غورت تک پہنچنے میں بہت عرصہ لگتا۔

سفر کی کیفیت جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری آنکھوں میں ہمارے کانوں میں ہماری ہماری ناکوں میں ہمارے حلقوں میں بالکل ریت بھری ہوئی تھی۔ دانت ریت کو میں رہتے تھے۔ ہم اپنے کپڑوں اور کھال کے درمیان ریت کا باریک جامہ پہنہ ہوئے تھے۔ خشکی کے سبب ہمارے جوتوں میں سوراخ ہو گئے تھے۔ ہم جو چھتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جوتوں کی جگہ ریت کی پتیلیاں پہن لی ہیں۔ جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ امیر اپنے سپاہیوں کو بھیجی ہیں جمع کر رہے ہیں تو میں نے حکم دیا کہ خیر پور میں میجر اوٹرم صاحب سے سب امیر یا ان کے وکلاء ملاقات کریں تاکہ عہد نامہ کی مشکل آسان ہو۔

۱۳- جنوری ۱۸۳۳ء کو میں پرسوں اٹھا جاؤں اگر ویچی میں سپاہیوں کا اجتماع پر گندہ نہ ہوا تو میں ان کو سزا دوں گا۔ یہ اجتماع غریب رنج و غصہ کا نشانہ تھا کہ انہیں ہے جنہوں نے حملہ آور سے لڑنے کے لئے نوکری کر لی ہو بلکہ وہ باقاعدہ قزاقوں کی قوموں کا جگہاٹ ہے۔ ان میں ہر ایک قوم کا جدا سردار ہے جس کا کوئی اختیار سوا اس کے نہیں ہے کہ وہ اس کو شہر انگیزی و مفدہ پردازی کے لئے لے جائیں ان کی کوئی خوشی سوائے شرارت اور گزند سانی کے نہیں ہے اس وحشی ملک میں قزاقوں کی حکمرانی ہے میں ان کو وہی سزا دوں گا جو قزاقوں کو دیکھائی ہے

۱۵- جنوری ۱۸۳۳ء کو دس ہزار پونڈ باروت کے اڑنے نے قلعہ امام غور کے ریزے ریزے کر دئے اس میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ دوزخ کی آگ روشن ہو رہی ہے۔ آگ سے دھنوں کے وہ بادل پر باد اٹھے تھے کہ شیطان کے تخت کے لئے زیبا تھے مجھے اس طرح غارت کرنے کا کام پسند نہیں لیکن عقل مجھ سے دو باتوں کو کہتی ہے اول اس سے کشت و خون کا انسداد ہوتا ہے اور یہ بہتر ہے کہ آدمی کے ڈھائے ہوئے مندر ڈھلے جائیں بہ نسبت اسکے کہ خدا کے بنائے ہوئے مندر مسابروں دوم یہ قلعہ اس لئے بنایا گیا تھا کہ ظلم و تم کے لئے استعمال کیا جائے آئندہ اُس کے کھنڈروں میں غلام بجائے جابروں کے بناہ گزین ہوں گے۔ میں رات کو خوب دیکھا کہ میری خوبصورت پیاری ماں مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ کیا میں اُس سے جلد ملنے جاؤں گا۔ ہاں ہم سب پھر ملیں گے بشرطیکہ یہ بولناک لڑائی کا کام مجھے جہنم و مل نہ کرے غالباً وہ نہیں کرے گا

جنرل صاحب کو یہ امید تھی کہ جیسی میں نے بالائے سندھ میں ڈرپوک پولیسی سے کام چلا لیا ہے ایسے ہی کل ملک میں اپنا کام بنالوں گا۔ مگر بہت سے اثر جو پہلے معلوم نہ تھے وہ کل کاموں کو دھم برہم کر رہے تھے بلوچی امیر اور اولٹن کے پیرو بڑے جفاکش اور آتش مزاج تھے۔ جہاد کا فوٹوں سے نفرت انگریزی کیمپ کے ٹوٹنے کی طبع یہ سب باتیں ان کو جنگ پر راغب کرتی تھیں۔ انگریزی سپاہ کی قوت کو وہ خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ کابل میں اس کا قتل عام دیکھ چکے تھے اور اُس کے چھوٹے چھوٹے گروہوں کو شکست دے چکے تھے سب سے زیادہ ان باتوں کا اثر میرے رستم پر تھا۔ اس نے ادھر جنرل سے اُس کے کیمپ میں آنے کا وعدہ کیا ادھر ویچی میں جہاں اُس کے بیٹے بھتیجے تھے چلا گیا۔ جب بھراوڑم کشر اُس سے ملے گیا تو ظاہر میں اُس کے پاس کچھ سپاہ نہ تھی مگر مخفی سپاہ جمع کر رکھی تھی اُس نے کشر کو اطمینان دلایا کہ وہ بالکل انگریزوں کا تابع اور فرمانبردار ہے نئے عہد نامہ کے فیصلہ کے لئے خیر پور میں چلنے کا تقاضا اس پر کیا گیا تو تھکان کا حذر کیا اور اپنا ایلچی بھیج دیا جس نے اُسے کا وعدہ کیا مگر رات کو دیکھی میں

پھر چلا گیا۔ یہ کام کچھ خوف سے نہیں کیا بلکہ پولیسی بیچہ کی کل بلوچی قوم کو اور اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو جگے لئے آمادہ کرے اور خود صحرائے کنارہ پر پھرتا رہے کہ جنگ میں شریک ہو یا انگریزوں کو اپنے تئیں حوالہ دے جیسا موقع مناسب ہو گا۔

جنرل صاحب لکھتے ہیں کہ میجر اورٹم صاحب اپنے سب تحریرات کو فراموش کر کے میر ستم خان کاٹنا خوں اور علی مراد کا چور پیرا ہوا۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ امیروں پر فوج کشی ہو۔ فتح محمد غوری کی رٹائی چاہتا تھا گو اس کو سپہ انگریزوں کا دشمن لکھ چکا تھا۔ جنرل صاحب نے بڑے غصہ میں انگریز میجر اورٹم کو خط لکھا جس میں عہد ناموں کی ساری تاریخ بیان کی اور بتلایا کہ لارڈ آگلیڈ نے عہد ناموں کے لکھانے میں بیوقوفی کی اب لارڈ آیلین براؤن کی صہلار محقق اور انصافا کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کرنا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کام کرنا چاہیے کہ جس سے نیک گورنمنٹ کی ترقی ہو آسودگی انام اور رفاه عام اور خلعت کو شکم میں جو ان باتوں کو صرف اس لئے قربان نہیں کرنا چاہیے کہ ہم کو شمش کریں کہ ان ظالموں۔ شرابیوں۔ ریکاروں۔ دغا بازوں۔ سازش کرنے والوں حقیقہ ذلیل امیروں کو اس لوٹ کا کچھ حصہ دیں جو وہ ساتھ برس سے ملک کو فتح کر کے تباہ اور خستہ حال رعایا سے جمع کر رہے ہیں۔ یہ قزاق سب کے سب خوش نصیب ہیں اگرچہ میں قطعی اس طریقہ پر ترجیح دیتا ہوں جس کے موافق ہم اس ملک میں داخل ہوئے ہیں مگر وہ اس دیانت کے طریقہ کے مطابق ہے جس کے موافق کوور سے تال پوری بلوچیوں نے ملک چھینا تھا۔ میں اس پوسی پر بھی ترجیح دیتا ہوں جو ان پاجی کمینوں کو اجازت دے کہ وہ ملک کو لوٹ کر ایسی عیاشی کے اسباب کو اس حال میں تیار کریں کہ ہم نے اس ملک کے ہر اشراف کو بہبودی کی امید دلائی ہو۔ میجر اورٹم صاحب تم یہ کہتے ہو کہ یہ امیر بچے ہیں احمق ہیں تو کیا آدمی اس لائق ہیں کہ جن کے لئے کل آبادی کے فوائد قربان کئے جائیں تاکہ وہ غارتگری اور لوٹ مار کرتے رہیں۔ کیا بدمذہبی اس قابل ہیں کہ کسی ظمرو پر سلطنت کریں اگرچہ ہم نے یہاں آنے میں نا انصافی کی تو ہم کو اور رعایا کو اس نا انصافی سے تہذیب شایستگی کے فائدے حاصل کرنے چاہئیں

میں اپنے کام میں امیروں کے اغراض کا کوئی جزو نہیں داخل کرتا اور سب امیروں میں میر ستم کو جانتا ہوں کہ وہ کوئی نیک یا مردانہ لیاقت نہیں رکھتا۔ میں کس لئے علی مراد کی حمایت کرتا ہوں۔ میں اسے جانتا ہوں میں بہ نسبت اور امیروں کے اس کی نسبت کوئی اعلیٰ خیال نہیں رکھتا وہ کیا ستم سے بہتر ہے ہاں یہی بہترین صفتیں ہیں جن میں سے ایک بھی کسی امیر میں نہیں ہے

اول اُس کا اخلاق شاید یہ نسبت اوروں کے اچھا نہیں ہے مگر وہ شرابی نشہ باز نہیں۔ دوم اُس نے ہم سے پہلے یہاں نہ مخالفت کی مگر جب اُس نے جانا کہ یہ مخالفت سیفائدہ ہے تو ہمارا دوست ہو گیا۔ سوم اس وقت سے اُس نے ہماری خیر خواہی کے کام کئے ہیں جو کسی اور میں نہ نہیں کئے۔ الا صفر خان نے جس پر اُس کا کُنبا بڑا ظلم کرتا تھا۔

میں اُن سب باتوں کو کتے کے کچھینکتا ہوں۔ مجھے اس کی پروا نہیں کہ علی مراد شیطان کا اقرار ہو۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ سب امیروں کا کوئی سردار اُن کے اپنے قاعدہ اور دستور کے موافق ہو سو علی مراد ہے۔ اگر لوگ اس کو قتل کر ڈالیں گے تو وہ علی مراد سے علی ہو جاوے گا۔

یہ رئیس ہمارا غلام اور تاج ہے اُس کا اور ساری آبادی کا اور ہمارا ایک مقصود ہے کہ گورنمنٹ

اچھی ہو۔

ان امیروں کے جوش کئی کرنے نے گورنر جنرل کو مجبور کیا کہ ایسا عہد نامہ لکھا ہے جس میں اُن کو سزا ملے وہ تمام خراج معاف کرتا ہے اور اسکے محض میں ملک لیتا ہے جس میں خطاداروں کو سزا ملتی ہے اور بے گناہ آدمی محفوظ رہتے ہیں۔

۲۸ جنوری ۱۸۴۸ء کو میں نے حیدر آباد کے امیروں کو مدعو کیا ہے انہوں نے اپنے وکیل رائل اختیار دے کر اورٹم صاحب سے ملنے کو بھیجے ہیں خیر پور کے امیر علیحدہ رہیں گے میں اُنکے پاس جاتا ہوں ۱۲ فروری کو حیدر آباد میں عہد نامہ پر امیروں نے دستخط اور مہریں میجر اورٹم کی موجودگی میں کیں۔ جب میجر صاحب قلعہ سے جہاں اس عہد نامہ پر دستخط ہوئے تھے چلے تو ایک غضبناک گروہ نے اُن پر اور اُن کے افسر و غیر اعلیٰ و ملامت کی بوچھاڑ باندھی اسکو کشت و خون سے میجر صاحب کے سپاہیوں نے جو امیروں کی سپاہ میں سے ساتھ تھے روکا۔ دوسرے دن امیروں نے اورٹم صاحب کو اطلاع دی کہ بلوچی سپاہی ہمارے اختیار میں نہیں رہے۔ اگر آپ رزٹرنٹی میں رہیں گے تو اُس کا نتیجہ جو کچھ ہو اُس کے جواب دہ ہم نہیں ہیں سپاہیوں نے ہمارے سب محکوموں کو مارا لیکن میرے رستم کے ساتھ جو لڑائیاں کی گئیں اور جنرل نے ہماری دارالسلطنت پر چڑھائی کرنے کے لئے بالاستقلال سفر کیا اس سے بلوچیوں کو ایسا غصہ چڑھا کہ وہ اس کو روک نہیں سکتے انگریزی رزٹرنٹ نے ایک اپن سرکنے سے انکار کیا۔ اور اپنے دروازے پر دوسرا پہرا بھی نہیں لگایا۔

۱۵ فروری کو رزٹرنٹ نے پرتین طرف سے پیدل اور سواروں نے حملہ کیا اور چوتھی طرف دریاتھا۔

جہاں سے دفاعی جہاز پر ایک کمپنی نے آتش باری کر کے بڑا کام کیا۔ تین گھنٹہ تک تھوڑی سی انگریزی سپاہ نے دشمن کی بہت سی سپاہ کا مقابلہ کیا کہ ایک آسنے کی امید نہیں تھی، اور ٹرم صاحب جہاز میں اپنی سپاہ کو لے کر حیران ہو گئے۔ ۱۔ سپاہی مجبور و مقتول ہوئے۔

اس تمام ارہانے کا بدرب بڑا شدہ سہ بن گیا۔ ۲۔ فروری ۱۹۴۷ء کو جنرل نے پیر کی تھوڑی سی سپاہ میں تین ہزار طاقتور سپاہیوں کی بلوچیوں کی بہت سی سپاہ میں ہزار آدمیوں کے سامنے آئی جو حیدر آباد سے چھ میل کے فاصلہ پر میانہ کٹوں میں مقیم تھے۔ تھوڑی دیر تک دونوں لشکروں میں ایس میں بڑی لڑائی رہی کہ یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کون فتح پ ہوگا۔ آخر کو ایک سخت جنگ کے بعد بلوچی میدان جنگ سے بھاگ گئے تو پھر بھی اور سامان سب چھوڑ گئے انگریزوں کو فتح ہوئی۔ بلوچیوں کے یا سح سو سے زیادہ آدمی مارے گئے اور انگریزوں کے ۲۵۰ سپاہی جیسے ۱۹ افسر تھے۔

بلوچیوں نے اپنی دار السلطنت حیدر آباد کے بچانے میں کوشش نہیں کی۔ ۲۰ فروری کو اس پر جنرل نے پیر نے قبضہ کر لیا۔ شہر کے قبضہ کرنے میں ایک بڑا ناکام معاملہ پیش آیا کہ وہاں بلوچی اس پر آمادہ بیٹھے تھے کہ اگر دنا سہی ہل چل ہو تو وہ سب اپنی عورتوں کا گلا کاٹ کر لڑے بغیر کر اپنا کام کر لیں اس لئے شہر میں سپاہی بہت بہتہ بہتہ گئے۔

۲۲ فروری کو تین ہزار ستر بھینٹوں بے غنیمت کا مال جمع کرنے والوں کو بڑا خزانہ ہاتھ آبا کہتے ہیں کہ دو کروڑ روپیہ تھا۔

ممبئی ٹائمز میں اسٹ صاحب نے چھو ا دیا کہ امیروں کی عورتوں کو افسروں نے خراب کیا اور عورتیں ان کے غیموں میں رہتی ہیں لیکن تمام افسروں نے ایک نوشتہ برائے دستخط کئے کہ بے خبر غلط ہے اور سر سے پیر تک جھوٹ اور فتنہ ہے ایسا واقعہ یہاں ایک بھی نہیں ہوا ہے بلکہ اُس کے ہونے کا شبہ بھی نہیں ہوا۔ اب ایک مشکل پیش آئی کہ قیدی امیروں کے ساتھ سلوک کس طرح کیا جائے ان امیروں سے اب بھی خوف لگتا تھا وہ انگریزوں کے دشمن تھے مگر فتح کرنے والوں نے ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا۔

اول جنرل نے یہ کوشش کی کہ ان کی عورتوں کی محافظت کی جائے اپنے سپاہیوں کے ہاتھ سے نہیں بلکہ امیروں کے وختیانہ غیض و غضب سے اس لئے کہ ان کے زمانے قلعہ میں تھے۔ اور اٹھ سو بڑے زبردست دلاور تال پوری بلوچی ان کے نگہبان تھے اور ان کو حکم تھا کہ اگر خدا سی بھی عورتوں کی بے عزتی ہو تو وہ ان کا گلا کاٹیں اور لڑ کر

انبار استیسیں۔ مگر لائن صاحب نے اُن کا انتظام بہت اچھی طرح سے کر دیا جو
 قیدی امیر و دیارے سندھ کے فریب اُن کے سر ستر باغ میں مسجد بیٹے گئے اور بہت تڑپ پوری
 بلوچی اُن کی خدمت کے لئے مقرر کر دئے۔ جو لائن صاحب کے پاس آتے جاتے تھے اور خبریں لاتے تھے۔
 لیکن بنسٹل نے کہا کہ تم نے تو یہ حکم دیا تھا کہ انگریزوں کو قتل کرو لیکن میں تم کو قتل نہیں کروں گا۔ مگر جہاز کے
 اوپر تہارے پانچوں میں بیڑیاں ضرور ڈالوں گا۔ اُس نے بیڑیاں تو نہیں ڈالیں مگر جہاز میں بیٹھا کے جلا وطن
 کیا جو

اُن کے خزانہ میں قریب تین کروڑ کے روپیہ علاوہ مستورات کے زیورات اور جواہرات کے تھا جنرل نے
 حکم دیدیا کہ عورتوں کے زیورات کے باب میں کچھ تحقیقات نہ کی جائے جس کے سبب سے اُن کے وحشی پہرے والے
 بلوچیوں کو اُن کے قتل کا بہانہ ملتا آئے۔ جنرل نے عورتوں کو تین دن آزادی دی کہ لونڈیاں اپنے گزلبے کے لئے کچھ
 لوٹ لیں۔ وہ بہت سارے روپیہ لوٹ کر لے گئیں۔ تمام عورتوں اور بی بیوں اور لونڈیوں کو ختم مار دیا گیا کہ وہ اپنے
 آقاؤں اور خاوندوں کے پاس چلی جائیں یا سندھ میں ہیں۔ انہوں نے دوسری بات پسند کی۔ اور کوئی عورت
 اپنے آقاؤں اور خاوندوں کے پاس نہ گئی۔ اب تک چھ امیروں نے اپنے تئیں حوالہ کیا تھا اور امیر میدان جنگ کے
 لئے تیار تھے ان سب میں بہادر امیر پور کا امیر شیر محمد خان تھا۔ جس نے لڑنے والے بلوچیوں کو بلایا وہ آٹھ ہزار
 ہزاروں جمع ہو گئے کہ ایک دفعہ اور اپنے ملک کی آزادی کے لئے قسمت آزمائی کریں۔ حیدر آباد کے قریب موضع دبا
 میں شیر محمد نے اپنے مورچے جمائے اس میں بیس ہزار طاقتور سپاہی تھے۔ ۶۴۔ مارچ ۱۸۴۳ء کو جنرل نے پیر نے
 سپہ ہزار سپاہ سے اُن پر حملہ کیا طرفین سے خوب آتشباری ہوئی بجائے اس کے کہ بلوچی مقابلہ بہادری سے کرتے
 وہ ہر جگہ شکست پا کر بھاگے اُن کے بہت آدمی مارے گئے اور انگریزوں کے دوسرے سٹھ سپاہی ضائع ہوئے
 بس ڈبا کی فتح سے فتح کرنے والوں کے ہاتھ میں کل ملک سندھ آگیا۔ شرقی صحرائیں امرکوٹ جو شہنشاہ
 اگر کی خیم بیوم تھی وہ بھی آسانی سے فتح ہو گیا تباہ شدہ امیر کیا جلا وطن ہوئے یا مقید ہو کر بمبئی بھیجے گئے ملک سندھ
 میں اول جنرل نے پیر گورنر مقرر ہوئے پھر اُس کے بعد یہ ملک بمبئی پریسڈنسی کے متعلق ہوا جو

جنرل نے پیر امیران سندھ کی نسبت تحریر کرتے ہیں کہ امیر صرف بزور شیعہ حکومت کرتے تھے سوائے تلوار
 کے کوئی اور قانون نہ تھا۔ بلوچی اُن کے سپاہی تھے اور سندھی اور ہندو اُن کے رعایا تھے جو اُن کی بیڑیاں تھیں۔
 سیانی کی لڑائی تک ہر بلوچی اپنی خوشی یا مطلب کے لئے سندھی یا ہندو کو قتل کر ڈالتا تو اُس کو سزا کچھ نہ ہوتی خاص کہ

سفید و بیکار آمد۔ یہ بات وہ بڑی سچ کہتے تھے۔ اس کے برخلاف لارڈ ایلن براہ استدلال کرنے کے لیے صحیح پولیس اور برٹش کی عزت کے خلاف یہ امر تھا کہ انڈائن ۳۰ ن سے سیاہ کے واپس آنے کے بعد ملک سندھ سے سپاہ واپس بلالی جائے۔ امیروں نے تجارت کے عہد نامہ کے بعض شرائط میں عہد شکنی کی۔ انہوں نے سپاہ اپنے دستور کے خلاف ناجائز سبب سے جمع کیں۔ انہوں نے خطوط بغاوت انگیز لکھے۔ امیر رستم کے وزیر نے دشمنی کے کام کئے اس کا آقا اس اپنے لازم کے کاموں کا جواب دہ تھا۔ ان وجوہ سے یہ امر ضرور تھا کہ امیروں کو ایک نئے عہد نامہ کے منظور کرانے سے سزا دی جائے امیروں نے بجائے اس کے کہ اس نئے عہد نامہ کے شرائط کے ماننے سے علانیہ انکار کرتے نئی شرائط کو مان لیا مگر اپنے ان اقراروں سے جنرل کو فریب اور دھوکا دیا جس کی سپاہ پر وہ دغا کر کے حاکم کے عارت اور تباہ کرنے کو تھے ایسے طریقہ اور روش کے واسطے قابل یادگار سزا دینا ہی مکافات ہو سکتی تھی میانہ کے جنگ کے بعد تدا بیر کا آدھا کرنا اور دھانہ کرنا ممکن نہ تھا امیر خود سندھ میں پر دی تھے جو قومی یا اپنے قدیمی قبضہ کا دعوے نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے وہ مغزول کئے گئے اور سمندر کے پار بھیجے گئے اور ان کے ملک مضبوط کا ایک حصہ پہلے ملک کے مالکوں کو اب ہوا دل پورا اور جوہ پورا اور جیل میر کے راجاؤں کو دیا گیا ان کا انصاف کہ یہ جنگ انصاف اور ایانذاری پر مبنی تھے یا نہ تھی پٹھانوں نے خود فیصلہ کر لیں گے۔ مگر سب کا ماحصل یہ ہے کہ جو پولیس اختیار کی گئی اس سے کوئی ملک کے لئے برائی نہیں پیدا ہوئی بلکہ یہ سہائیاں ہوئیں کہ بردہ فروشی ملک سندھ سے جاتی رہی ان دامان چین چان اور عمدہ انتظام ایک کارگر گروپس نے بہت طرح سے ایسا قیام کر دیا جس سے ملے العموم رعایا کی رضامندی اور بہبودی و خوشنودی ہو۔

کرنل اور ٹرم صاحب بڑے سچے عیسائی بڑے شجاع سپاہی اور فٹنڈ مدبر تھے سندھ کی لڑائی کی پولیس کو وہ ناپسند کرتے تھے گو اس کو وہ روک نہیں سکتے تھے خیر پور کے امیر رستم خاں کو وہ بہت عزیز رکھتے تھے اس کی عمر چالیس سال کی تھی سالوں کے بوجھ سے اس کی عمر جب گئی تھی اس پر جوشندہ ہوتا تھا اور ناحق اس پر جواز نام لگائے جاتے تھے اس کی وہ حمایت کرتے تھے وہ جانتے تھے کہ یہ امیر انگریزوں کو اپنا دوست سمجھتا ہے اور اس نے انگریزوں کے ساتھ بہت دوستی کے کام کئے ہیں جب اس بوڑھے کو جس کو برٹش گورنمنٹ نے ساڑھے تین کوڑی برسوں سے ہمیشہ اعزاز اور احترام کے ساتھ خط و کتابت سے مخاطب کیا ہو خطوط بغیر القاب آداب کے لکھے جاتے تھے جن کو سب سے وہ کہتا تھا کہ اس کا منہ کالا ہو گیا اس کے سفید بالوں کی کچھ عزت نہیں رہی۔ اس پر تین تین تنوپی جاتی تھیں کہ وہ انگریزی لشکر پر شب خون مارے گا۔ مسلح سپاہ کو جمع کر رہا ہے کہ انگریزی لشکر پر دست درازی کرے اور اور

باتیں کہی جاتی تھیں۔ جن کو اپنی مروت و محبت اور شرافت کے سبب سے کرنیل اور ٹرم رو کرتے تھے انکو ایک جیسے پٹرنے لگا ہوا
 تو انہیں ایک بیٹا حوالہ کر گیا۔ جب وہ لڑائی میں گرفتار ہوا تو اس کی رہائی کے واسطے انہوں نے بڑی سعی کی اور اس کی
 صلاح اور فلاح میں ایسی کوشش کی جیسی کہ باپ کرتا۔ جب سندھ کی لوٹ کا روپیہ انعام میں تقسیم ہونے لگا تو لنگ
 حصہ میں ساٹھ ہزار روپیہ آیا۔ انہوں نے اس لوٹ کے روپے کا نام سندھ کا خون روپیہ رکھا تھا۔ انہوں نے
 اس انعام کے لینے سے انکار کیا اور اس لڑکے کو دنیا چاہا جس کا اوپر ذکر ہوا تاکہ سندھ کی لڑائی میں جو گناہ کیا
 گیا ہے اس کا کفارہ ہو۔ اور مظلوم امیروں کی داد رسی ہو۔ مگر ڈاکٹر ٹوٹ نے ان کو صلاح دے کر اور گورنمنٹ سے
 خط و کتابت کر کے اس روپیہ کو ہنری لارنس اے سائیلم میں گوروں کی اولاد کی تعلیم کے لئے اور اورھیائی
 مدرسوں میں تقسیم کر دیا۔

جنگ گوالیار

اس لڑائی کا حال زیادہ تر مامور مورخ اڈورڈ تھارنٹن صاحب کی برٹش امپائر انڈیا سے اخذ کر کے لکھتا ہوں اور ان پر کپتان ٹروٹر صاحب کی نابج و کنواریا رین اور ہوپ صاحب کی تابج سینہ صبا سے بعض بعض مضامین کا اضافہ کرتا ہوں ۔

عہدہ ریزیڈنٹی اور دربار گوالیار کی تشریح

اس لڑائی کے بیان سے پہلے عہدہ ریزیڈنٹی اور دربار گوالیار کے معانی سمجھ لینے چاہئیں برٹش گورنمنٹ کے اعلیٰ اہلکاروں میں سے ایک عہدہ ریزیڈنٹ کا بھی ہے جو کسی بڑے خوش نصیب عالم کو ملتا ہے اس کا ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ لوٹری میں چٹی کا کسی کے نام نکل آنا۔ ریزیڈنٹ ہندوستانی ریاستوں کے دارالسلطنت میں اُس کے قریب کسی بڑی سرکاری رفیع الشان کو بھی ملے رہتا ہے اور اُس کا مشاہرہ یکساں ہزار روپے سالانہ سے لیکر لاکھ روپے سالانہ تک ہوتا ہے وہ ریاست میں گورنر جنرل کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے وہی درجے اور مرتبہ میں مہاراج کے بعد ہوتا ہے۔ جب کوئی حاکم ریزیڈنٹ مقرر ہوتا ہے تو گورنمنٹ کی طرف سے اس کو یہ ہدایتیں ہوتی ہیں کہ ریاست کے دربار میں جو مخالفت و فقیوں کے لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں اُن میں سے کسی کی طرف نہ ہونا اور ملک کے اندرونی انتظامات میں دخل اندازی نہ کرنا۔ ہاں اگر کسی باب میں رئیس صلاح و مشورہ یوچھے تو اُس کو صلاح دینے کی اجازت ہے مگر بغیر استفسار نہیں۔ افسوس ہے کہ سب ریزیڈنٹ رہت بازی سے ان ہدایتوں کے پابند نہیں ہوتے ۔

دربار گوالیار ایک مجلس شورے ہوتی ہے جس کا صدر انجمن مہاراج ہوتا ہے اگر وہ نابالغ ہوتا ہے تو مہارانی یعنی راجہ کی ماں میں یہ وہ صدر انجمن ہوتی ہے اور اس مجلس کے اراکین یہ ہوتے ہیں۔ ریاست کے امارتے موروثی اور بڑے پنڈت۔ عالم اور سپاہ کے افسران اعلیٰ جو اکثر چنگیز اور اہل اٹلی جیسی ہوتے ہیں اور اُن ممبروں کے خاص اختیارات اُن کے عہدوں کے مستفادت مدارج کے موافق ہوتے ہیں۔ اُن ممبروں

میں اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ وہ سرکاری کاموں میں کوئی عملی حصہ نہیں لیتے۔ مہاراج کی سالگرہوں اور تیواروں اور سیاہ کے سائنوں کی تقریبات میں بلائے سے آتے ہیں۔ مگر ان میروں کی گروہ کی راس ریاست کی مسئلہ رائے سمجھی جاتی ہے۔ وہی نائب ال ریاست یا دارالمہام کے مقرر اور معزول کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ بڑی بات قابل باور رکھنے کے یہ ہے کہ دربار کے کام مہاراج ہی کے ساختہ پروانختہ سمجھے جاتے ہیں۔ اگر راجہ کم عمر ہو تو اس کی قائم مقام ہارانی جو اس کی مان ہوتی جاتی ہے۔ ہم جس وقت کا ذکر لکھتے ہیں اس میں دونوں مہاراج اور مہارانی کم عمر تھے۔

دربار کے میروں کا حال

اس دربار کے تین میر بڑے صاحب لیاقت تھے ایک باؤستو لیا جوامارت میں سب امرائے ریاست سے بڑے ہوئے تھے مگر کام کرنے کی عادت نہیں رکھتے تھے دوسرے رام راؤ پھلکبایا پھلتبایا جو اپنی نوجوانی میں بہت کنفٹ کے افسرین کر لار ڈلیگ کے ماتحت ان کے دتمنوں سے لڑے تھے اور اپنے حسن خدمات کا صلہ بھی برٹش گورنمنٹ سے بہت کچھ پایا تھا۔ تیسرے دادا خاص جی والا تھے۔ جنہوں نے برٹش گورنمنٹ کو اس حال میں ایک کروڑ روپیہ دلوا دیا تھا کہ اس کا خزانہ خالی تھا ان کا یہ لقب اس سبب سے تھا کہ ریاست کے کل جواہران کے پاس رہتے تھے اور وہ محل کے کاموں میں بھی دخل رکھتے تھے اور محل میں بے تکلف آتے جاتے تھے۔

معاملات گوالیار

افغانستان میں لڑائی کی آگ بڑی بھر کی تھی وہ بھجوری بھجی کی کہ انکی چگاریان ملک سندھ میں چکے لگیں۔ ابھی یہاں وہ بالکل خاکستر نہیں ہوئی تھیں کہ ریاست گوالیار میں اپنے شرارے دکھائے لگیں برٹش گورنمنٹ کو اسی سال میں کہ سرکار انگریزی کی عملداری میں ملک سندھ کو اضافہ ہوا تھا اور سرچارلس نے پیرائس کے انتظام میں تین مصروف تھے کہ یہ گوالیار کا تروپیش آیا۔ مار کوئس لڑائی اور مار کوئس ٹیٹنگ کے زمانہ میں دولت راؤ سیندھیا سے عہد نامہ ہوا تھا وہ عہد نامہ میں لا ولد مر گیا اور اس نے کوئی متبنی بھی نہیں کیا تھا۔ مہارانی جیامائی انکی چاچن ہوئی اس نے اپنے شوہر کے سب سے قریب رشتہ دار جگوجی راؤ سیندھیا کو تنبیہ کیا وہ اپنی سترہ برس کی عمر میں ۱۸۳۷ء صاحب اختیار ہوا۔ مہارانی سے لڑ جگوجی راؤ نے ریاست کے اختیارات لے لئے مہارانی اگرچہ میں جلی آئیں اور اپنی پیش کے انتظار میں برسوں بیٹھی رہیں۔ اندہ ہی اندر اس کے لئے تجویزیں ہوتی ہیں کہ وہ خود

میں مہاراجہ جن کو جی راؤ سبندھیاد فٹا سرگماٹی ہو ۱۰۱ لاولہ تھا اور اُس نے اپنا کوئی متنبہ بھی نہیں کیا تھا کہ وہ دستور کے موافق اس کا جانشین ہوتا۔ اُس کی بیوہ نارایانی برہ برس کی تھی اُس نے بھگیت راؤ کو جو اُس کے شوہر کا سب سے روادہ قریب کا رشتہ دار تھا دربار کے صلاح اور شور سے متنبہ کیا اور وہ دستور کے موافق گدی پر بیٹھا۔ اس وقت مہاراج کی عمر اٹھ برس اور مہارانی کی عمر تیرہ برس کی تھی ان عمروں میں ریاست کے کاروبار وہ خود نہیں کر سکتے اس لئے مدارالمہام بنے راج سری کا مقرر ہونا ضرور تھا کہ بل سپائرس صاحب رزیڈنٹ نے مہاراج متوفی کے ماموں ماما صاحب کو مدارالمہام مقرر کیا اور اس تقریر پر گورنر جنرل نے بھی خاموشی اختیار کی ماما صاحب کہتے رقیب اور دشمن تھے۔ مشرقی درباروں کا دستور ہے کہ جو شخص آگے قدم بڑھاتا ہے وہ اس شخص کا دشمن ہوتا ہے جسکو وہ یہ جانتا ہے کہ وہ میری پیش قدمی کا سدراہ ہو گا۔ مگر رزیڈنٹ کا رعبے داب ایسا غالب تھا کہ ماما صاحب مدارالمہام مقرر ہو گیا اور مہاراج جس روز گدی پر بیٹھے اس کو اس عہدہ کا خلعت مل گیا۔ اس تقریر سے برٹش گورنمنٹ کی تو منہ بانی مرادیں مل گئیں لیکن ماما صاحب کو جب یہ عہدہ ملا اُس کے اکیٹر مچھاڑ میں اُس کے رقیب تدبیریں کرنے لگے۔ ایک عہدہ نرینجن مہارانی کا ناک کا بال تھی وہ اس پر بالکل مسلط تھی وہ مدارالمہام سے سخت عداوت رکھتی تھی وہ محل سے نکالی گئی۔ مگر اُس کا بڑا اثر جو مہارانی کے دل میں بیٹھ گیا تھا وہ نہیں نکالا گیا (ہو پ صاحب نرینجن کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ لونڈی تھی۔ مگر وہ ہلاکی بنی ہوئی تھی کہ اس کے خوبصورت لمبے بال کالے ناگ کا حکم رکھتے تھے اور اُس کے سفید دانت سور کی تھوٹنی کا کام دیتے وہ محل کی چار دیواری سے باہر نہیں جاسکتی تھی) سپاہ کی حالت سب سے بڑا اثر ریاست پر کر رہی تھی۔ تین سپاہیوں کی پلیٹوں کا ایک برگیڈ جس میں ایک پلیٹن کا افسر ایڈورسنگ کے ساتھ تھا وہ اپنی پلیٹن کو لے کر مالوہ میں گیا تو بڑے ظلم و ستم کرتا گیا رزیڈنٹ کے بیانات کے موافق ایڈورسنگ کو حکم بھیجا گیا کہ وہ اپنی پلیٹن کو جہاں ہو چھوڑ کر نہا پہاں چلا آئے اس کے نتیجے میں محلی کہ چپ چاپ آجائے فوجیہ سے معزول اور مقید کیا جائے۔

یہ حکم ایڈورسنگ کے خیال کے موافق تھا وہ اپنی پلیٹن سمیت کمپ میں آیا جس نے اپنے برگیڈ کی دو پلیٹنوں میں یہ خواہی کا بڑا اثر پھیلا دیا۔ یہ راثر بغاوت کا جو برگیڈ میں پھیلا تو رزیڈنٹ اُس کی فوراً سزا دینی چاہتا تھا اُس نے اس سزا دینے کے لئے انگریزی سپاہ کی امداد کی تجویز پیش کی ماما صاحب نے عرض کیا کہ میں رزیڈنٹ صاحب کے ارشاد کی تعمیل کے لئے تیار ہوں لیکن میں اس امر کو ترجیح دیتا ہوں کہ یہ کام بغیر برٹش گورنمنٹ کی مدد کے سرانجام پائے۔

ابو نہ انگریزی سپاہ کے آنے سے کل لشکر میں ایک ہل چل جائے گی مگر یہ کام ایک مہینے یا چھ ہفتے کے اندر اسے ہو گا۔

اس عرصہ میں سپاہ کو تنخواہ دیدی جاہنگی جس کے بغیر وہ گورنمنٹ کا کام سر انجام نہیں دیگی۔ گورنر جنرل اگرچہ تشریف فرما تھے ان کو یہ اطلاع دی گئی جس سے ان کو اطمینان ہوا کہ اگر انگریزی سپاہ کو گولیاری جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ پہلے ان کا یہ حال تھا کہ سپاہ کا جانا ضرور ہوگا۔

اما صاحب نام دارالمہاراجہ بہمنی صاحب کا عرصہ گذر تھا کہ مرانی نے اپنی حوالی ہوالی سے سازش کر کے ماما صاحب کو آڑے ہاتھوں لیا۔ اچانک ۱۰ مئی کو مرانی کی طرف سے رزیڈنٹ صاحب کے پاس پیغام آیا کہ میں ماما صاحب کو اپنے سے واپس لے کر چاہتا ہوں۔ اس کی اطلاع پر ماما صاحب نے یہ کہہ کر ان کی ادا ہوئی۔ معاملہ کا اس طرح بدلتا عجیب و غریب تھا کہ اس کے بعد جو وہ کیا کیا بوائے بہمنی نے یہ زیادہ تعجب خیز تھا۔ ۱۸ مئی کو مرانی اور ماما صاحب کی بھتیجی کا بدمعاش ماما صاحب کے حق میں سازش معلوم ہوتا تھا۔ مگر اسی کو ان کے حق میں نہر ہوا۔ اس نتیجہ میں مرانی نے کیس میں تمام سواہروں کو سوائے ۱۰ مئی کے سب سے لے کر رزیڈنٹ صاحب کو خرید لیا جس میں دارالمہاراجہ ماما صاحب کی شکایت لکھی اور اس کے برخاستہ بنی کی درخواست کی رزیڈنٹ صاحب اس کے مانع ہوئے مگر اس کا اثر کچھ نہ ہوا۔ ماما صاحب کو حکم ہوا کہ لشکر گولیاری میں رہنے نہ پائیں ان کو یہاں سے سفر کرنا پڑا۔

مشرقی سازشوں کی تشریح و تفسیر سو۔ ۱۰ ان لوگوں کو ان کے کہیں شریک ہوتے ہیں شاد و نادری کوئی شخص کر سکتا ہے اور اکثر مثالوں میں یہ سازش کرنے والے بھی سازش کی اور اپنے چال و چلن کی توجیہ معقول نہیں بیان کر سکتے ہیں اس لئے ان سازشوں کی تحقیقات کرنی عجب ہے جن میں اول ماما صاحب عز و جاہ کی عزت پر چڑھایا گیا اور پھر وہ ذلت و خواری کی تحت الشری میں اوندھے منہ پھینکا گیا۔ مگر یہ بات صاف ہے کہ برٹش گورنمنٹ کا رعب و اب اثر کم تھا۔ دارالمہاراجہ کو برٹش گورنمنٹ کا سہارا فقط مرانی تھا ماما صاحب اس طرح برطرف کیا گیا کہ کوئی ذلیل سے ذلیل تو کہہ بھی موقوف نہیں ہوتا۔ صرف اس مخالفت فریق کے سبب جس کی سہمت ایک عورت تھی۔ جس کی عمر اتنی تھی کہ یورپ میں اس عمر کی عورت نہایت خفیف امور سلطنت میں بھی کچھ اختیار نہیں رکھ سکتی۔ تعجب یہ ہے کہ دارالمہاراجہ کی اعانت اس سپاہ نے کچھ نہیں کی جس کو چند مہینے ہوئے کہ اس نے مرکز بریٹن کی سزا دینے کے لئے تیار کیا تھا۔ رزیڈنٹ نے گورنر جنرل سے درخواست کی کہ ضرورت کی حالت میں وہ اگر وہ سپاہ کو دارالمہاراجہ کی حمایت کے لئے بلائے مگر گورنر جنرل نے اسے منظور نہیں کیا اور یہ بیان کیا کہ کچھ دست کی ریاست میں اندرونی فسادوں میں مداخلت کرنے کے لئے سپاہوں کو اس لئے بھیجا کہ قوت انگلیشیہ کا پسند کیا ہوا آدمی انگریزی سپاہ سے معاملہ کا نصفہ کرے ایک بڑا امر اہم ہضم با نشان ہے۔

گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو جس مہینے میں اپنے ارادہ سے مطلع کیا تھا طے زور سے یہ لکھا کہ کسی حالت میں گورنر جنرل یہ نہیں چاہتا کہ بغیر اس کی خاص ہدایت کے ایک سپاہی بھی سرحد پر قدم رکھے جو

گورنر جنرل نے سپاہیوں کے بھیجنے سے انکار کیا مگر مرہٹوں کی نہیں رزیڈنٹ کو صلاح دی کہ برٹش گورنر ماما صاحب کی موقوفی پر صرف اس وجہ سے نہیں رضامند ہوگی کہ مہارانی اس کو موقوف کرنا چاہتی تھی وہ اس لئے موقوف ہوا بلکہ وہ چاہیگی کہ اس کی موقوفی کی اور وجوہ اور دلائل مقبول بیان کی جائیں۔ رزیڈنٹ کو چاہیئے کہ

ماما صاحب کے جانشین سے بغیر گورنر جنرل کی ہدایتوں کے کسی طرح کی خطہ کتابت نہ کرے اور یہ حاکمانہ اصلاح دی گئی کہ مہارانی اور سردار اپنے دل میں اس بات کو یاد رکھیں کہ انگریزی عملداری اور گوالیار کی سرحدیں آپس میں ملتی جلتی ہیں یہ امر اہم مہم بالشان ہے کہ گوالیار میں ایسی گورنمنٹ موجود ہونی چاہیئے کہ وہ طول طویل سرحد پر امن اور عافیت رکھنے کے لئے رضامندی اور قابلیت رکھتی ہو۔ برٹش گورنمنٹ یہ امر گز نہیں جائز رکھے گی کہ گوالیار

میں ایسا سست نظام ہو کہ جس سے سرحد پر غارت اور لوٹ و کھوٹ کی عادت پیدا ہو اس کا فرض حاکمانہ اپنی رعایا کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنے اثر و عب و داب کو سب طرح سے عافیت عامہ کے قائم رکھنے کے لئے کام میں لائے اس کا اصلی مقصد اس مقصود کا حاصل کرنا ہے۔ یہ امر نہایت اطمینان خاطر کا سبب ہو گا کہ برٹش گورنمنٹ ریاست

گوالیار کو ایسا دوستانہ شریک و معاوی بنا کے اس کام کو کرے اور یہ قوی امید ہے کہ ماما صاحب کی عمار المہامی میں یہ کام اچھی طرح انجام پاسکے گا۔ بہر حال امن و عافیت عامہ کا برقرار رکھنا ناگزیر اور لازمی ہے اور ریاست گوالیار کی بد نظمی سے کوئی خلل اور فساد پیدا ہو تو اُن کی جواب دہی اُس کے ذمے ہے جو

گورنر جنرل کے یہ اطہارات نہایت عمدہ تھے اگر اس کے ساتھ کوئی سپاہ کا برگیڈ ہوتا تو وہ زیادہ تر موثر ہوتے۔ مشرق میں قاعدہ ہے کہ خالی دلائل خواہ کسی پر زور و متین ہوں مگر اُس کے ہمراہ سپاہ کا زور نہ ہو تو اُس کا اثر کچھ نہیں ہوتا۔ رزیڈنٹ نے کہا کہ میرے خیال میں یہ ناممکن ہے کہ میں ماما صاحب کو صرف اپنی جھوٹ سے

بجال کر اس کو بے شک رزیڈنٹ کا خیال صحیح تھا جو

گورنمنٹ کی ہدایتوں کے موافق رزیڈنٹ گوالیار سے باہر جانے کے لئے ایک موسم کے واسطے تیار ہوا تو مہارانی اور اُس کے ہوا خواہوں کے پیٹ میں چوسہ دوڑے اور اُن کو فکر و تردد پیدا ہوا۔ جب کسی برائی سے کسی گروہ کو تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو اکثر اُس کی حرکت سے فضول خوف پیدا ہوتا ہے اب رزیڈنٹ کے چلے جانے کی تحقیقات شروع ہوئی۔ مشرقی دیواروں میں دستور ہے کہ نہایت اونچے ساتھ خالی اقرار کئے

جلتے ہیں۔ مہارانی کی طرف سے رزٹنٹ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپ مہاراجا اور مہارانی کو اپنے بچے جانیں اور اگر فرزندانہ اطاحت میں کوئی قصور ہوا ہو تو آپ اور گورنر جنرل بدرانہ نجات سے معاف فرمائیں لیکن ماما صاحب کو پھر بحال نہیں کیا۔ اس عرضی کا جواب رزٹنٹ نے روکھا پھیکا دیا۔ بس کے معنے کچھ اور تھے اور وہ خود دھو بیٹھ جلا گیا سو

گورنر جنٹ نے جو اصول عدم مداخلت کا اختیار کر رکھا تھا اس کی پابندی مشکل تھی۔ ماما صاحب سر و نج میں جلا گیا تھا اور یہ خوف تھا کہ گوالیار کا دربار اس کی گرفتاری میں کوشش کرے گا ماما صاحب کی معزولی میں گورنر جنٹ کے چپ چاپ رہنے سے اس کی قدر و منزلت میں فرق آیا تھا۔ شروع میں اس کے مقید ہو جانے سے اس کی اور بیٹی ہونی تھی۔ ۳۰۔ جن کو گورنر جنرل نے ظاہر کیا کہ وہ ماما صاحب کے معاملہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا اور رزٹنٹ کو چاہیے کہ وہ ماما صاحب خواہ سر و نج میں رہے یا کہیں اور اس سے کچھ تعلق نہ رکھے اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ گورنر جنرل کو یہ ثابت ہو گیا کہ ماما صاحب کو اپنے سپردہ کی لیاقت نہیں ہے وہ نہ مردوں نہ عورتوں میں نظام کر سکتا ہے اور گوالیار کی ماما صاحب کی لیاقت کی ضرورت ہے سو

اب ۱۳۔ جولائی کو گورنر جنرل نے دوسری طرح کا حکم صادر فرمایا کہ اگر ماما صاحب کی ذات کے لئے دوا سامی خوف ہو تو وہ مہارانی کو ان دہشت ناک الفاظ میں مخاطب ہو کہ اگر ریاست گوالیار کا ایک سپاہی بھی حملہ داری انگریزی کی سرحدیں قدم رکھے گا تو وہ یہ خیال کیا جائے گا کہ انگریزی حملہ داری پر حملہ کیا گیا ہے۔ اور اس کو وہ سزا دی جائے گی جو حملہ کرنے کے لئے ہوتی ہے اور اس دھمکی کے ساتھ اس میں امیران سندھ کی سزا کی مثال دی گئی جو برٹش گورنر جنٹ کے دشمن تھے اس چٹھی کی نقل مہارانی کے پاس بغیر ماما صاحب کے بھیجی گئی یہ طریقہ بالکل اس اصول کے خلاف تھا جو چند مہینے پہلے مقرر ہوا تھا کہ مہارانی کو کچھ اختیار نہ تھا۔ اور کل اختیاراً کامرکز ماما صاحب کے ساتھ اب خط و کتابت ترک کی گئی۔ مہارانی نے اس چٹھی کے جواب میں عرض کیا کہ ماما صاحب پر کسی حملہ کرنے کا ارادہ نہیں ہے اور ماما صاحب نے بھی یہی جواب دیا سو

اس باب میں سازشوں کا مفصل لکھنا مشکل ہے اور وہ دلچسپ بھی نہیں ہے اس کا یہ مختصر بیان کافی ہے کہ جس شخص نے ماما صاحب کو معزول کر لیا اور بالکل صاحب اختیار ہو گیا اس کا نام دادا خاص جی والا تھا۔ یہ کوشش کی گئی کہ مہارانی کے باپ کو امور سلطنت میں اختیارات حاصل ہوں اور ہر معاملہ اس سے صلاح پوچھی جائے۔ مگر دادا خاص جی والانے کہا کہ حکومت کے اس طرح تقسیم ہونے سے غالباً بہت سی

برائیاں پیدا ہوئیں اس سبب سے وہی مختار کل رہا +

لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ سلطنت کا کل اختیار سپاہ کے ہاتھ میں تھا لشکر میں بیس ہزار سپاہی تھے جو ریاست کی محافظت کی ضرورت سے زیادہ تھے اور ریاست کی آمدنی اس کے خرچہ کے لئے کافی نہ تھی وہ اس کی آمدنی کو بیٹھے ہوئے اسی طرح کھاتے تھے جیسے کہ لیٹرے۔ اس سپاہ میں افسر فرنگی یا ہندوستان کے فرنگی تھے مگر سپاہیوں اور افسروں میں تعلق معکوس تھا کہ سپاہی خود حاکم بن کر افسروں کو سزا دیتے تھے اور اب برٹش گورنمنٹ کی آکسبستگی کے ساتھ اس طرف توجہ ہوئی کہ ریاست گوالیار میں جو علی اور بے انتظامی ہو رہی ہے جس سے اندیشہ ہے کہ انگریزی عمارت کی امن و عافیت میں خلل پڑے اگر اور وسائل سے اس کے دور کرنے میں کامیابی نہ ہو تو سپاہ سے اس میں مداخلت کرنی چاہیے۔ ۱۰۔ اگست ۱۸۵۸ء کو گورنر جنرل نے یہ ایک فقرہ اپنی تحریر میں اور زیادہ کیا کہ گوالیار میں نے الحال مارالہام کی نئی تبدیلی ہوئی ہے جس سے وہ مارالہام معزول ہوا ہے جس کو ابھی برٹش گورنمنٹ نے مقرر کیا تھا اور گوالیار میں کل سپاہ جمع ہوئی ہے اور اس میں سے ذبردستی تقریباً تمام ولایتی فرنگی اور ہندوستان نا فرنگی موقوف کئے گئے اور رسول اور لیٹری عہدوں کے لئے وہ افسر تجویز ہوئے جن کی عداوت برٹش گورنمنٹ کے ساتھ شہور ہے اور مہاراجہ متونی کے عہد میں جو عہدہ دار کہ برٹش گورنمنٹ کے کہنے سے مقرر ہوئے تھے وہ اپنی عہدوں سے معزول ہوئے ہیں اور جو لوگ تبدیلی چاہتے ہیں انہوں نے ان سب باتوں میں غلو کیا ہے اس سبب برٹش گورنمنٹ کے قائم مقاموں کی یہ خواہش ہوئی کہ گوالیار کے دربار پر اور ہندوستانی ریاستوں پر اپنی عہدہ داب اور اثر کو سپاہ سے سہارا دے۔ اگرچہ آئندہ کے لئے صحیح صحیح حساب کرنا ناممکن ہو چکا ہے سپاہ اس رنگ کی ہے جس میں ڈسپلن اور تنخواہ ملتی ہو اور سپاہیوں کو اپنے بڑے حوصلوں کے مقاصد پورا کرنے کے لئے کسی وسیلہ کے کام میں لانے کے لئے تامل نہ ہو تو آئندہ وہ کیا کرے گی اس کا صحیح صحیح جانچنا ناممکن ہے لیکن غالباً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات وقوع میں آئیں کہ ریاست گوالیار کے جو اضلاع دور افتادہ مالوہ اور ساگر اور بندھیل کھنڈ میں ہیں جن پر کوئی قوت غالب و حاکم نہ ہو وہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کی سرحدوں کی رعایا پر حملہ آور ہوں اور ان کو غارت و تباہ کر سن اور ہم مجبوراً ریاست گوالیار سے اس کی درستی اور اصلاح کی درخواست کریں جو حقیقت میں اس اصلاح کی لیاقت نہ رکھتی ہو اس لئے ان اضلاع کی نسبت جو مالوہ میں اور اس کے متصل ساگر میں گوالیار کی ریاست کے متعلق یہ تدابیر کرنی پڑیں گی

کہ ہم جنائریاں اس کے متصل سپاہ جہاد کا کیمپ باندھیں اس لئے کمانڈر انچیف کو حکم ہوا کہ وہ کانپور میں کیمپ باندھے اور ۱۵- اکتوبر کو ایک لشکر کا کیمپ مہنا پریا اس کے قریب باندھے جس میں کم از کم بارہ پٹنیں پیادوں کی اور اس کے متناسب سواروں کے رسالے اور توپخانے ہوں اس آشنائیں اگرچہ مہارانی اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان مراسلت موقوف نہیں ہوئی مگر گوالیار میں بدعلی اور بے انتظامی نے آخر زیادہ پاؤں پھیلائے۔ مہارانی نے اپنی کتابہ ظاہر کی کہ برٹش رزیدنٹ پھر گوالیار میں آجائے۔ لیکن رزیدنٹ نے گورنمنٹ کی ہدایتوں کے موافق یہ کہا کہ وہ گوالیار میں ان شرائط کے موافق آئے گا کہ دادا خاص جی کے ماتھے سے بالکل اختیارات لے لئے جائیں اور اسکو سزا دی جائے اور وہ جلا وطن کیا جائے اور سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کرے۔ اس کا غذا کو دادا خاص جی نے مہارانی کو نہیں دیا جو رزیدنٹ کی طرف سے مہارانی کو لکھا گیا تھا کہ دادا کیا جلا وطن کیا جائے یا برٹش گورنمنٹ کے حوالہ ہو۔ دادا جی کی طبیعت کا مقصد یہ تھا کہ اس کا غذا کا مضمون مہارانی کے کان تک نہ پہنچنے دے۔ جب اس واقعہ گورنر جنرل کو اطلاع ہوئی تو اس کو دادا کے اس طریقہ عمل پر بڑا غصہ آیا کہ اس نے اس مراسلہ کو دوبارہ لکھا یہ ایک جرم فوجداری برخلاف ریاست گوالیار تھا۔ جس میں مہارانی کی حکمرانی کے اختیارات کا ساقط کرنا اور کل اختیارات کا اپنے ماتھے میں لینا ثابت ہوتا ہے گورنر جنرل مع کونسل یہ اجازت نہیں دے گا کہ ریاست گوالیار میں کوئی رعیت اپنے بادشاہ کی حکومت سے زیادہ حکومت رکھے۔ گورنر جنرل نے رزیدنٹ کو لکھا کہ وہ اس غصہ آمیز ایو سی کو مہارانی کو مطلع کرے کہ دادا خاص جی نے اس مراسلت کو جو اس کی مخالفت میں تھی مہارانی تک پہنچنے دیا۔ مگر گورنر جنرل کی اس تحریر کی طرز مبالغہ آمیز تھی کہ اس نے دادا کے اس کام کو ریاست گوالیار کے برخلاف ایک حرم فوجداری قرار دیا۔ حقیقت میں اس وقت گوالیار کوئی سٹیٹ نہ تھی اور نہ اس میں کوئی گورنمنٹ جو تھی۔ اس معاملہ کی توضیح میں جو یہ دلیل بیان کی گئی ہے کہ دادا کے اس کام سے مہارانی کی حکومت منسل ہوتی ہے بالکل ضعیف و مہمل ہے۔ یہ سچ ہے کہ دلوا کو یہ اختیار نہ تھا جو وہ کام میں لایا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی سچ ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے اپنے اس یقین کا اعلان کر دیا تھا کہ مہارانی کے اختیارات سلطانی حاصل نہیں ہیں۔ اس نے اپنی کم عمری کے سبب سے بنی گدی کے ساتھ صیغہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ کسی سلطنت کے کاموں کے کرنے کے لئے بالکل لائق نہیں۔ اس کی کچھ حکومت نہ تھی مگر اس کے پاس وہ حکومت تھی جو دادا کی طرح اس نے غصب کر لی تھی برٹش گورنمنٹ کے حکم سے ایک مدار المہام مقرر ہوا تھا۔ جس نے اسکو معزول کر دیا تھا اس تجویز کے اختیار کی

وہ مجاز نہ تھی ✽

گورنر جنرل کلکتہ سے جلنے کی تباہی اس لئے کرنا تھا کہ گوالیار کے قریب پہونچ کر برٹش گورنمنٹ اور ریاست گوالیار کے درمیان جو مخالفت ہے اس کا فیصلہ کرے اپنی روانگی سے پہلے جس نے ایک طویل طویل فہرست میں اپنے سفر کی دلیل لکھی ہے اس تحریر میں وہ شہر اور ثابت کرتے ہیں کہ سٹیج سے ورسے برٹش گورنمنٹ سب سے اعلیٰ حکومت رکھنے کا استحقاق رکھتی ہے اس مسئلہ کا سبق مشرق اور انگلستان میں مدبران ملکی نے بہت آہستہ آہستہ پڑھا ہے کہ ہند میں ایک ایسی سلطنت ہونی چاہیے کہ وہ سب حکومتوں پر استیلا و تہللا رکھتی ہو اور وہ سلطنت برٹش گورنمنٹ کا ہونا چاہیے۔ لیکن اب یہ مسئلہ سب مدبران ملکی کے دل نشین ہو گیا ہے کہ آسانی سے محو نہیں ہو سکتا لارڈ ملین مرزا کا یہ ہشتہار کہ برٹش گورنمنٹ سب سے اعلیٰ حکومت رکھتی ہے صحیح اور درست تھا اسی ہول پر اس کی ساری تحریک سینی ہتھیں اس تحریر کا دوسرا فقرہ یہ تھا کہ مجھے اس امر کی بہت کم امید ہے کہ معاملات گوالیار کا فیصلہ بغیر سپاہ کے زور کے کسی اور طرح سے ہو سکے اور پہلی نوبرمبر ۱۸۵۷ء کو ان کو آ اور سوچی کہ ہمارا فرض فتنے ہی نہیں ہے کہ ہم اپنی عداوت کو کوئی رختہ نہ پڑنے دیں بلکہ ان اینڈ کا بھی یہ فرض ہے کہ ہم کل ہندوستان میں جل نہ پڑنے دیں۔ اس پولیسی کے نئے خیالات جن میں ہم ضعف کا نام اعتدال اور بڑی کا نام تحمل رکھتے ہیں ہماری رعایا کے ادب ہمارے مملکت کے سرپرست ان بلاؤں کو نہیں ٹال سکتے۔ جب تک کہ ہم ہندوستان پر آنے سے اسے زبردست ہاتھوں سے ان کو نہیں روکیں گے جو

پھر سیندھیا کی مملکت کے انتشار اور بدارتباطی کو بیان کیا کہ حالت موجودہ میں وہ برائیوں کا ایک مخزن ہے ہمارا جیسیندھیا کا ذکر اس طرح کیا جس سے بے یقین پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس مغزول کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ مہاراج کو لکھتے ہیں کہ غریب آدمی کا لڑکا ہے اور تعلیم یافتہ نہیں کئی دفعہ اس کے تعلیم یافتہ نہ ہونے کا ذکر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعلیم کو کوئی امر عظیم سمجھتے تھے۔ مگر یہ نہیں معلوم ان کا یہ قیاس کس بنا پر مبنی تھا۔ ہندوستان کے رؤسا اور والیان ملک اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ کتر ہوتے ہیں اگرچہ مہاراج کی تعلیم ایسی نہ تھی کہ جس پر فخر کیا جاتا مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ بالکل نا تعلیم یافتہ تھا۔ گورنمنٹ نے اس امر کو تسلیم کر لیا تھا کہ مہاراج نے مرہٹی زبان کے علم ادب میں ایسی ترقی کی جیسی کہ اس عمر میں لڑکے کیا کرتے ہیں یہ اکثر نہیں ہوتا کہ آٹھ نو برس کے لڑکے حکیم یا زبان دان ہوں۔ پھر مہاراج پر یہ اعتراض بھی بیجا تھا کہ وہ خاندان سیندھیا میں سے نہیں جو حکمران ہے بلکہ اس خاندان میں سے ہے جس سے سلطنت چھن گئی تھی۔ لیکن گورنمنٹ نے اس امر کو تسلیم کر کے کہ وہ

جن کو جی رائو سیندھیا کا اقرب رشتہ دار تھا اور اُس کے متبنہ ہونے اور گڈی نشینی کو اسی سنہ میں مان لیا تھا بھر نو مہر میں اُس کو یہ لکھنا فضول تھا کہ دمانہ نے اور سپاہ نے اُس کو اپنے قائدوں کے لئے راجہ بنالیا تھا اور رعایا نے اس کو راجہ نہیں بنایا اس لئے اُس کے نام کے ساتھ راجا کا لفظ نہ لگایا جائے اگر یہ بات سچ تھی تاہم رٹس گورنمنٹ نے اس کی گڈی نشینی کو اسی سنہ میں اپنی منظوری سے مستقل اور محکم کر دیا تو یہ اعتراض مشے بعد از جنگ تھا۔ ان بیانات کے بعد مدارالمہام کے مغرول ہونے کا ذکر لکھا ہے کہ برٹش رزیڈنٹ کے بیانون کا کچھ اثر نہیں ہوا مدارالمہام کا رقیب مدارالمہام ہو کر بالکل صاحب اختیار ہو گیا۔ اور عیسائی افسروں کی باستثنائے جدیدی مدارات کی کہ سپاہیوں نے اُن کو کمیہ سے نکال دیا اور ہمارے بیانات پر جو افسر اپنے عہد دل سے موقوف ہوئے تھے وہ پھر بحال ہوئے۔ وہ افسر جو ہم سے دوستانہ تعلق رکھنا چاہتے تھے بالکل اپنے سہیلوں سے نکالے گئے اور گوالیار نے سارے ہندوستان کو اس مدارالمہام کی مثال کو دکھایا کہ جس کو برٹش گورنمنٹ نے مقرر کیا تھا وہ ایک سے نکال دیا گیا جس میں وہ حکومت کرتا تھا اور اس کی جگہ وہ مدارالمہام مقرر کیا گیا جو اپنے اعمال سے بلاتاکہ برٹش گورنمنٹ کا بدخواہ دشمن ہے۔

گوالیار میں مداخلت

باوجود اُن تمام معاملات کے جن میں برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بڑی گستاخیاں کی گئیں اور اُن سے رعایا کی امن اور عاقبت میں خلل پڑا۔ گورنر جنرل نے اس پر قناعت کی کہ اُس نے اپنے رزیڈنٹ کو گوالیار سے ایک فاصلہ پر بلالیا اور سپاہ کے گروہوں کو چھوڑ دیا کہ وہ افسروں کو مغرول اور مقرر اپنی ذاتائی سے کیا کریں اور اپنی مرضی کے موافق لوٹ مار کیا کریں اور خاندان سیندھیا کی عداوت میں اور سردوں پر جو رعایا رہتی ہے اُس کو دوہشت دلایا کریں گورنر جنرل نے لکھا کہ ان معمولی حالتوں میں شاید ہم وقت کے منظر میں اور ہم کو یقین ہے کہ رئیسوں میں باہم فساد و فتنہ پیدا ہو اور ہندوستانی دیاروں کے انقلابوں کے سبب سے ہمارا پھر رعب و دبا اور اثر گوالیار میں پیدا ہو اس لئے بالفعل مداخلت کی گوالیار میں ضرورت نہیں۔ لیکن مداخلت کی جو جلدی سے ضرورت ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ مہاراجہ ریخت سنگھ کا انتقال ہوا اور پنجاب میں بدظنی نے پاؤں پھیلانے شروع کر دیے اور اُس کا بیٹا مارا گیا۔ سکھوں کی سپاہ کا زور زیادہ ہو گیا۔ اس نے جو پہلے انتظار کی پولیس خستیار کی گئی تھی۔ اس کا رکھنا ممکن ہو گیا۔ گورنر جنرل نے اس باب

میں اپنے خیالات ظاہر کئے کہ دریا سے شلج سے تین میل کے فاصلہ پر ترنر اسپاہ ہے جس کو اپنی قوت پر اعتماد ہے اور اپنے ہمسایہ پر فتح یابیوں کے حامل کرنے کے نہیں وہت ہو رہی ہے لڑائی اور لوٹ مار کی بجو کی ہے اور بن سری بن رہی ہے کوئی ڈیلن اس میں نہیں ہے یا سید ہوتی ہے اور یہ توقع ممکن ہے کہ یہ سپاہ دشمن کی ایسی کوئی حرکت نہ کرے کہ جس سے شلج یا لڑائی ٹھن جائے۔ لیکن یہ خطا قابل معافی نہیں ہے کہ یہاں تک ممکن ہے اس سپاہ کے لئے مخالفانہ دورانہ یعنی و نرم و جت سیاط اور پیش بندی نہ کی جائے۔ پھر اس سے زیادہ کوئی نرم و احتیاط ضروری نہیں ہے کہ ہم گوالیار کے ساتھ دوستانہ تعلقی قائم کر کے اپنے سچے کوئی کشکا باقی نہ رکھیں جس سے ہماری مرہلت اور آمد و رفت میں کوئی خلل عائد ہو۔ گورنر جنرل نے اپنی اس سے کوئی غلطی کیا کہ بلحاظ لاہور کے یہ ضرور ہے کہ گوالیار سے پہلے عام جھگڑوں کا فیصلہ ہو جائے گورنر جنرل نے اس بنا پر ایذا یقین ظاہر کیا کہ گورنمنٹ اپنے دعووں کو اس ایک بات پر مقید کرے کہ دادا خاص جی والا گوالیار سے خارج کیا جاوے اس بات کو وہ خیال کرتے تھے کہ اس سے کچھ وقت کے لئے گوالیار میں داخل ہونا غالباً رعبہ داب اثر حاصل ہو گا جس کے سبب سپاہ کی تحفہ میں بڑا اثر ہو گا اور جب مراد اور تداریر بھی حل جائیں گی۔ ان تداریر کے جاری کرنے کو اس نے حالات پر اور اپنے خیالات کی ان ترمیم و تبیل ہو قوت رکھا جو سوچنے سے پیدا ہوں اور جن کا وقوع غالباً ہو جس وقت میں کہ گورنر جنرل مضمون مذکورہ بالا کو لکھ رہے تھے گوالیار کے معاملات کی صعوبت اور بھی بگڑ گئی تھی سپاہ کے تین فریق ہو گئے تھے ایک فریق دادا خاص جی والا کا دوست تھا۔ دوسرا فریق اس کا دشمن تیسرا فریق نہ دوست نہ دشمن۔ دوسرے فریق نے دادا کو گرفتار کر لیا اور قوت میں کہ دھوپور میں وہ رزیڈنٹ کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ توقع پوری نہیں ہوئی یا بوستولہ و لیس کھ جو دادا کی گرفتاری میں بڑا مستحق تھا اس نے رزیڈنٹ کو اس واقعہ سے جو وقوع میں آیا تھا اطلاع دی اور اپنی یہ امید ظاہر کی کہ برٹش گورنمنٹ اس کی اور اور سرداروں کی اس حسن کارگزاری سے بڑی خوش ہوگی جو بڑی تمنائے رکھتی ہے کہ آئیں میں نیک و خوش معاملی ہو رزیڈنٹ نے اس خط کے جواب میں دادا کی گرفتاری کا شکریہ ادا کیا اور پکڑنے والوں کی تعریف کی اور بڑی تاکید سے لکھا کہ قیدی اس کے حوالہ کرنا جائیداد و زین اسی صلاح کے باب میں رزیڈنٹ نے مہارانی کو خط بھیجا جسکو منشی نے کر دربار میں گیا مگر بے نیل رہا مہارانی کو دادا کی ذات پر کچھ اختیار نہ تھا وہ اس فریق کے ہاتھ میں گرفتار تھا جس کی رانی خود تابع تھی لیکن سب سے رانی نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میں مجبور ہوں کہ رزیڈنٹ کی درخواست کے موافق کام نہیں کر سکتی

اور اس بات پر وہ جی ہی وہ اور اُس کے صلاح کار جن کے ہاتھ میں کاٹ کی تیلی کی طرح غی آپس میں متفق رہے ہوئے کہ داد کا حوالہ کر دینا ہی صرف ایک ایسی تدبیر ہے جو انگریزی سپاہ کو آگے بڑھنے سے روک دے گی یہ پہلی ہی دفعہ سنہ کہ ریش گورنمنٹ نے ریاست گوا لیا رے ایک قیدی کو مالٹا ہے دھولپور میں دربار سے رزیدنٹ کا مٹھی واپس آیا اس کا دواں ذرا سا کام سہی نہیں بنا ایک اخبار نویس نے لکھا کہ تمام فریق یہہ کہتے ہیں کہ سب طرفت مشکلات ہی مشکلات ہیں کہ مائی مہارانی کم عمر اور ناتجربہ کار ہے اسکے باب گنوپرا کے ہوش و حواس ایسے درست نہیں کہ اس نازک وقت میں کام کو سر انجام دے جو فریق ہیں اُن میں اسپس ایک دوسرے پر اعتبار نہیں ہر ایک کو یہ اندیشہ لگا ہوا ہے کہ دوسرا دغا و فریب نہ دے بائی صاحب یہہ چاہتی ہیں کہ بابو صاحب دربار میں آئیں اور صلاح مشورہ دیں لیکن یہ ناممکن ہے کہ گنوپرا اس کا اطمینان کر سکے کہ وہ گرفتار نہ کیا جائے گا بابو صاحب چاہتا ہے کہ دربار میں آنکر صلاح اور مشورہ دے بشرطیکہ کرنیل جیکب (ایک برگیدے کے افسر اعلیٰ) اس کے کفیل ہوں کہ کوئی دغا اور فریب نہیں دیجائے گی کرنیل جیکب اس اندیشہ میں ہیں کہ بابو صاحب اور گنوپرا دونوں پر دست بردار ہیں اُس کے اختیار میں نہیں کہ اُن کی آپس کی دغا بازی اور مکاری کا ہندداد کر سکے بس اس طرح سے اُن کی باہمی نزاع کا کسی طور سے فیصلہ نہیں ہو سکتا تھا جو

مہارانی اور رزیدنٹ کے درمیان اور خط و کتابت ہوئی۔ مگر بے فائدہ۔ کرنیل سپائرس رزیدنٹ دھولپور سے ناگپور میں رزیدنٹ پر بدل گئے اس تبدیلی کا سبب نہیں معلوم ہوا اور کرنیل سلیم اُن کی جگہ مقرر ہوئے جن کی نسبت ہوپ صاحب لکھتے ہیں کہ اگرچہ صاحب مدد و اپنے ہندوستان کی ملازمت و راز میں ایک ہفتہ بھی گوا لیا میں نہیں رہے تھے مگر دربار گوا لیا کے ایسے مخالف تھے کہ انہوں نے گوا لیا کے رزیدنٹ ہونے سے پہلے ایک کتاب چھاپ کر انگلیٹ بھیجی تھی۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ میں دنیا کا ایک شہری آدمی ہوں میں اس خیال سے اپنے تئیں روک نہیں سکتا کہ اگر گوا لیا کے دربار کو اور اُس کی گرد کی سپاہ کو کوئی زلزلہ لگ جائے تو بنی نوع انسان کے بڑے حصہ پر خدا کا بڑا فضل و کرم ہو اس رزیدنٹ کے سبادہ کے تھوڑے دنوں بعد دو فریقوں میں آپس میں خوب مخالفت کا زور ہوا اور دونوں میں آپس توپ بازی ہوئی۔ پھر مہارانی کے حکم سے یہ توپ بازی موقوف ہوئی جس کی ابتدا سپاہ کے اُس فریق نے کی تھی جو مہارانی کا رفیق تھا انگریز سپاہ کے قریب آنے لے اور غالباً سرحد گوا لیا پر اُس کے

آگے بڑھنے سے بڑی بڑی جہاز گواہیار میں ڈالی اور کچھ وقت تک یہاں سے گزرتی رہی۔
 کا آگے بڑھنا رک جائے گا مگر کوئی امر عق نہ تھا۔ ۱۱۔ دسمبر کے پہلے نو فوجیوں نے جہاز میں ڈالیا ان سے ہم نے
 جس قدر جلد ممکن ہو سپاہ آگے بڑھے اور دوسرے دن اُس نے اپنے ارادہ سے جہاز کی کوئی چیز نہ لے لی۔
 سپاہ کے آگے بڑھنے نے حصول مقصد میں تاخیر کی کہ دادا خاص جی حوالہ کیا گیا اور اگر وہ روانہ کیا گیا اس
 سپاہ کے بڑھنے کے خوف سے گورنر جنرل کا مقصد عظم دادا کی گرفتاری کا حاصل ہوا۔ کھانا کھانے سے گورنر
 جنرل کی اور ہسٹریا بھی تو اُس نے اپنی پولیسی کو بدلا۔ کہ وہ دو مہینے سے جس کام کو فقط عرب دابے اثر سے
 حاصل کرنا چاہتے تھے اب سپاہ کے خوف سے اُس کا حاصل کرنا چاہنے لگے۔ ۱۸۔ دسمبر کو انہوں نے نئے رنڈ منٹ
 کو مطلع کیا کہ دادا خاص جی کے حوالے ہونے سے گورنر جنرل بڑا خوش ہوا جس سے معاویہ پتا ہے کہ بڑے خوش ہونے
 کے ساتھ مہاراجی اور دربار اپنے دوستانہ رشتہ مندرجہ ذیل کو بھی پتا ہے کہ مہاراجی کا اظہار دلچسپی ہے
 کہ انگریزی سپاہ جب تک آگے بڑھتی رہے گی کہ انگریز جب تک گورنر جنرل کو یہ ضمانت نہ دی جائے گی کہ حدود
 مشترکہ پر پائیدہ بالکل امن عافیت رہے گی اور گواہیار میں ایسی گورنمنٹ ہو جائے گی کہ وہ اپنی رعایا سے مستبصر
 کرنے کے لئے راضی اور قابل ہوگی اور برٹش گورنمنٹ اور اُس کے دوستوں کے ساتھ مستقل رشتہ اتحاد کو
 مضبوط رکھے گی۔ ۲۰۔ دسمبر کو گورنر جنرل اور گواہیار کے خاص سرداروں کا آپس میں مل کر صلاح و مشورہ یہ ہوا
 کہ سپاہ کے آگے کا سفر کرنا فقط اس شرط سے موقوف ہو سکتا ہے کہ ایک عہد نامہ پر جس میں شرائط جو برٹش
 گورنمنٹ نے پیش کی ہیں تین دن کے اندر تصدیق ہو کر۔ اور دستخط ہو کر مکمل ہو جائے صرف یہی تبدیل نہیں ہوئی
 بلکہ اپنی فوسر کو نو رشتہ تحریر ہوا تھا اس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ برٹش گورنمنٹ کی ریاست گواہیار کے معاملات
 میں مداخلت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہندوستان میں سب سے اعلیٰ حکومت ہے اس کا فرض یہ ہو کہ کل ملک میں وہ امن و
 عافیت کو برقرار رکھے اور جب کوئی اس کو خور اُس کے دوستوں کی سرحدوں پر فتنہ، فساد و آشوب و شر کی
 صورت پیدا ہو تو وہ اُس کو رفع دفع کرے اب اُس کی جگہ یہ فقرہ لکھا گیا کہ ریاست گواہیار اور برٹش گورنمنٹ کے
 تعلقات موجودہ پر نظر کی جاتی ہے تو یہ ثابت ہے کہ انا صاحب کا سفر ہونا اور دادا خاص جی دلا کا مدار الہام مقدر
 ہونا کسی اور طرح سے نہ ہو اس کے خیال کیا جاوے کہ گواہیار کے زمانہ کامیاب سازشوں اور سپاہ کی بد نظمی کے
 سبب برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بڑی مخالفت ہو گئی ہے۔ سپاہ تیر ہزار ہے جس کے ساتھ بڑا توپخانہ ہے اور ایک
 ایٹ، افسر کے ماتحت ہے جو اپنے عہدہ پر برخلاف برٹش گورنمنٹ کی بد نظمی کے تاہم رستہ کا ایسی سپاہ نکالے

انگریزی کے اضلاع ساگر کی سرحد سے چند منزل کے فاصلہ پر ہے۔ ریاست گوالیار کی سرحدیں بڑے واسطے تک انگریزی
 عمارت کے اضلاع ساگر کی سرحد سے اور بندھیل کھٹکے راجاؤں کی عمارت کی سرحدوں سے ملتی ہوئی
 ہیں۔ اور وہ ایسی پھیلی ہوئی ہیں کہ مادہ میں دروازہ اور تاج پتی ندی کے پار انگریزوں کی دوستوں کی سرحدوں
 سے ملتی ہیں ان مقامات میں انتظام اور بندوبست کے لئے اور شر و فسادوں کے دور کر لے کے واسطے
 ضرور ہے کہ ریاست گوالیار اور برٹش گورنمنٹ دونوں باہم شریک متحد ہو کر کام کریں ہو پ صاحب لکھتے
 ہیں کہ پرنس نے اپنے خود انصاف کریں کہ جب یہ بیان کرتے ہیں کہ اضلاع بندھیل کھٹکے اور ریشتر اضلاع زبدا اور
 ساگر میں بالکل انگریزی عمارت کی شراحت کی سرحدیں ریاست گوالیار کی سرحدوں سے ملتی ہوئی تھیں دو برس پہلے
 سے اور اس وقت یہاں کی راجا اجاوت کر رہی تھی سیندھیال کی دو ہزار سیاہ کھٹکے راجاؤں پر فساد ہوئی تھی
 دینی تھی سبھی انگریزی عمارت کے ایک معمور حصہ کم لاسا کو غارت کر رہے تھے وہ گوالیار سے سو میل پر تھا اور
 مہارانی کا قابل افسر کرنل سیلوڈ اور اپنی سپاہیوں سے انگریزوں کے ایک حصہ اور طبع ہٹ کو باغیوں کے
 ہاتھ سے بچا رہا تھا جس میں آگ لگانے کو تیار تھے۔ موسم گرما کی سختی کے سبب انگریزوں نے مہارانی سے
 سپاہ مستعار لی تھی کہ فسادوں کو دور کریں۔ گوالیار کی سرحد پر یہ فساد تھا بلکہ جب انگریزوں کی سپاہ کابل گئی
 تھی ان اضلاع کی رعایا انگریزی عمارت سے برگشتہ ہو کر بغاوت کرتی تھی اور گوالیار کی سپاہ دوستانہ اس کو
 فرو کرتی تھی۔ یہ باغی کم از کم پچاس گاؤں بالکل تباہ کر چکے تھے جن کے باشندے بھاگ کر جنگل میں چلے گئے
 تھے کئی انگریزی افسرانہ کئے تھے اس حکایت کے سننے پر منشی آتی ہے کرنل سلیم صاحب کے پاس جو ان تین اضلاع
 کے حاکم تھے اس چوٹی سی بغاوت کا سرعہ آیا تو انہوں نے اس سے یہ استفسار کیا کہ تیری آمانی مقبوضہ پر ہلکی
 جمع لگائی گئی تھی تو پھر کیوں اسے ہمسایہ کے رقبوں پر قبضہ کرنا چاہتا تھا تو اس آدمی نے اگر کر اور کرنل صاحب کو
 ترپھی نگاہوں سے دیکھ کر کہا کہ یہ سیرا طریقہ کچھ عجیب نہیں تھا میں ان آدمیوں کا واقعہ کار تھا کہ جن کے پاس
 ہندوستان تھا اور ان سے کچھ محصول نہیں لیا جاتا تھا پھر بھی وہ افغانستان پر کچھ اور زیادہ حاصل کرنے کے لئے
 چڑھے یہ حال اس وقت کا ہے کہ مہارانی کے پلس مراسلہ دہشت آور لکھا گیا تھا جو
 ۱۲۔ دسمبر کو مہارانی کو مراسلہ میں لکھا گیا جس میں یہ بات بے شکانے بیان کی گئی کہ دولت راؤ
 سیندھیال کے جانشین مہاراج کی ذات اور حقوق کی محافظت عہد نامہ کے موافق برٹش گورنمنٹ کے اختیار
 میں ہے۔ ۱۹ دسمبر کو گورنر جنرل اور گوالیار کے سرداروں کی ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں رام راؤ چھلکیا

بھی تھا اس نے امر مذکور کا ذکر کیا تو اس کی حقیقت کھلی کہ عہد نامہ جس میں برٹش گورنمنٹ کا یہ حق اور فرائض مندرج تھا کہ سینڈھیا کے قائم مقام کی ذات کی وہ مداخلت کرے اور اس کے حقوق کو برقرار کرے۔

سنہ ۴۲ میں جو برٹش گورنمنٹ اپنے مداخلت کے استحقاق کو مبنی کرتی تھی رام چکلیا کو اس عہد نامہ کے حال سے بہت کم واقفیت تھی اس نے کہا کہ گویہ عہد نامہ میرے دفتر میں ہے مگر میں نے اس کی طرف بہت برسوں سے التفات نہیں کیا ہے اور مجھے یاد نہیں کہ اس عہد نامہ میں کیا شرائط لکھی گئی ہیں ایک دفعہ اس میں یہ بھی تھی کہ جب مہاراج درخوست کرے تو اس کی امداد کے لئے سپاہ انگریزی جو سرحد کے قریب ہو بھیجی جائے تو رام راؤ چکلیا نے کہا کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ شرط موجود ہے تو بالفعل کی حالت میں اس کا عملی میل کیا ہے۔ آیا برٹش گورنمنٹ کی مداخلت مقصود ان ہی صورتوں میں جن میں مہاراج درخوست کرے۔ تو

اس کا جواب گورنر جنرل نے یہ دیا کہ عہد نامہ کے فضاء کے موافق صورت حال میں عمل کرنے کی ضرورت ہے واقفیت کے سبب سے پیدا ہوئی ہے کہ مہاراج اور مہارانی دونوں کم عمر ہیں وہ اپنے لئے کام نہیں کر سکتے ہیں۔

زشت طبع اہل کاروں نے دھوکہ بازی کر کے گورنمنٹ کا سارا اعتبار اپنے ماتحتوں میں لیا ہے اور مہاراج اور مہارانی دونوں ساقط الاختیار ہیں۔ ان اہل کاروں کی کارروائیوں سے وہ دوستانہ تعلقات شکست

ہو گئے ہیں جو برٹش گورنمنٹ اور ریاست گوالیار کے درمیان تھے۔ اگر برٹش گورنمنٹ (جو کم عمر مہاراجہ کی محافظ و مربی کی بجائے ہے) یہ مداخلت نہ کریگی کہ وہ مہاراج کی ذات کو اور ملک کی گورنمنٹ کو قلام و برقرار رکھے تو ریاست گوالیار کی بربادی کی صورت پیدا ہوگی اس مجلس کے بعد ایک اور مجلس منعقد ہوئی جس کا مقصد عظیم یہ تھا کہ گورنر جنرل اور مہارانی اور مہاراجہ کی ملاقات کے لئے مباحثہ ہو کر یہ امر طے پائے کہ ملاقات

کس طرح کی جائے تو انھار کے امرا یہ کہتے تھے کہ ملاقات اس جگہ ہو جہاں سپاہ بھیری ہوئی ہے۔ ہمیشہ سے یہی دستور چلا آتا ہے کہ گوالیار میں جب گورنر جنرل آتا ہے تو اس مقام پر اول راجہ ملنے جاتا ہے اس دستور کے خلاف اگر ملاقات ہوگی تو راج کی ہٹی ہوگی۔ گورنر جنرل نے آگے بڑھنے کا ارادہ مصمم کر لیا تھا۔ گوالیار کے سرداروں نے بڑی منت و مہاجرت سے عرض کیا کہ اس معاملہ پر حضور غور سے نظر ثانی فرمادیں کہ مہاراج کی ملاقات سے پہلے انگریزی سپاہ گوالیار کی عملداری میں چلی جائے گی تو خلاف دستور ہوگا اور مہاراج اور

گورنمنٹ سبندھیا کو ہمیشہ کے لئے کلنل کک ٹیکہ لگ جائے گا۔ مگر ان کی اس منت و مہاجرت کو گورنر جنرل نے

جب نہ سنا تو انہوں نے اور زیادہ لمبا جت کی اور اپنا یہ یقین ظاہر کیا کہ اگر انگریزی سپاہ مہاراج کی ملاقات سے پہلے سرحد گوالیار سے گزرے گی تو سپاہ گوالیار جس میں ہل چل پڑ رہی ہے یقین کرے گی کہ گورنر جنرل دوستانہ نہیں آیا۔ بلکہ دشمنی کی غرض سے آیا ہے اس عہد نامہ کی زبان کو جس سے حضور نے یہ منصوبہ باندھ کے قدم اٹھایا ہے اس کو نہ بخور سے پھر دیکھئے اس لئے کہ حضور ریاست گوالیار کے بالکل مختار و مالک ہیں چاہیں اسے برقرار رکھیں چاہیں برباد کریں۔ ہماری رائے میں اگر مہاراج اور گورنر جنرل کی ملاقات سے پہلے انگریزی سپاہ سرحد گوالیار میں گزر جائے گی تو اس کے نتیجے بڑے کڑے ظہور میں آئیں گے۔ بعد بہت سی تکرار اور مباحثہ کے گورنر جنرل نے یہ امر پیش کیا کہ پہلی مجلس میں جو عہد نامہ کے اصول قایم ہوئے ہیں اس کے موافق مفصل عہد نامہ مرتب ہوا اور ۲۲- دسمبر کو مہاراج گورنر جنرل سے ملاقات کرے اور اس عہد نامہ کی تصدیق کرے اور سردار ضامن ہوں کہ عہد نامہ کی تصدیق ہو جائے گی۔ اس دن تک ان شرائط پر چینل سے پار سپاہ کی آگے روانگی ملتوی رہے گی اور اگر سردار اپنے ضمانت نامہ کے موافق کام نہ کریں گے تو ان پر بھاری جرمانہ کیا جائے گا۔ تھوڑی تاہل کے بعد سرداروں نے یہ کہا کہ ہم مہاراج کو ملاقات کے لئے ایسا جلد نہیں بنا سکتے مجلس برخواست ہوئی جس کا مال یہ ہوا کہ ہنگو نامیں ۲۶- دسمبر کو چینل سے پار ایک منزل پر مہاراج کی ملاقات کا ہونا قرار پایا۔

کرنیل سلیم، ریڈنٹ نے ۲۱ دسمبر کو گورنر جنرل کو چھٹی لکھی اور گوالیار میں جو امرائے نہیں نشین ہوا تھا اس طرح بیان کیا کہ جب میں نے گورنر جنرل کے ارادہ کو ۲۲- دسمبر کو چینل سے پار اترنے کو بیان کیا تو شوچرن راؤ برادر رام راؤ پھلکیا اور بلونت راؤ نے جو مجھ سے ملنے آئے تھے گڑ گڑا کر یہ عرض کی کہ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ مہاراج گورنر جنرل سے چینل یا ملاقات کرتے ہیں اس دستور کے برخلاف ملاقات نہ ہو۔ اس بات کا ان کو بہت خیال ہے۔

۳۲ م کی مثال بیان کی گئی کہ مہاراج پہلے چینل سے پار گورنر جنرل سے ملاقات کرنے گئے اور دوسرے روز گورنر جنرل باندید کے لئے چینل کے وار آئے۔ ۲۲- دسمبر کی چھٹی میں کرنیل سلیم صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے مہاراج اور مہارانی سے ملاقات کی ان سے اور سرداروں کے مجمع سے کہا کہ گورنر جنرل نے مجھ سے اپنے کیمپ میں بلایا ہے تاکہ نوجوان مہاراجہ کی محبت میں پھر میں مراجعت کروں۔ سرداروں نے اپنی بڑی توقع شوق سے یہ ظاہر کی کہ چینل کی دوسری طرف ملاقات ہو۔

۲۴- دسمبر کو گورنر جنرل کے سکرٹری کو کرنل سلیم نے لکھا کہ ہماری سپاہ جو چینل سے پار جاتی ہے اُس کے آدمیوں سے گوالیار کے سپاہی کہتے ہیں کہ یہ انگریزوں کی حرکت جنگ کے لئے ہے۔ ۲۵ کو پھر کرنل سلیم نے خوب اچھی طرح لکھا کہ یہاں کی سپاہ میں بالکل استری ہے یہ نامکن ہے کہ ہماری سپاہ چینل پار کرے اور اس سے لڑائی نہ ہو۔ دھنیلا میں دریا کے دونوں طرف تعین لگی ہوئی ہیں اور سپاہ ڈینگیں مار رہی ہے کہ اگر گورنر جنرل اُس کے گوالیار کی طرف بڑھے گا تو ہم اُس کا مقابلہ کر کے چینل پار اتار دیں گے جو

سنگوناسے گورنر جنرل نے ۲۵- دسمبر کو یہ اشتہار مہارانی کے پاس بھیجا تھا کہ انگریزی سپاہ سینڈیا کے ٹک میں دوستانہ عہد نامہ کے موافق داخل ہوئی ہے کہ مہاراج کی ذات کی محافظت کرے اور اس کی شان و شوکت کو برقرار رکھے۔ ۲۶- دسمبر کو مہارانی اس عہد نامہ کی تصدیق کرے اگر اس کے اگے التوا لیا جائے گا تو پندرہ ہزار روپے روزانہ جرمانہ لیا جائے گا۔ ۲۷ دسمبر کو ایک اور اشتہار اسی مضمون کا جو پہلے

۱۱. ساتھ ساتھ دیا گیا ہے

باجو ستولیا دیس مکھ جو انگریزوں کا دوست سمجھا گیا تھا اور وہ انگریزی کیمپ میں شرائط عہد نامہ پھیرانے کے لئے تین روز ٹھہرا تھا۔ ۲۵- دسمبر کو تین دن بعد جب گورنر جنرل کی سپاہ نے چینل سے عبور کیا تھا گوالیار کو چلا گیا اور وہاں اس سپاہ کے ڈوٹرین کا انسر جو انگریزی سپاہ کے کوچ کے روکنے کے لئے مقرر ہوئی تھی۔ اور ۲۶ کو سیتاجی انگرائی اس کا سر دفتر بغیر اطلاع چلا گیا۔ ۲۸- تاریخ کو جو عہد نامہ کی تصدیق کے لئے مقرر ہوئی تھی وہ بھی گزر گئی اور تصدیق نہیں ہوئی تھی

افسوس ہے کہ لڑائی کا آغاز جس طرح ہوا اس کے حالات کی تفصیل ناقص اور بے ٹھکانے ہے جو مراسلہ گورنر جنرل کو اس لڑائی اور اس کے نتیجے کے باب میں کمانڈر انچیف نے لکھا تھا وہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ حضور نے ۲۹ تاریخ کے کام ملاحظہ کئے ہیں اور میرے بہت سے خطوط حضور کے پاس ہیں جن میں میں نے اپنا انتظام بیان کیا ہے کہ میری ٹپوں کی سپاہ جو ایک مستحکم مقام جو نڈیا میں مقیم ہے اُس پر کس طرح حملہ کیا جائے گا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ میں تفصیل یہ بیان کروں کہ دشمن کا مقام کہاں ہے اور میں نے اس پر حملہ کرنے کا کیا باقاعدہ بندوبست کیا ہے اس طرح اطلاع نہ دینے کے دلائل کا بیان کرنا مناسب نہ تھا۔ میرے کمانڈر انچیف لکھتے ہیں کہ دشمن نے جو نڈیا میں اپنا مقام خوب دیکھ بھال کر اپنے کیا ہے اور اسکو نہایت مستحکم کیا ہے اور اس میں تو میں اس خوش اسلوبی سے لگائی ہیں کہ میں نے

پہلے کبھی توپوں کو اس طرح سے لگا ہوا نہیں دیکھا۔ پیادوں کی مرہٹہ سپاہ جن کا مذہب توپ پرستی ہے وہ توپوں کی خوب محافظت کر رہی ہیں پھر انہوں نے حملہ کرنے کی تدبیر بھی بتائی ہے کہ دشمن پر فلاں سپاہ اور فلاں افسر کو بھیجوں گا پھر وہ بیان کرتے ہیں کہ جس ملک میں سپاہ بڑھ چکی وہ دشوار گزار ہے اس میں بڑی بڑے نالے اور کھل آتے ہیں جو سدا راہ ہوتے ہیں۔ میجر سمٹھ کے سپہ بڑی محنت کر کے راستہ صاف کرتے تھے۔

بس کمانڈر انچیف نے مختصر سیایان ایسے ارادوں اور تیاریوں کا کاکھا جو منڈاپر مرہٹوں نے حملہ کرنے کے لئے سوچے تھے اُن کو توقع نہ تھی کہ مہاراج پور میں دشمن سے لڑنا پڑے گا۔ جب انگریزی سپاہ یہاں آئی اور اس پر دشمن نے گولہ باری کی تو معلوم ہوا کہ دشمن کی سپاہ یہاں موجود ہے اور شب گذشتہ کو مرہٹوں کی سات پلٹھوں نے صبح توپخانوں کے ایک مستحکم مقام میں اقامت کی ہے تو پھر کمانڈر انچیف نے جو مرہٹوں پر حملہ کرنے کا منصوبہ پہلے باندھا تھا اُس کو بدل دیا اور حملہ کیا۔ مہاراج پور سے دشمن کو نکال دیا۔ دشمنوں نے اپنی توپوں کے بجانے میں بڑی سرگرمی سے کوشش کی۔ مگر انگریزی سپاہ نے اُن کے چار علم اور دو افسر کمزیر کر قتلا کئے۔ غرض بڑی مشکل سے کامل فتح حاصل ہوئی اور بڑا بھاری نقصان ہوا۔ آٹھ سو سپاہی مجروح و قتل و مضر ہوئے۔ انگریزی سپاہ کا مقابلہ ہندوستانی سپاہ نے ایسی سختی سے اس حال میں بھی کٹر کیا ہے کہ جہاں وہ توپ کی سپاہ کی تعدادوں میں غیر مناسبت بہ نسبت یہاں کے بہت زیادہ تھی۔ کمانڈر انچیف لکھتے ہیں کہ مجھے افسوس ہے کہ جہاں جو قلع ہوئے وہ میرے اس تخمینہ سے جو میں نے کہا تھا بہت زیادہ تھیں میں نے دشمنوں کی بہادری کے اندازہ کرنے میں انصاف نہیں کیا تھا۔

اسی دن کہ کمانڈر انچیف کو فتح حاصل ہوئی دوسری فتح پنا میں میجر جنرل گرے کو حاصل ہوئی۔ انہوں نے مرہٹوں کے ایک بڑے لشکر کو شکست دی۔ ۹ دسمبر کو جنرل گرے نے ۱۶ میل سفر کیا اور ایک جنگ کا دی میں جو بہت گڑھ سے نہایت تک تھا گزرنا چاہا۔ دشمن نے بھی اس کے محاذی و متوازی سفر کیا اور جنگ گاوؤں کی بلندیوں پر چڑھ گیا اور انگریزی سپاہ پر گولہ زنی کی۔ بریگیڈیئر پری اٹ سوار اور کپتان بنارسی توپخانے لے کر گئے اور دشمنوں کی توپوں کو بند کر دیا۔ دوپہر کے بعد چار بجے پہاڑیوں پر چار میل کے فاصلہ پر انگریزی لشکر سے دشمن نظر آیا۔ جنرل گرے نے ان پر حملہ کیا اور ایک بلندی سے دوسری بلندی پر دشمنوں کو ہٹایا غرض لڑائی کا خاتمہ انگریزوں کی فتح پر ہوا۔

ان دو فحشوں کا نتیجہ یہ تھا کہ مہارانی اور اُس کے صلاح کار راضی ہو گئے کہ انگریز جو شہر ایلوا عہد نامہ

تجویز کریں وہ ہم منظور کریں۔ ۳۰۔ دسمبر ۱۹۲۲ء کو مہاراجہ اور مہارانی اور گورنر جنرل ایک مجلس میں جمع ہوئے
 طرفین سے تیاک کی باتیں ہوئیں جس میں کچھ نفاق کی بھی آئیرش تھی۔ حالت موجودہ کے موافق یہ تجویزیں طرفین سے
 منظور ہوئیں کہ مہاراجہ یہ حکم اپنے افسروں اور ملازموں کے نام جاری کرے کہ انگریزی سپاہ کے ساتھ لڑائی کر
 باز رہیں اور اسی قسم کا حکم گورنر جنرل جاری کرے کہ انگریزی سپاہ مرہٹوں کی سپاہ سے اگر وہ حملہ نہ کرے تو نہ لڑے
 اور مہاراجہ یہ احکام جاری کریں کہ کسری جنرل جس قدر رسد کی درخواست کرے وہ ہم پہونچائی جائے اور مہاراجہ
 کے یہ حکام اس طرح بھیجیں جائیں کہ لوگوں کو صاف معلوم ہوں کہ ان سے خاص مہاراجہ کا منشاء یہ ہے کہ ان کی
 تعمیل ہو۔ مہاراجہ انگریزی قاصدوں کو اپنے حضور یوں کے ساتھ بندھیل کھنڈ کی سپاہ کے پاس سلامتی سے
 پہونچائیں تاکہ لڑائی نہ ہونے پائے اور جہاں انگریزی سپاہ مقیم ہو اس سے تین میل کے فاصلہ پر گوالیار کی سپاہ
 آنے پائے انگریزی سپاہ گوالیار کے متصل ۲۔ جنوری ۱۹۲۳ء کو کوچ کرے اور گورنر جنرل مہارانی کو اپنے
 ساتھ لے جائیں۔ اور برٹش گورنمنٹ ان کاشتکاروں کو اور اور لوگوں کو گوالیار کی ریاست میں معاوضہ سے
 جن کی کھیتی انگریزی سپاہ کی پامالی میں آئی ہے اور اس معاوضہ کی تشخیص کا انتظام سیندھیا کرے اور اس کے
 موافق برٹش گورنمنٹ معاوضہ آ کرے اور مہاراجہ ایک ہشتہار اس طرح دے کہ وہ بہت جلد سارے ملک میں
 پھیل جائے کہ برٹش سپاہ گوالیار کی قلمروں میں اس لئے داخل ہوئی تھی کہ مہاراجہ کی ذات خاص کی محافظت کرے
 اور اس کی حکومت کو برقرار رکھے اور ایسی گورنمنٹ قائم کرے کہ دونوں سلطنتوں میں دوستانہ تعلقات برپا ہو
 کو برقرار رکھے اس لئے سیندھیا کی تمام خیر خواہ رعایا کو ہدایت ہوئی ہے کہ انگریزوں کی حتی المقدور رعایت
 کریں انگریزی سپاہ کا کوئی آدمی کسی آدمی کو ضرر نہ پہونچائے گا۔ تمام رسد کی قیمت ادا کی جائے گی اور جو نقصان
 اتفاقی ہو جائے گا۔ اس کا معاوضہ بھی دیا جائے گا۔

علاوہ ان انتظامات کے برٹش گورنمنٹ اور سیندھیا کے مابین نئے تعلقات کے فیصلہ کرنے کے
 لئے اور یہ انتظامات ہوئے کہ باغی سپاہ برطرف کر دی جائے اور آئندہ گورنمنٹ کے معاملات کی کارروائی
 کے طریقے مقرر ہوں۔ ۵۔ جنوری ۱۹۲۳ء کو گورنر جنرل مع سپاہ کے گوالیار کی طرف آگے بڑھا اپنے ہم نامہ
 کی شہر ایٹھ عظیمہ ایک مجلس میں جس میں گوالیار کے سردار تھے منظور ہوئیں۔ گورنمنٹ گوالیار نئی طرح کی مقرر ہوئی
 جو نسبت سابق کے زیادہ مفید تھی۔ پہلے ایک آدمی کے ماتھے میں سارے اختیارات ہوتے تھے اور اسی کا ذمہ
 ساری جواب دہی ہوتی تھی اب یہ اختیارات سلطنت ایک کونسل کے سپرد ہوئے جس کا پریسیڈنٹ کا روائعہ عظیم

ہوا اور اسی کی معرفت رزیدنٹ سے خط و کتابت ہو سپاہ ہر طرف ایسی آسانی سے ہر طرف ہو گئی جس کا پہلے سے گمان بھی نہ تھا۔ ۹ جنوری کو یہ موقوفی کا کام شروع ہوا۔ ۱۰ جنوری کو بغیر اس کے کہ ایک فساد بھی ہو ختم ہو گیا۔ اس موقوف شدہ سپاہ کا ایک حصہ نئی کنٹنٹ میں بھرتی ہو گیا باقی کو تین مہینے کی تنخواہ بطور بخشش کے دی گئی وہ اپنی روزی اور حگ تلاش کرنے کے لئے چلی گئی تھی

۱۳ جنوری ۱۸۵۷ء کو نئے عہد نامہ کی تصدیق گورنر جنرل نے کی۔ ۱۴ مارچ کو رعایت تھیں۔ اقل نام سابق کے عہد نامہ کی شرائط سے اس کے جن میں ترمیم تبدیلی ہونی چاہیے تسلیم کیا جائے برطانوی عہد نامہ ہی عہد نامہ کی فہرست میں نقل تھا دوم ریاست سندھ حیا میں جو کنٹنٹ موجود ہے اس کی تعداد بڑھائی جائے اور اس کے خرچ کے لئے ایک مستقل آمدنی بعض ضلوع کی مقرر کی جائے جن کی فہرست بطور ضمیمہ کے عہد نامہ کے ساتھ منسلک تھی یہ آمدنی علاوہ اس آمدنی کے ہو جو پہلے اس خرچ کے لئے مقرر ہے دفعہ سوم اگر سپاہ کنٹنٹ کے خرچوں اور رسول بند و بست کے صرفوں کے بعد اضلاع معینہ کی آمدنی کا اضافہ اٹھارہ لاکھ روپے سے زائد ہو تو وہ اضافہ مہاراج کو دیا جائے لیکن اگر اٹھارہ لاکھ روپے سے آمدنی کم ہو تو مہاراج سے کمی لی جائے دفعہ چہارم اضلاع معینہ میں آمدنی کے ٹھیک وصول ہونے اور خوش انتظامی کے لئے یہ ہنر ہو گا کہ ان اضلاع کا

برٹش گورنمنٹ اپنا بند و بست کرے دفعہ پنجم میں یہ ایک امر اہم مہتمم بالشان قرض کا تھا۔ جس میں ہندوستان کا نفع تھا۔ گوالیار کی ریاست برٹش گورنمنٹ کی جیتس لاکھ روپیہ کی قرضدار تھی۔ جس کے ادا کرنے کی مہلت چودہ روز کی تاریخ دستخط عہد نامہ سے دی گئی۔ اگر اس عرصہ میں روپیہ نہ ادا کیا جائے تو اس کے ادا کرنے کے لئے اضلاع معینہ کر دیئے جائیں جن کی فہرست عہد نامہ کے ساتھ منسلک تھی ۱۵ سو قرض مک برٹش گورنمنٹ کے لئے کر دیئے جائیں کہ اصل قرض اور سود بحساب ۵ روپے سینکڑہ کے ادا ہوا یہ روپیہ دربار نے ادا کر دیا وہ خرچ جنگ کی بابت تھا ۱۶ دفعہ ششم۔ برمان پور کے عہد نامہ کا نام صاف صاف نہیں لیا گیا۔ مگر وہ مانا گیا اور مہاراج کی سپاہ کی تعداد معین کی گئی کہ وہ کتنی رکھے اور کتنی تحقیق میں لائے۔ نو ہزار سپاہ اور ۳۲ توپوں کے رکھنے کا حکم دیا گیا ۲۰۰ توپیں تھیں جن میں سے بہت سی لڑائی میں چھن گئی تھیں اور باقی اور جن میں نامور توپ بڑی جھانسی تھی وہ اگرہ کے میگ زین میں بھیجی گئی اس میں ہزار سپاہ موقوف ہوئی۔ دفعہ ہفتم سپاہ موقوف شدہ کی تنخواہ جو چڑھی ہوئی تھی اس کے ادا کرنے کے باب میں اور اس کو تین مہینے کی تنخواہ الخام دینے کی تجویز تھی۔ جس کا اوپر بیان ہوا۔ عہد نامہ کا بڑا اہم امر یہ تھا کہ آئندہ گوالیار کی گورنمنٹ کے لئے کوئی قاعدہ مقرر ہو دفعہ ہفتم

یہ فیصلہ ہوا کہ مہاراج کی تابانی جس کی اٹھارہ رس کی عمر تک سمجھی جائے اور بلونج کی تاریخ ۱۹ جنوری ۱۹۳۷ء عسفر ہو گئی۔ جب تک راجہ نابالغ رہے اراکین ریاست کے ریڈیٹ کے صلاح و مشورہ سے گواہی کی گورنمنٹ کا انتظام کریں اس دفعہ میں اس باب میں الفاظ لکھے گئے جس کے معانی کو جہان نیکہ وسعت پہا ہوا ہے۔ دفعہ پنجم میں کونسل کے ممبران کے نام لکھے گئے۔ دہم مہاراج کی پیشین بین لاکھ روپیہ سالانہ منظور کی۔ جس کے نزع کرنے کا اختیار اس کو بالکل دیا گیا۔ یازدہم برٹش گورنمنٹ نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے رعد و اب اور انٹر کو جریج اب تک کام میں لائی ہے کام میں لائے گی کہ وہ مہاراج کی سلطنت کے استحقاق کو اور رعایا کے استحقاق کو بہت سیسایہ میں رہتی ہے اچھی طرح قائم رکھے۔ دفعہ دوازدہم۔ عہد نامہ کے تصدیق کے باب میں سٹیج

گورنر جنرل کا وائسٹین طاب ہونا

۲۶۔ فروری ۱۹۳۷ء کو گورنر جنرل بارک یور میں واس کیا اور ۲۸۔ کو کلکتہ میں داخل ہوا۔ یورپی آنے کے بعد دوسری سالگرہ تھی۔ کلکتہ کے باشندوں نے اُن کو ایڈریس دیا جو انگریز دور کے کالوا کر اچھا ہے جس معلوم ہوا کہ حضور نے گورنمنٹ کی معمولی دارالاقامت سے ہندو ستار میں ٹریٹ فاصلہ پر وقت بکرا بہت سا حصہ صرف کیا۔ پریسیڈنسی میں حضور کی مراجعت پر ہم کلکتہ کے پانڈے دلی۔ بارک، دہتے ہیں کہ آج کل مالائے ہند میں مقاصد عظیم حاصل کئے۔ ان مقاصد کا فتح یابی اور بہتری کے ساتھ حاصل ہونا تو قوم سے مناسبت ہے۔ لیکن دوسری انبساط خاطر اس سبب سے ہوتی ہے کہ حضور کو اپنے قوت، عالیہ کے کام میں لائے کا موخ ملک کی اندرونی نفع رسانی کا ملا۔ دوم اس سے رفاه عام و آسودگی آنا م پرانہ ہوا۔ حضور کا اس مقام پر رونق اثر ہماری ہیروئی و آسودگی کا سبب ہے جب ضروری نیو حاضری حضور کی ہوتی ہے تو اس سے ہمارے دلیں بے صبری پیدا ہوتی ہے ہم اپنی خوشی سے حضور کی مراجعت کو گرم الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ ہماری یہ آرزو ہمیشہ رہے کہ حضور یہاں ہمارے سر پر موجود رہیں اور ملک میں ایسی ضرورت آنکر نہ پڑے کہ حضور ہم سے جدا ہوں جو بیشک سرکاری ضرورت لارڈ وائلین برا کو ایسی نہ پڑی کہ وہ کلکتہ سے جدا ہوتے مگر ایسی صورت واقع ہوئی کہ وہ ہمیشہ کے لئے کلکتہ سے جدا ہو گئے۔ ۱۵۔ جولائی ۱۹۳۷ء کو یہ مشہور ہوا کہ ایسٹ انڈیا کے کمپنی کے کورٹ ڈائریکٹرز کے حکم سے وہ اپنے عہدہ سے جدا کئے گئے۔ کورٹ آف ڈائریکٹرز نے جو اپنا یہ غیر معمولی اختیار ظاہر کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ وائلین برا اور اُن کے درمیان جن باتوں میں خستہ لاف تھا وہ خفیف

اور تھوڑی نہ تھیں۔ جس وجہ سے وہ ولایت طلب کئے گئے تھے اس کا اعلان نہیں کیا گیا اس لئے بلائے جانے کے سبب کا ان کے افعال پر غور کرنے سے استنتاج کر سکتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ لارڈ ڈائلمین پر اس نے ہندوستان میں جو انتظام کیا اُس سے اُن کے دوست بھی مایوس ہوئے۔ جس وقت وہ یورپ سے رخصت ہوئے تھے تو اپنے جلسہ اجتماعی میں انہوں نے جو بیان کیا تھا اُن کے سامنے لگائے تو وہ خود بھی مایوس ہوئے وہ ہندوستان میں صلح و عافیت کے مروج میدان ہو کر گئے تھے۔ مگر انہوں نے اپنا سارا زمانہ جنگ و پیکار میں بسر کیا۔ جنگ افغانستان کی جواب وہی ان کے ذمے نہیں ہے اس میں اپنی اس پالیسی سے جو انگلینڈ میں اُنہوں نے بیان کی تھی آخر۔ راف نہیں کیا۔ افغانستان میں جن جرنیلوں کی بہت انتہا اور جو افرادی سے فتوحات حاصل ہوئیں انہوں نے لارڈ ڈائلمین پر اس کے خیالات کو تبدیل دیا۔ اگر وہ جنگ افغانستان کی کارہ کشتی کرتے تو اُس کے ملک میں اکثر آدمی اپنی بے عزتی سمجھتے مگر وہ جنگ سندھ اور جنگ گوالیار سے بغیر کسی بے عزتی کے پہلو تھی کر سکتا تھا۔ لیکن یہ اس نے نہیں کیا۔ ہندوستان کی اندرونی ترقی کے لئے اس نے کچھ نہیں کیا۔ اُس کو فرصت ہی نہیں تھی کہ وہ یہ کام کرتا۔ جنگ میں یا جنگ کی تیاریوں میں یا تھی اسٹرکے سے تماشے دکھاتے ہیں اور طفلانہ شان و شوکت کی نمائش میں اس کے وقت کا زیادہ تر حصہ صرف ہوتا تھا۔ وہ اپنی رائے پر انسداد ایسا لا دھند کر رکھتا تھا کہ اُن معاملات میں جن کو اُس نے کبھی مطالعہ نہیں کیا تھا کبھی انتہا اور ثابت قدمی کے حصہ کو کام میں نہیں لایا۔ وہ اپنے مقاصد کا منصوبہ باندھتا اور اُس کو ضعیف سبب سے چھوڑ دیتا تھا۔ اس کے عہد و حکومت میں کوئی مستقل و مناسب پولیسی نہیں اختیار کی گئی۔ اس کا عرب و ارب اثر مشرق میں شہاب ثاقب کی طرح اپنی روشنی دکھا گیا۔ سندھ کے معاملہ میں فتح کے ساتھ جس شرمندگی کو ہمراہ لیا تھا۔ اُس کی روشنی بھی اس شہاب ثاقب کے چھپنے کے ساتھ جاتی رہی۔

لارڈ الن برا کے عہد حکومت کے بعض انتظامات

لوگ یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ گورنمنٹ اس کلکٹر کے حال پر بہت توجہ کرتی ہے جو اس کے خزانہ کو بھرتا کرتا ہے اور جسٹریٹ اور پولیس کے حال پر وہ اتفاقات نہیں کرتے جو تمام رعایا کی جان و مال کا محافظ ہوتا ہے۔ لارڈ ڈائلمین پر اس کی غیر جانبداری میں ولبر فورس برڈ صاحب کونسل کے وائس پریذیڈنٹ ہوئے تھے انہوں نے ان دو کاموں کی طرف توجہ کی۔ جسٹریٹ کے کاموں کو ہلکا کرنے کے لئے ڈپٹی جسٹریٹ مقرر کیا جس پر

و تنخواہ لینے سے اس سب سے انکار کیا کہ اس خواہ سے کم تھی۔ جس کا وعدہ کرنیل نے کیا تھا۔ سپاہیوں نے
 ایسے افسروں کو کہاں کہاں دیں اور ان کو چھارے اور ضل ہٹا کر جو بالائے سندھ میں کمانڈر تھا ڈھیلے پھیلے۔
 دوسرے دن اس لوٹھے جو انڈونزل نے سپاہیوں کے روبرو پیش کیا۔ مگر اس سے کم مطلب برآری ہوئی۔ اکثر
 سپاہیوں نے تنخواہ لے لی۔ جب ان کو حکم ہوا کہ ہتھیاروں کو لیں تو کوئی سپاہی سوائے تین کے اپنی جگہ سے نہیں
 سرکا۔ دوسرے دن اگرچہ باہنی چپ حاب اپنی پلٹوں کو چلے گئے۔ دو دن میں رمنٹ نے پھر انڈونزل کے سرکے
 ہٹھا سب ان کا سپہ سالار تھا وہ ان کی پرٹ ہوئی تیرھویں پیدل پلٹن اور توپ خانہ حکم منتظر تھا کہ اس رمنٹ
 پر فیر کرے۔ یہ خوشی کی بات تھی کہ فیر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ان کا قصور اس وعدہ ہر معاف کیا گیا کہ بغاوت
 کے سرخون کو حوالہ کر دیں۔ انہوں نے ۳۹ سرخون کو حوالہ کیا ان سے ہتھیار لے لئے گئے اور ان کے ساتھیوں
 نے ان کو جیل خانہ میں پہنچا دیا۔ ان میں سے ۸ کو پھانسی کا حکم ہوا لیکن کورٹ مارشل نے کمانڈر انچیف سے ان پر
 رحم کی درخواست کی تو سب کی سزا میں سوائے چھ کے تخفیف کی گئی جو

بنگال ہی کی سپاہ میں بغاوت نہیں ہوئی۔ بلکہ جبل پور میں سواروں کے چھٹے رسالہ نے زیادہ تنخواہ
 مانگنے میں سرکشی کی سسینٹا لیسویں پیدل مدراس کی پلٹن بھی ان کو اس لئے بھیجی گئی تھی کہ وہ سندھ کو لڑنے کے لئے
 جائے۔ گورنر مدراس نے ان سے وعدہ کیا کہ تنخواہ ان کو وہی دی جائے گی جو مولین کی خدمات میں دی گئی تھی۔
 لیکن جب سپاہیوں کو معلوم ہوا کہ یہ تنخواہ ان کو سندھ میں نہیں دی جائے گی تو انہوں نے پریڈ پھر کشی کی بعض
 ان کے سرخون گرفتار ہوئے اور باقی سب کو پکڑ لیا تنخواہ دے کر حاضر جمع کی گئی۔ ان کے آقا ان کے سزا دینے کے
 لئے ایسے معقول وجوہ نہیں رکھتے تھے جیسے کہ سپاہی اپنی شکایتوں کے معقول وجوہ رکھتے تھے۔ ان میں سے یہ امر
 صاف ظاہر ہو گیا کہ نہ بنگال کی نہ مدراس کی سپاہ پر اعتبار و بھروسہ ہو سکتا ہے کہ وہ سندھ کی حفاظت کیلئے
 اس لئے اب سے آئندہ صرف بیٹی کی سپاہ پر یہ اعتبار کیا گیا جو

باب اول

لارڈ مارڈنگ کا ہندوستان

لارڈ مارڈنگ کا تقریر ۱۸۶۲ء

لارڈ مارڈنگ نے کہا کہ کورٹ ڈائریکٹر کے بورڈ کنٹرول رہ چکے تھے وہ کورٹ پر حکمرانی کے عادی تھے۔ جب گورنر جنرل ہند مقرر ہوئے تو عادت کے موافق اس پر حکمرانی کرنے لگے یہ نہ سمجھے کہ میں وہاں کا حاکم تھا ہزار محکوم ہوں۔ کورٹ ڈائریکٹر نے ناراض ہو کر ہندوستان سے برعزت وزارت سلطنت کی مرضی کے آگے کو بلا لیا اس لئے ان دونوں میں آپس میں بے لطفی و رنجش ہو گئی۔ مگر دونوں نے متفق ہو کر سر ہنری مارڈنگ کو بولا۔ ڈائریکٹر کے قریب رشتہ دار تھے گورنر جنرل ہند مقرر کیا۔ یہ نیک نہاد و پاک نفس بڑا شجاع سپاہی تھا جزیرہ ناما-پین وغیرہ کی لڑائیوں میں چار زخم جسم پر کھائے تھے اور جا رہے تھے اس کے ران کے نیچے مرے تھے اور میٹل انعام پائے تھے۔

البوریہ کی لڑائی میں بڑی فتح نمایاں حاصل کی تھیں۔ جیسے آپ کے ہاتھ کا ساتواں حصہ دشمنوں کے بیدار کرنے میں ضائع ہوا تھا۔ پہلے سے انہی نسبت کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ ہندوستان میں عہدہ گورنر جنرل کے کام کو کسی طرح انجام دینگے۔ لیکن وہ پارلیمنٹ کے مدتوں تک ممبر رہے تھے اور دو دفعہ سکریٹری آف وار کے عہدہ کو بہت خوبی سے انجام دے چکے تھے اور کچھ تھوڑے دنوں کے لئے آئر لینڈ کے سکریٹری رہ چکے تھے۔ اور لارڈ ڈائلن براہید شہ اندیشا ہوس سے ڈھارنا اور ابھی اسکے منظر و منظر ہونے کا عہد منقطع نہ ہوا تھا۔ اس کی جگہ ایسے آزمودہ کار اور لائق کار گزار بزرگ منش کا مقرر ہونا انہی کے لئے سلامتی رہا اور حکام بالاک کی اطاعت کر کے کفایت کے انتظام پر غور کرے۔ سول سروس کا حق واجب ملحوظ خاطر رکھئے۔ ہنگی ناموسی کا بھوکا نہ ہو۔ کورٹ ڈائریکٹر نے جو اسکی دعوت و دافع کی تو اسکو یہ حکم دیا کہ وہ کیٹی کے اسٹا ملازمین کے لئے کورٹ ڈائریکٹر کے احکام کی اطاعت کرنے کا نمونہ بنے۔ ہندوستانی ریاستوں کے ساتھ

اشرافانہ سلوک کرے اور امن و عافیت اور اندرونی اصلاح کی پولیسی کا پیرو بنے۔ اس نے بھی یہ کہا کہ میں کشمیری اور آرم جوئی سے نیک نامی حاصل کرونگا۔ جنگ و رزم میں ہنرمندی دکھا کر ناموری حاصل کرنے میں سہی نہیں کرونگا۔

عدن میں لارڈ مارڈنگ کا جانا

۲۳۔ جولائی ۱۸۴۰ء کو گورنر جنرل نے کلکتہ میں قدم رکھا وہ ایسے راستے سے اُٹے کہ عدن رستہ میں پڑا۔ ۴۱۰ میل یہ شہر حزیہ نامے علاقے سمبھٹی سے تھوڑی سی سپاہ لے جا کر قبضہ کر لیا تھا۔ جسکو سلطان یمن نے ایک برس کا عرصہ گنڈا کر دیا۔ پھر لے کر انگریزوں کے حوالہ کیا تھا۔ اب یہاں ایک حصن حصین بن گیا تھا۔ انڈینل کمپنی کے دفاعی جہازوں میں بیس سے کوئلہ بھرا جاتا تھا۔ سرہنری مارڈنگ کے اس علاقہ میں پلو کی چک دمک اور اور سامان محافظت کو دیکھ کر فرمایا کہ میری رے میں اگر اہل عرب یا کوئی اور دشمن اس پر حملہ کریں تو اس کے ہر میت دینے کے لئے یہ کافی ہے۔

گورنر جنرل کے روبرو اودہ کی بدانتظامی و ابتری کا معاملہ پیش ہوا

ابھی لارڈ مارڈنگ نے اپنے عہدہ کا حلف اٹھایا تھا کہ دو ہفتے کے بعد ان کے سامنے اودہ کی بگنی اور ابتری کے روز بروز بڑھنے کا معاملہ پیش ہوا۔ نئے پادشاہ محمد امجد علی نے اپنے باپ کے وزیر کو موقوف کر کے اُس کی جگہ ایک نیا نالائق وزیر مقرر کیا اور اس وزیر نے اپنے ایک باجی رفیق کو اپنا کام سپرد کر دیا۔ پادشاہ و عیش و عشرت و کالہی میں ڈوب گیا۔ سلطنت کے کاموں پر ذرا دل نہ لگایا ریڈنٹ کے صلاح و مشورہ کو نہ سنا۔ اس کے دربار کے رفیقوں نے سلطنت کے ہر عہدہ کو بیچا شروع کیا۔ تعلقہ داروں نے اپنے گدھوں و کوٹوں میں جن کے گرد جنگل تھے گورنمنٹ کی قوت سے لڑنا اختیار کیا اور جب ان کے دلیں آتی تو ان میں منہگامہ جنگ برپا کرتے راہ گیر تاجروں اور ہمسایہ کے گھاؤں سے خون ریز پلوے کر کے تحصیل زر کرتے۔ ہر جگہ زیر دستوں کا زبردست شکار کرتے۔ مجرموں کے جرم ایسے دب دیا جاتے کہ وہ سزا نہ پاتے۔ سپاہ کے زور سے یا طاقتور تعلقہ داروں کی ثالثی سے زرا مالگزاری و ممول ہوتا۔ قانون و عدالت ایسے ملک میں خفا تھا۔ جہاں بڑی سے بڑا مجرم اپنی بد معاشی کے کمائی میں سے ایک حصہ عدالت کو رشوت دیکر

بری ہو جاتا۔ قحب کی بات نہیں ہے کہ یا لک صاحب نے جو ناٹے صائب کی جگہ ۱۰۰ روزیڈنٹی آؤدھ پر مقرر ہوئے تھے گورنر جنرل سے التماس کیا کہ پہلے عہد ناموں کی شرائط کے موافق اس ملک کی گورنمنٹ کو وہ اسے ہاتھوں میں لے لے جو عام تباہی کے کنارہ پر آگیا ہے لیکن سرسری مار ڈنگ نے اپنی ابتدا حکومت میں ایسی سخت بیروں کے اختیار کرنے سے پرہیز کیا۔ خالص دوست اور نیک خواہ بن کر شاہ آؤدھ کو سنجیدگی و متانت کے ساتھ متنبہ کیا۔ کہ وہ جو ریڈنٹ کی صلاحوں و فہمائشوں پر کچھ لحاظ نہیں کرتا۔ اُن کا لازمی نمیانہ اسکو جھگٹنا پڑے گا۔ تین برس کے بعد گورنر جنرل خود لکھنؤ میں گیا۔ جہاں واحد علی شاہ ایک نالایق باپ کا زیادہ نالایق بیٹا بنایا ہوا تھا۔ اس مدت میں ملک کی حالت بد سے بدتر ہو گئی تھی۔ اب اس پادشاہ سے ممانہ کہا گیا کہ وہ اپنی سلطنت کا انتظام کرے ورنہ اس کے ہاتھ میں عنان سلطنت اس لئے نہیں چھوڑ دی جائے گی کہ وہ رعایا کو اپنی حکومت میں زیادہ تکلیف پہنچائے۔ اگر دو سال کے عرصہ میں انتظام کے نیک آثار نمودار نہ ہوں گے تو انڈین گورنمنٹ بن گان خدا پر ترس کھا کر آؤدھ کو ضبط کر کے اس کی رعایا کو آؤدھ حال کر لگی۔ اور انتظام و بندوبست کے بحال کرنے میں کوشش کرے گی۔ اس نوجوان پادشاہ کے روبرو ضروری اصلاحوں کا مسودہ رکھا گیا جو اسے دیکھ کر ایسا خوف زدہ ہوا کہ کچھ منہ سے نہ کہہ سکا۔ کاغذ پر لکھ کر گورنر جنرل کا شکریہ ادا کیا۔ اور لکھا کہ اسکو صلاح و مشورہ ایسی ہی خوش اخلاقی سے دیا گیا ہے جیسے کہ باپ بیٹے کو دیتا ہے۔ اب آئندہ پڑھنے والوں کو معلوم ہو گا کہ اس نے گورنر جنرل کے ارشادات پر کہا ٹھیک عمل کیا جو

سرسری نے اپنی ہی برداشت اور دوستانہ ثابت قدمی جو شاہ آؤدھ کے ساتھ برپا تھا اور ہندوستانی اور سرحدی ریاستوں کے ساتھ بھی برپا تھا۔ نظام کی ریاست میں آؤدھ کی طرح بڑے بڑے تعلقہ دار سلج عربان اور رہیلوں کو ہمراہ لے کر ملک میں بدلتی پھیلتے تھے۔ خود نظام کی سپاہ تنخواہ کے چڑھنے پر لپٹا پر آمادہ ہوتی تھی ۱۸۵۷ء میں برٹن کنجٹ کو ایک بڑے خوفناک بلوے کو دبا نا پڑا۔ دوسرے برس خود حیدر آباد میں جو فساد برپا ہوا اسکو ریڈنٹ نے سنگینوں کے زور سے فرو کیا جو

بھوپال کا فساد

اس اشار میں دکن کے ریلوں نے اپنی تلواروں کو مبرمجہاں کے نذر کیا جو بھوپال کی یکم سے

سرکشی کر رہا تھا۔ وہ نوجوان بیگم کا دلیل رشتہ دار تھا۔ ۱۷۸۷ء میں وہ دارالسلطنت کے قریب ہندو طاقتور سپاہ کے ساتھ خیمہ زن ہوا کہ ایجنٹ بھوپال بیگم کی کمک کے لئے سپاہ لے گیا۔ تھوڑی دیر تیزی کے ساتھ لڑائی رہی۔ جس میں باغی سپاہ کو شکست ہوئی اور بیگم کو فتح۔ اور میر محمد خاں نے اپنے تئیں بیگم کے حوالہ کیا مگر اس کا قایم مقام ایک بہادر سپہ سالار کریم خاں ہوا جس نے اپنی لڑائی کے اندر جان دیدی۔ اس شکست سے بغاوت کے شعلے زیادہ اوجھے نہ اٹھنے پائے اور ساگر میں نہ پھیلے جسکو ۱۷۸۷ء میں برابر کے راجہ بھوسلا نے سرکار انگریزی کو دیدیا تھا۔

کولہاپور اور ساونت واری کے فسادات

کولہاپور کی مرتفع زمینوں میں ایک چھوٹی سی ریاست مرہٹوں کی تھی جہیں ابھی تک خاندان سیواجی کا وارث راجہ چلا جاتا تھا۔ راجہ لڑکا تھا۔ حاجی کرشنا پنڈت مدارا لہام ریاست تھا جو برٹش کیٹ کی صلاح سے کام کرتا تھا۔ سرداروں نے پہاڑی قلعوں اور گڑھیوں پر قبضہ کر لیا تھا پنڈت بھولائی کرنی چاہتا تھا اسکے وہ دشمن تھے اور انتقام لینا چاہتے تھے۔ پنڈت تو سرداروں کی ان درخواستوں کو منظور کر لیتا تھا جو قابل سزا ہوتی تھیں مگر جو آدمی ماتھوں میں ہتھیار لے کر برسر فساد کھڑے ہوتے۔ ان کے ساتھ برٹش رجمنٹ کوئی رعایت نہیں کرتا تھا۔

ستمبر ۱۷۸۷ء میں انگریزی سپاہ نے بدلتھی کے مقامات پر سفر کرنا شروع کیا۔ اکتوبر میں اسلحہ کے قلعہ کو حملہ کر کے فتح کر لیا اور پہلی دسمبر کو پٹیلہ کا قلعہ اسی طرح لے لیا۔ سال ختم نہ ہونے پایا تھا کہ ملک کا ہر قلعہ انگریزوں کے ماتھوں میں آگیا۔ اور باغی سرداروں سے بڑے پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ لیکن اس اثنا میں ساونت واری کے جنگلوں اور پہاڑوں میں سرکشی کے شعلے بھڑکنے لگے۔

یہ ایک چھوٹی سی ریاست مرہٹوں کی گوا اور کولہاپور کے درمیان دوکان کن کے اس جنوبی کونے میں سرحدی جو خاندان بھوسلا کی نسل سے تھا راجہ تھا جس نے ۱۷۸۷ء سرکار کمپنی سے صلح کر لی تھی۔ سمندر کے کنارہ کا قطعہ جو اس سے علاقہ رکھتا تھا وہ اب انگریزوں کے ماتھوں میں تھا ۱۷۸۷ء سے اس ملک میں انگریزی عملداری اس سبب سے تھی کہ وہاں کے راجہ میں یہ لیاقت نہیں تھی کہ اپنی سرکشی رعایا کو اپنی اطاعت میں رکھ سکے۔ لیکن رعایا ان نئے انگریز حاکموں سے محبت نہیں رکھتی تھی ۱۷۸۷ء کے آخر

میں یہاں کے سارے سردار مسلح ہو کر انگریزوں سے لڑنے کو تیار ہوئے۔ انہوں نے جنگوں میں چار سو سپاہیوں کو پکڑ کر بار ڈالا اور ونگلوں میں ایک تھکڑا پڑ گیا۔ یہ خوش فہمی تھی کہ کرنیل اوٹرم صاحب ولایت سے بھی اس آگے تھے وہ سپاہ لے کر میدان میں آئے۔ ان کے آتھری اور رنگ ہو گیا۔ گو بہت سی مزاحمتیں پیش آئیں مگر کرنیل صاحب برابر تلگوں اور دھات اور کولوں کے بلا مزاحمت نامعلوم ملک میں برابر فتح کرتے چلے گئے۔ اور باغی پرتگیزیوں کے ملک میں مغرور ہوئے۔ کوہا پور میں انگریزی ایجنٹ کی جگہ ہندوستانی ایجنٹ مقرر ہوا اور ساونت ڈھیکے معاملہ کی کرنیل چیکب کے حوالہ ہوئے اور کرنیل اوٹرم ستارہ میں رزیڈنٹ رہے جہاں سیداجی کے خاندان کی ایک شاخ کو راجہ پرتاب سنگھ نے پھر سرسبز کیا۔

سکھوں کی اول لڑائی کی تمہیدیں

۱۸۴۵ء معلوم ہوتا تھا کہ اسن عافیت سے گزریگا کہ غلامی عربی سہو پر ایک طوفان جنگ اٹھا۔ جس سرسہری بارڈنگ کے آشنی طلبی اور صلح جوئی کے خیالات کو اڑا کر لے گیا۔ پنجاب میں سکھوں کی سلطنت کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے درست کیا اور ایک سپاہ جہاز جس کو خالصہ کی سپاہ کہتے ہیں تیار کی۔ اس دیدہ ویر دور رس بیگ ایک استعداد و خدا داد معاملہ فہمی کی لہی تھی کہ ایک نظریں معاملات کو تول لیتا تھا اور اس کی پرائیویٹ جہاز لیتا تھا جس کے سبب اس نے کبھی برٹش گورنمنٹ سے مخالفت و عداوت کا جہال نہیں کیا۔ ہمیشہ رشتہ اتحاد کو اسے ساتھ حکم رکھا۔ اور ہمیشہ صلح کے پار اپنے ہمسایہ کو اپنے سے زیادہ طاقتور جانتا مگر جب ۱۸۴۵ء میں اہل آئینہ بند ہوئی تو پھر برس کے حوص میں جلد جلد انقلاب پر انقلاب ایسے واقع ہوئے اور راجہ راجہ ایسے دغا و فریب قتل کئے گئے کہ ان کی نظیر تاریخ میں کمتر ملتی ہے۔ سارے ملک میں بے علی و بے اخلاقی و ابتری پھیل گئی۔ سلطنت کی صورت یہ تھی کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ ایک طفل خرد سال راجہ تھا۔ اس کی ماں رانی جنتان نائب السلطنت تھی اکثر دربار میں اجلاس کرتی تھی اور معاملات سلطنت میں دیوان جینا ناتھ و بجائی رام سنگھ و مصرال سنگھ سے صلاح و مشورہ لیتی تھی۔ لیکن اصل اقتدار اور اختیار سپاہ خالصہ کے فوجیوں کے ہاتھ میں تھا۔ جو وہ چاہتے سو کرتے وہ گلاب سنگھ کو وزیر بنانا چاہتے تھے مگر گرک باران دیکھ بھل گیا کہ قبول کرتا تھا جس میں جان مایکا اندیشہ تسلیم سنگھ پشاور کا حاکم لاہور میں آیا۔ اس سے بھی عہدہ وزارت کے قبول کرنے کی درخواست کی گئی۔ مگر اس نے بھی اسکو نامنظور کیا پھر وزارت کے عہدہ کے لئے پانچ چھٹان ڈالی گئیں۔ جسکو مہاراجہ دلیپ سنگھ

نے نکالا۔ اتفاق سے یا کسی حکمت سے لال سنگہ کے نام کچھی نکلی مگر اُس کی وزارت کو سپاہ خالصہ نے نہیں مانا۔ سلطنت کا کاروبار رانی ہی کے نام سے ہوتا رہا۔ جس کے معاون لال سنگہ بیچ سنگہ تھے۔

اب سپاہ خالصہ کے اقتدار و اختیار کا پایہ اپنی بلند سی پہنچ گیا تھا۔ اُس سے اعلیٰ سپردہ دار ٹرتے تھے کہ وہ ایک لمحہ میں اُن کو خاک میں ملا سکتی ہے۔ رانی اپنے منصب کو بڑا خطرناک جانتی تھی اور ملک کی آمدنی کے ماخذ خالی ہو گئے تھے۔ خزانہ میں روپیہ نہ تھا۔ فسادِ سپاہ کا غارتگری سے کسی طرح سیٹ نہیں بھرتا تھا تیار بیٹھی تھی کہ شیر سنگہ کے بیٹے کو جو ابھی کچھ تھا پنجاہ کا مہاراجہ بنایا۔ سپاہ کی مطیع و فرمانبردار نہ تھی۔ دربار نے اپنی مصلحت یہ سمجھی کہ سپاہ کو کوئی اور کام بتلادیں کہ وہ اس میں مصروف ہو جائے۔ اور سلطنت اُس کے ماتھے سے خلاصی پائے سپاہ کو یہ صلاح دی گئی کہ وہ جموں پر چڑھائی کرے اور راجہ گلاب سنگہ سے روپیہ وصول کرے۔ چنانچہ وہ اس پر چڑھ کر گئی اور گلاب سنگہ کو لاہور میں لائی اور اُس سے ایک کروڑ روپیہ وصول کیا پھر سلطنت کو اس کی دست یازی سے بچانے کے لئے مولراجہ حیر محلہ کرنے کی صلاح دی وہ اسی اپنے باپ کی ریاست پر بنیاسد نشین ہوا تھا اس سے بھی اٹھارہ لاکھ روپے منڈ کر لائی غرض رانی ایسی تجویز کرتی تھی جس سے سپاہ کا اقتدار اور اس کا اتحاد جاتا رہے اُس کو یہ تجویز بتائی کہ تلچ کے پار بھوکروہ برٹش گورنمنٹ پر حملہ آور ہو۔ جب سپاہ نے یہ بات سنی تو حرب و ضرب کے سامان کی طلب کے لئے غل شور مچایا جب وہ اُن کو نہ دیا گیا تو کچھ مدت کے لئے ہندوستان پر حملہ کرنے کا خیال چھوڑ دیا گیا۔ اس اثناء میں دربار امرتسر میں چلا گیا اور نمر کی شروع میں لاہور میں پھر واپس آیا۔ اب لال سنگہ نے علانیہ وزارت کا کام سلطنت میں رانی کے ماتحت شروع کیا۔ بیچ سنگہ کمانڈر انچیف تھا جو

جھولی رپورٹیں کہ برٹش گورنمنٹ پنجاب پر انگریزی سپاہ چڑھی چلی آتی ہے

فائنٹ کے ساتھ یہ افواہیں اُنڈھی تھیں کہ تلچ کے جنوب و مشرق کی طرف سے انگریزی سپاہ چڑھی چلی آتی ہے۔ اور تلچ پار سکھ سرداروں کے خطوط دکھائے جاتے تھے جن میں یہ لکھا تھا کہ انگریزی افسر حقیقت میں سکھوں کی رعایا کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں اور اُن کو سب طرح کی تکلیفیں اور بے چہرہ پنچاتے ہیں اور وق کرتے ہیں ان افواہوں نے اپنا یہ کام کیا کہ سپاہ کو چومکھایا اور بھڑکایا اور شہر لاہور میں ایک شعلہ ڈال دیا۔ نومبر کے شروع میں سرداروں اور سپاہ کے بچوں اور سلطنت کے آراکین کو راجہ لال سنگہ

نے شالار کے باغ میں بلایا جب وہ سب جمع ہو گئے تو دیوانہ نے ایک خط پڑھا جو سلج کے پار کے سکھ افسروں نے اس باب میں لکھا تھا کہ سرکار انگریزی دربار کی رعایا سے مدارات ایسی کرنی ہے کہ گویا وہ اسی کی رعایا ہے اور ان سے خراج مانگتی ہے دیوان نے مطلع کیا کہ کثیر اور پٹنا و میں کوئی نہ منٹ کا انتظام نہیں ہے وہ سرکاری مالگداری کا ایک روپیہ بھی نہیں دیتے ہیں اور سارسک میں بے انتظامی اور استری اور بد عملی ہو رہی ہے ان کو یہ خیال دلایا کہ ان کا راجہ ایک بچہ ہے اگر کل سکھ کی قوم یا اس کی خیر خواہ رعایا ہے تو اس کا یہ فرض ہے کہ اسکے حقوق کو محفوظ رکھے۔ اگر سکھوں کی سلطنت و اقتدار کے قائم رکھنے کے لئے جلد انتظامات نہیں کئے جائیں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سلطنت بالکل برباد ہو جائے گی اور دیوان نے جہارانی کی طرف سے جلس میں بیان کیا کہ وہ راجہ لال سنگ کو وزیر اور تیج سنگ کو کمانڈر انچیف مقرر کرتی ہیں اس مجلس میں اس فیصلہ تقریر نے سپاہ خالصہ کے بچوں اور سرداروں اور افسروں پر ایسا اثر کیا کہ سب نے بالاتفاق پکار کر کہا کہ اڑائی ہو۔ اور رانی نے جن کو عہدوں پر مقرر کیا تھا سب نے بڑی خوشی سے منظور کیا۔

لاچوری سب قسم کے گروہوں میں آپس میں جو گفتگوئیں ہونی تھیں ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ ہندوستان پر چڑھائی کی جائے اور اکھڑ سپاہ اپنے لوٹ کی تفصیل و تشریح کرتی تھی کہ ستمبر اور نیا رس و دہلی سے خوب دولت و مال ہاتھ آئے گا۔ اور ڈینگلیں مارتی تھیں کہ ہم کل ہندوستان کے مالک ہو جائیں گے۔ راجہ لال سنگ اور تیج سنگ کو اپنے عہدے کا تنک مہاراجہ ریجنت سنگ کی سادھ میں لگایا گیا اور سردار اور سپاہ کے پنج گورنش بجا لائے۔ جمع ہوئے کہ ان کو ستلج کے پار جانے کے احکام دے جائیں۔ گرنٹھ کے بعض فقرے پڑھے گئے اور گر چار شاہی قسم ہوا جو شکار اور کشش سے بنی ہوئی ایک مٹھائی ہوتی ہے۔ بچوں اور سرداروں نے گرنٹھ پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی کہ ہم مہاراجہ ولیپ سنگ کی خیر خواہی میں وفادار رہیں گے اور راجہ لال سنگ کو وزیر اور تیج سنگ کو کمانڈر انچیف کے حکموں کی اطاعت کرینگے۔ بعد ان رسوم کے ادا ہونے کے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا گیا۔ سپاہ خالصہ کو حکم دیا گیا کہ وہ ستلج کے پار چلے۔ دربار نے اس جنگ کے لئے چار وجوہ بیان کیں۔ اول برٹش گورنمنٹ کا ستلج کی طرف افواج انگریزی کا آگے بڑھنا اور اپنی محافظت کے لئے ایسی تدبیروں کا کرنا جس سے معلوم ہوتا کہ پنجاب کی لڑائی کو وہ پہلے سے سوچے ہوئی تھی اور اس پر وہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ دوم راجہ ریجنت سنگ کا اٹھارہ لاکھ روپیہ فیروز پور کے انگریزی خزانہ میں جمع تھا اس روپیہ کا دعویٰ جو سکھوں کی گورنمنٹ نے کیا تو اس کے دینے سے انکار کیا۔ سوم گاؤں موروان کو راجہ نامہ کو دینا جو سکھوں کی ملکیت سے تھا۔ چہارم

تلج کے جنوب میں جو خالصہ کا ملک ہے اُس میں سپاہ سکھ کو آزادانہ اجازت کا نہ دینا یہ بھی یقین کیا گیا تھا کہ یہی
میں کشمیان اس لئے تیار ہو رہی ہیں کہ تلج ریل بنایا جائے اور سندھ میں لشکر اس لئے تیار ہو رہا ہے کہ
ملتان پر چڑھائی کی جائے۔ اب ان سب باتوں کی اصل حقیقت اُس کے بیان کی جائے گی جو

انگریزوں کی حفظ ماتقدم کی تدبیر

پنجاب میں اور انگریزی عمارتوں میں یہ یقین کیا جاتا تھا کہ دیر سویر لڑائی ضرور ہوگی۔ لیکن اسکا سان
گمان کسی انگریز کو نہ تھا کہ دفعتاً سپاہ خالصہ انگریزی عمارتوں پر ٹوٹ پڑے گی۔ سکھوں کی سپاہ کو انگریز بڑا حقیر
جانتے تھے۔ سکھوں کی عظمت انگریزی لشکر میں اس سبب سے بھی نہ تھی کہ وہ بے سری تھے اور لوٹتے مارتے
پھرتے تھے ان کے اخلاق و عادات بگڑے ہوئے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب راجہ رنجیت سنگھ کا سا عاقل
انگریزوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنے سے اپنی ہی بجاتا رہتا تو اُس کی سپاہ خالصہ کو ایسی ہیبت و جزبات
کہاں سے ہوگی کہ وہ برٹش گورنمنٹ پر بے سبب لڑائی پر جھلک پڑے گی۔ غرض سکھ ہنری لارنس کے کسی اور
انگریز کو یہ خیال نہ تھا کہ ایسی حالت میں کہ برٹش گورنمنٹ کی اور کسی سے لڑائی نہیں اور نہ کوئی لڑائی جھگڑا
اُس کی اپنی عمارتوں میں ہے سکھوں کی سپاہ تلج سے پار اتر کر جگ شروع کر دیگی جو

جب سر ہنری مارڈنگ ہندوستان میں آیا تو اُس نے خیال کیا کہ لارڈ ڈالین برائے جو سرحد
کی محافظت کا انتظام کیا ہے وہ ناقص ہے اور وہ کافی نہیں کہ دشمنوں کے حملہ کو روک سکے۔ پس حفظ ماتقدم
ناگاہ خوفوں کے لئے ضرور ہے۔ ایک مہینہ بھی ان کے آنے پر نہ گزرا تھا کہ انہوں نے بہت جلد ان مقامات
کو جہاں حملہ ہونے کا خوف تھا خوب مستحکم کیا تو نومبر ۱۸۴۷ء سے پہلے فیروز پور۔ لدھیانہ۔ انبالہ میں جس
ہزار سپاہ اور ۶۸ توپوں کو جمع کیا لارڈ ڈالین برائے جو سپاہ ان مقامات پر متعین کی تھی۔ اُس سر سپاہ
دو جہت تھی۔ میرٹھ میں دس ہزار سپاہ و ۲۸ توپیں موجود تھیں کہ ضرورت کی صورت میں فوراً روانہ ہو سکیں
فیروز پور میں انگریزی سپاہ کے لئے ہاکیں بنانے کا حکم ہو گیا تھا۔ لارڈ مارڈنگ کے آنے کے بعد نو چھپے
میں تیار ہو گئی تھیں گورنر جنرل کے احکام سے چھپن کشمیان جو سندھ میں لارڈ ڈالین برائے تیار کرانی
تھیں وہ بروقت فیروز پور میں آگئی تھیں۔ گیارہ سو گھوڑے توپوں کے واسطے گورنر بھیجے اور دس اس سے
ستار لئے گئے اور بھیجے سے ایک رجمنٹ ڈیگنیس کی آگئی تھی۔ دہلی کے میگ ڈین میں رات دن کام نہ

تھا۔ مالک مغربی میں نئے لفٹ گورنر کلرک صاحب سپاہ کے لئے سامان و رسد بڑی جیتی و چالاک سے تیار کرتے تھے۔ یہ بحر برد و ڈنٹ جنہوں نے جلال آباد میں بڑی شہرت پائی تھی وہ شمالی مغربی سرحد میں برٹش ایجنٹ تھے۔ ان سے بہتر کوئی شخص اس خدمت کے لئے نہیں مقرر ہو سکتا تھا وہ بڑے بڑے کام کرتے تھے۔

ان تمام عاملانوں سے ستلج کے پار سکھوں کے دلوں میں برٹش گورنمنٹ سے نفرت پیدا ہو رہی تھی۔ اور وہ اس کی دوستی پر اعتبار نہیں کرتے تھے اور اس کو جو قوعات جدید حاصل ہوئی تھیں ان کو یہ سپاہ خالص اپنے حق میں مضر جانتی تھی اور وہ یہ سمجھتی تھی کہ انگریزی ہم کو کسی اور طرف فتح نہیں حاصل کرنے دینگے۔ برٹش گورنٹ برابر ملک پر ملک فتح کرتی چلی آتی ہے۔ پنجاب کو کب چھوڑی وہ یاد رکھتی تھی کہ کل سپاہ جو ہمارے پیچھے شمالی مغربی سرحد پر چھوڑی گئی ہے وہ سات ہزار سے کم تھی۔ ۱۸۴۷ء میں کابل سے مراجعت کے بعد ملک سندھ کو اس نے فتح کر کے اپنے ملک میں ملا لیا۔ اور گوالیار کی سپاہ کو شکست دیدی پہلے گورنر جنرل نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک سکھ راجہ کی امداد کرے کہ وہ اپنی خالص سپاہ کو تروبالا کر دے۔ اب انگریزوں نے اپنے حفظہ مافکہ کی تدبیریں کیں وہ یہ سمجھے کہ ہم کو وہ دھکاتے ہیں اور اپنی آنکھیں دکھاتے ہیں۔ اگر ان کے دل میں کوئی بدی نہ ہو تو پھر کیوں نے پیر صاحب سپاہ جبار کو ملتان کی سرحد پر تیار کر رہے ہیں اور فیروز پور کی حفاظت دس ہزار سپاہ کر رہی ہے۔ کس مطلب کے لئے بریڈ فورڈ سندھ سے آئی ہوئی کستیوں کا پل بنانے میں کوشش کر رہے ہیں۔ اگر برٹش گورنٹ اشتی طلب ہے تو پھر کیوں نیا ایجنٹ اس روئے ستلج کی ریاستوں کا جس میں سے حقیقت میں بعض لاہور سے متعلق ہیں دعوے کرتا ہے۔ اندر پورہ لکھنوال کے معاملات میں دست درازی کی۔ جس کا لاہور کی طرف میں ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ غرض ان باتوں سے سکھوں کے دلوں میں غلط فہمی بڑھ رہی تھی۔

۸ دسمبر ۱۸۴۷ء کو سکھوں کی سپاہ ستلج کے دائیں کنارہ پر نمودار ہوئی اور ۱۱ دسمبر کو فیروز پور کے سامنے ہری کے پٹن میں سکھوں کے سوار آئے۔ فیروز پور میں انگریزوں کی سپاہ دس ہزار اور توپیں تیس تھیں اور اس کے سپہ سالار سر جان ارٹائلر تھے جنہوں نے مہاراج پور کی لڑائی میں بڑا نام پیدا کیا تھا انہوں نے اپنی آدمی سپاہ کو غیر محفوظ لشکر گاہ کی محافظت کے لئے چھوڑا اور آدمی سپاہ لیکر وہ دشمن سے جس کی سپاہ ان سے دس گنے نہیں ملنے کے لئے تیار ہوئے مگر ان کے بہادرانہ مقابلہ کے سامنے سکھ نہیں آئے یا تو وہ انگریزی سپاہ کے آؤٹ ریش کے لئے تیار نہ تھے یا ان کے دغا باز سرداروں لال سنگھ و تیج سنگھ نے یہ کہہ کر لڑنے سے باز رکھا

اوصیعت دشمن کے مقابلہ میں اپنا وقت وہ کیوں ضایع کریں محقق یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ سپاہ لڑ کر لٹ ٹل کر صاحب کے کچلا لٹکانے میں کوشش کرنی۔ فیروز پور سے دس میل کے فاصلہ پر مدکی میں میں ہزار سپاہ اس امید میں چلی گئی کہ گوف صاحب کی سپاہ جو آگے بڑھتی چلی آتی ہے اُسے روکے۔ ۸ دسمبر تک برٹش سپاہ نے آگے حرکت نہیں کی برٹش گورنمنٹ کی مصالحت کی پولیسی اب تک چلی جاتی تھی کہ جب سکھوں کی سپاہ نے تلج سے یار سفر کیا ہے تو سر ہنری مارڈنگ نے اُسے ظاہر کیا کہ اگر سرحد حقیقت میں شکستہ نہ ہو تو انصاف نہیں ہے کہ لڑائی شروع کی جائے۔ مگر لاہور گورنمنٹ نے اس انگریزی مدرسے کے ہاکہ برٹش گورنمنٹ کو سٹیج کے کنارہ کے محفوظ کرنے کا اختیار ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم کو اپنے کنارہ کے محفوظ رکھنے کا اختیار ہے۔ غرض گورنر جنرل کی اس مصالحت کی تحریک سے سکھوں کی سپاہ نے تلج سے پار اتنا موقوف نہیں کیا۔

برٹش گورنمنٹ کی طرف سے اشتہار جنگ

گورنر جنرل نے جب ۸ دسمبر کو سنا کہ لڑائی پر سکھوں کی سپاہ تیار ہے تو اس نے فوراً حملہ آور سپاہ کے مقابلہ کی تیاریاں کیں۔ ۱۳ دسمبر ۱۸۴۵ء کو گورنمنٹ نے اشتہار دیا جس میں اس نے اپنی پولیسی اور مقاصد خیالات کو ظاہر کیا۔ اس اشتہار میں لکھا گیا کہ برٹش گورنمنٹ پنجاب کے ساتھ ہمیشہ مصالحت کے شرائط کو بجا لاتی رہی اور سنہ ۱۷۶۴ء میں جو مہاراجہ رنجیت سنگھ سے عہد نامہ ہوا تھا اسکے عہدوں کو پورا کرتی رہی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے جانشینوں کے ساتھ وہ اپنے تعلقات دوستی رکھتی رہی۔ مہاراجہ شیر سنگھ کی وفات سے گورنر جنرل پر یہ فرض ہوا کہ وہ برٹش گورنمنٹ کا حفظ مالقدم اس خیال سے کرے کہ لاہور گورنمنٹ پر انگندہ و ابتر ہو گئی ہے باوجودیکہ لاہور کے دربار نے ان دو سالوں میں بہت سے معاملات خلاف دوستی کئے مگر برٹش گورنمنٹ نے نہایت تحمل سے اُن کی برداشت کی۔ اور اپنے سچے دل سے بہ آرزو کی کہ پنجاب میں سکھوں کی ایک متحد گورنمنٹ قائم ہو جائے حال میں دربار کے حکم سے سپاہ خالصہ نے لاہور سے اس ارادہ سے کوچ کیا ہے کہ انگریزی ملاری پر حملہ کرے۔ باوجودیکہ اس کی وجہ بار بار استفسار ہوئی مگر کچھ جواب نہیں ملا اور اب سپاہ سکھ نے انگریزی ملاری پر بغیر سکے کہ کوئی ہماری طرف سے ذرا سا بھی اشتعال نہ لایا گیا ہو حملہ کیا ہے اس واسطے گورنر جنرل کو چاہئے کہ اپنا ملک کی محافظت کرنے کی تدبیر اختیار کرے کہ جس سے برٹش گورنمنٹ کی حکومت کی حمایت ہو اور عہد شکنوں اور رفاہ عام میں خلل اندازوں کو سزا دی جائے اسی اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کا جو ملک

رو سے تلخ تھا وہ انگریزی عسکری میں داخل کیا گیا ۴

انگریزی سپاہ کا لڑائی کے لئے جانا

۱۱۔ دسمبر کو سرہیوگاف انبالہ میں اپنے لشکر گاہ میں مال کی تیاریاں کر رہے تھے کہ ان کے پاس خبر آئی کہ سکھوں کی سپاہ تلخ پاراٹراکی وہ بال کو چھوڑ چھاڑ جس تا سپاہ کو جمع کر سکے اپنے ساتھ لے کر جنگ گاہ کی طرف چلے۔ سات دن میں گیارہ ہزار سپاہ اور بیالیس توپوں۔ ۱۷۰ میل کے قریب سفر کیا۔ ۱۸۔ دسمبر کو دوپہر کے بعد موضع مدکی میں جو فیروز پور سے ۲۰ میل اور لدھیانہ سے ۵۰ میل تھا۔ سپاہ اتری وہ ایکستانی شہر کوں میں دھوپ کے اندر سفر کرنے سے تھکی ہوئی تھی۔ نہ روئے اور کھانے پینے کے نہ ملنے سے ضعیف ہو رہی تھی اس کو امید تھی کہ چند گھنٹے ٹھیر کر اور کھانی کرتا وہ دم ہوگی۔ نو اس کے بعد ۱۰۔ ۱۱۔ سخت شروع ہوگی مگر وہ چند منٹ ہی ٹھیری کہ بروڈنٹ صاحب کے پاس خبر آئی کہ دشمن سر پہ آہنچا ہے۔ سپاہ کی صف بندی ہوئی کہ چار بجے دوپہر کے بعد سپاہ کے روبرو دشمنوں کے آجانے سے خاک کے ٹکڑے اٹھنے شروع ہوئے تھے

مدکی کی لڑائی

یہ پہلی لڑائی تھی جو ۱۷۰۰ء کو انگریزی سپاہ اور خالصہ سپاہ کے درمیان ہوئی۔ انگریزوں کی سپاہ گیارہ ہزار کے قریب تھی اور سکھوں کی سپاہ لال سنگھ کے زیر حکم میں ہزار کے قریب تھی اور چالیس توپیں اس کے ساتھ تھیں۔ ایک شخص چشم دیدہ حال لکھتا ہے کہ اس تاریخ کو برٹش کیمپ میں کوئی خبر دشمن کی سوائے اس کے نہ تھی کہ وہ قریب آگیا ہے دفعہ ۴ بجے دوپہر کے بعد توپوں کی بہت سی آوازیں سنائی دیں۔ گورنر جنرل گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً میدان جنگ میں پہنچے برٹش باری تھکی اپنے کھانا پکھانے کی تیاری کر رہی تھی کہ فوراً جنگ کے لئے تیار ہوئی۔ کمانڈر انچیف سر جیمز گارف سواروں اور گھڑچڑھی توپوں کو لے کر گئے ان کے پیچھے پیل سپاہ اور میدان توپ خانہ گیا۔ دشمن کا مقام جنگل کے اور جھاڑیوں اور ریت کے ٹیلوں کے پیچھے تھا۔ انگریزی لشکر سے دوپہل تھا۔ ان چیزوں کو سکھوں نے اپنے پیہلوں اور توپ خانوں کی آڑ بنا رکھا تھا جو توپ انگریزی لشکر گاہ کے روبرو آیا تو سکھوں کے توپخانہ نے ایسی بڑی بھاری آتش باری اس پر کی کہ وہ اٹھ آگے نہ بڑھ سکا۔ لیکن انگریزی سواروں نے سکھوں کے بائیں بازو کو چکرا دیا۔ اور پیادوں اور توپوں کے

کے چیمپ ٹے اور انگریزی توپخانہ نے سکھوں کے توپ خانہ کا منہ بند کر دیا۔ سر جان ایم کیسل اور میجر جنرل
 سراج سہتہ ہنگھڑ نے انگریز پیل سپاہ سے سکھوں کی سیدل سپاہ پر حملہ کیا۔ جب کہ طرفین سے لڑائی
 بڑی سرگرمی اور تیزی سے گھمسان موبہتی تھی تو لال سنگھ دفتہ میدان جنگ سے چلا گیا اور سکھوں کو چھوڑ
 گیا کہ وہ اپنی لڑائی آب لڑیں۔ سکھوں نے اپنے سردار کی دنا بازی کا ذرا خیال نہیں کیا اور بڑی بہادری
 سے بدستور لڑتے رہے۔ بعض سادھ سوار گھوڑوں پر سے اترے اور دونوں ہاتھ سے تلوار کو پکڑ کر انگریزوں
 کی صفوں میں تیغ زنی کرتے ہوئے گھس گئے مگر بہت قتل ہو گئے باقی پس پا ہوئے۔ سر نہری سپاہ کے ایک
 حصہ کو خود لڑا رہے تھے۔ جب سرگرسے صاحب نے اُن کو منع کیا کہ آپ خود اپنے تئیں ایسے جوکھوں میں نہ ڈالئے
 تو انہوں نے ذرا بھی اُس کا کہا نہ سنا۔ دو ہزار برس ہوئے کہ سکندر عظیم کو بھی اسطرح ایک ناصح نے منع
 کیا تھا مگر اُس نے نہ سنا تھا۔ گورنر جنرل کے موجود ہونے سے سپاہیوں کی ہمت ٹھہری اور وہ دلاوری اور دیہی
 سے لڑتے تھے۔ آخر کار انگریزی سپاہ کی شجاعت کے سامنے سکھوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے
 اور سنگینوں کے ایک مقام سے دوسرے مقام میں ہٹائے گئے۔ رات کی تاریکی اور خاک کے اڑنے نے
 انگریزی سپاہ کو انکا تعاقب دیا کی اس سمت میں نہیں کرنے دیا جس طرف وہ بھاگتے جاتے تھے۔ رات سے
 پہلے شہر بھاری توپیں انگریزوں نے چھین لیں۔ لڑائی ڈیڑھ گھنٹہ تک ستاروں کی ضعیف روشنی اور خاک
 کے بگولوں میں جو گیٹان سے اٹھتے تھے جاری رہی۔ اس لڑائی سے سپاہ خالصہ کی بہادری کی حقیقت کھلی
 فتح بڑی گراں بہا خریدی گئی سیاحی ۱۵۱ مقتول اور ۶۵۷ جرحہ ہوئے اور سیل صاحب جلال آباد کے حیل نقہ
 افسر اور میجر جنرل کیس کل اس جنگ میں اہل کے ہاتھ میں آ گئے۔ ساٹھ برس سے ہوم گورنمنٹ کا یہ دستور تھا کہ
 جب گورنر جنرل سپاہی ہوتا تو وہ لڑائی میں کمانڈر انچیف بھی مقرر ہوتا۔ جیسا کہ لارڈ کورنوالس کو اور لارڈ
 ہٹلنگم کو مقرر ہوئے تھے مگر معلوم نہیں کہ سر نہری مارڈنگ کیوں کمانڈر انچیف نہیں مقرر ہوئے۔ جب انہوں نے
 مدکی میں سپاہ کی صف آرائی میں بے ترتیبی دیکھی تو انہوں نے اپنے منصب عالی پر کچھ نظر نہ کی اور کمانڈر انچیف
 کے ماتحت ایک جنرل کا عہدہ خستہ کیا کر دیا ان میں عجیب انکار نص تھا کہ ان تمام لڑائیوں میں وہ کھلے
 میدان میں درخت کے نیچے دفتر کے صندوقوں کو کام کرنے کے لئے بیٹھتے تھے اور نیچے ڈیرے کی کچھ
 پروا نہیں کرتے تھے جو

پھر ویار فیروز شہر کی لڑائی ۲۱ دسمبر ۱۸۵۷ء

سپاہ انگریزی نے مد کی میں آرام کے لئے دو روز قیام کیا اور مردوں کو دفن کیا اور یہ تجویز ہوئی کہ سکھوں کی سپاہ عظیم پران کے مقام فیروز شہر میں حملہ کیا جائے۔ شب گذشتہ کو سر جان لٹ ٹلر کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ فیروزپور سے پانچ ہزار سپاہ اور چار سو ڈائی توپ خانے لیکر اس لشکر سے آنے تاکہ دو توپ لشکر و دشمن پر حملہ کریں صاحب مدوح نے تیج سنگھ کو سپاہ لئے اُن کے نزدیک کھڑا تھا یہ بھلا وادیا کہ اُس کو اپنے نقل و حرکت سے خبر نہ ہونے دی اپنے غیبه بدستور کھڑے رہنے دئے اور بازار کا جھنڈا قایم رکھا اور سوار پرستور ایکٹ پر کھڑے رہے۔ ۲۱ دسمبر کو سر جان کی سپاہ دوپہر کو لشکر سے آکر ملی ہوئی۔

مد کی اور فیروزپور سے دس میل کے فاصلہ پر فیروز شہر کے گرد سکھوں نے متورے دنوں سے اپنا مورچہ بنانا شروع کیا تھا وہ ایک قسم کا مستطیل مربع کی شکل کا تھا۔ جس کا طول ایک میل اور عرض آدھا میل تھا۔ ایک سو توپوں سے زیادہ اس پر لگی ہوئی تھیں۔ سپاہ کی تعداد پینتیس ہزار کے قریب تھی۔ جس میں دس ہزار سوار تھے۔ ان میں سے تہائی کے قریب قواعد دان تھے۔ جن کو اہل فرانس اور اہل اٹلی نے قواعد سکھائی تھی۔

سپاہی بڑے تجربہ کار بہادر اور نہایت پر جوش تھے اور سکھ توپچی تو ایسے تھے کہ ہندوستانی سپاہ میں وہ کسی سے درجہ دوم پر نہ تھے۔ انگریزی سپاہ ۵۰۰۰ اتھی اور ۶۹ میدائی توپیں تھیں۔ دو درجہ سواروں کی فیروزپور سے آگئی تھیں۔ اس سپاہ کو دشمن کے مورچے کھیلے رخ کی طرف ایک قطعہ کھلے میدان میں جانا پڑا جس میں کہیں کہیں جنگل تھا۔ دن کے چار بجے لڑائی شروع ہوئی۔ اول تو جاٹے کے دن چھوٹے ہوتے ہیں یہ آج کا دن تو چھوٹوں سے بھی چھوٹا تھا۔ اسی وقت میں لڑائی کا شروع کرنا بغیر اس کے کہ تاریکی میں لڑائی ہو کسی طرح لڑائی کو ختم نہیں کر سکتا تھا۔ ایسے وقت میں لڑنے کی اشد ضرورت ہے کہ گورنر جنرل کا حکم تھا کہ لڑائی ابھی ہو اگر یہ حملہ کل پچھونٹ رکھا جائے گا تو تیج سنگھ جو فیروزپور میں تھا اپنے لشکر کو لے کر میدان جنگ میں آجائے گا اور گات صاحب کی سپاہ کو جاٹے کی بڑی رات بھوک پیاس میں کاٹ کر صبح کو دشمن سے لڑنا پڑیگا۔ غرض اس وقت حملہ کرنا ضرور تھا سپاہ انگریزی کے یمنہ کے کمانڈر اپنیٹ اور میسرہ اور فلپ کے گورنر جنرل حیر کر تھے۔ انگریزی لشکر کے توپخانہ نے سکھوں کے مورچے پر سخت آگ برساتی شروع کی اس کے جواب میں دشمن کے توپخانہ نے بھی گولہ پر گولہ بارنا شروع کیا۔ انگریزی توپخانہ نے ہر چند کوشش کی کہ دشمن کے توپخانہ کو بند کرے مگر وہ بند نہ ہوا۔ گولے

گوئیاں سنا سن جا رہے تھے انگریزی سپاہ نے پکتان پر نکل اور بین لین کے ماتحت دشمن کے مورچے میں
 قدم رکھے اور کچھ توپیں بھی دشمن سے چھین لیں مگر سکھوں نے توپوں کے پیچھے جا کر انگریزی سپاہ پر وہ آگ
 برسائی کہ وہ بہت خستہ حال ہو کر واپس آئی۔ انگریزی سپاہ نے پھر از سر نو حملہ شروع کیا اور آفتاب کے
 غروب ہونے سے پہلے دشمنوں کے مورچہ کا ایک حصہ فتح کر لیا۔ سرسہری تھکے کے برگینڈ نے فیروز شہر کا گولا
 دشمنوں سے لے لیا۔ مگر رات کو اس پر قبضہ نہ کر سکے۔ اسلئے اسکو چھوڑ دیا۔ ملکہ معظمہ کی تیسری ڈرگین رینج
 نے بڑی بہادری کر کے دشمنوں سے بعض خوفناک توپ خانے چھین لئے مگر پھر بھی دشمنوں نے اپنے مقام
 پر پاؤں جائے رکھے۔ رات ہو گئی مگر لڑائی بڑے زور شور سے ہر جگہ ہوتی رہی اور انگریزی سپاہ کو اس نے
 سیریشان و پراگندہ کیا۔ اس رات کا نام خوف کی رات رکھا گیا۔ پیاس۔ سردی۔ تھکان زیادہ محنت کرتے
 تھکی ہوئی سپاہ کو بیدم کر دیا اور اس کی تعداد کو بھی کم کر دیا۔ لیکن آفرین ہر انگریزی سپاہ کی بہادری پر کہ اس
 خستہ حالی میں بھی اپنی ہمت نہیں ماری۔ اس رات کا حال سرسہری مارڈنگ نے سرور برٹیل کو لکھا ہے
 جو بڑی گرجو شیشی سے کام لے رہے تھے۔ اس میں پڑھا گیا کہ ۲۱۔ دسمبر کی رات بھی میری زندگی کی ایک عجیب و غریب بات
 تھی میں اس سپاہ کے ساتھ نیچے میں تھا۔ کہ نہ جس کے پاس خوراک تھی نہ اوپر اوڑھنے کے کپڑے تھے شدت
 سے سردی پڑتی تھی۔ سامنے ہمارے ایک آفتناک کیمپ تھا۔ ہمارے بہادر سپاہی سچو بوکس پڑے تھے جی پر
 ساری رات توپوں کی بڑی مار رہی تھی۔ اس کے ساتھ سکھوں کا غل شورا اور انگریزی سپاہ کے ہر اک کے ہر اک
 اور سپاہیوں کے چلنے کی آوازیں مرنے والوں کا نالہ و خان تھا اسی حالت میں ان تھوڑے سے سپاہیوں
 کے ساتھ صبح تک رہا۔ جو پہلی رات کو تو پختانہ لے گئے تھے۔ کچھ تھوڑا سا آرام لے کر مختلف رجمنٹوں میں تو
 ان کے حوصلے اور جرات کے تحقیق کرنے کے لئے ٹھہر گیا اور ان کے حوصلوں اور بہتوں کو بڑھایا۔
 نیچے میرے پرانے دوست ۲۹ ویں و ۳۱ ویں و ۵۰ ویں و ۹ ویں رجمنٹوں کے ملے جی کو میں نے
 بڑا ہی قوی دل پایا میں نے ان میں سے ہر ایک سے یہی کہا کہ صبح کو میں سویرے ہی دشمنوں پر حملہ کر کے
 ان کو مازنا جلا دیتے یا میدان جنگ میں عزت کے ساتھ مرنا چاہیے۔ بڑا شجاع جنرل (ہیوگاف)
 رحم دل و دلیر و دلاور میرے ساتھ متفق الہا ہوا۔ بعض افروں نے یہ تجویز پیش کی کہ رات کو اُلٹے
 فیروز پور چلے جائیں لیکن لارڈ گاف اور سرسہری مارڈنگ نے اپنی ہمت مردانہ اور جرات دلیرانہ کہہ کر
 اس تجویز کو پسند نہیں کیا ان مشکلات کے اندر گورنر جنرل کا حسن خلاق اور عالی ہمتی سپاہیوں پر

جادو کا اثر کرتی تھی۔ وہ سپاہیوں سے کچرا بنی تھیں انلاؤں سے بائیں کرتے تھے کہ ان کی بے عزت تو ہوا کرتی تھی۔ مکھوں نے بہت سی لکڑیاں جمع کر لی تھیں ان کو جلا کے استی اعضا کو گرم کر کے۔۔۔ لکڑیاں سپاہیوں جو لکڑیاں جلائی جاتیں تو وہ دشمنوں کی نشانی کا گاہ جانی۔ سکھ اس آگ پر آگے بڑھتے جو مارتا۔۔۔ کرتی تھی۔ رات پر سکھ انگریزی لشکر پر توپیں چلاتے رہے ان کا مقام بڑا خطرناک تھا۔ غرض اس مشاعرہ میں رات ختم ہوئی۔ جب دن نکلا تو دونوں جرنیلوں نے اپنے خیمے دیکھے۔ یہاں کو اس کام کے لئے تیار کیا ہوا اس کے آگے آنے والا تھا۔ سنہ اور لٹلر کی سپاہیں جو رشک گاہ کے عقب میں تھیں بہت جلد بلائی گئیں سورج نکلنے سے پہلے یہ جھنڈیں آگے بڑھیں دشمنوں کی توپوں نے بہت سی انگریزی توپوں کو بجھے گا دیا مگر انگریزی سپاہ نے فیروز شہر سے دشمن کو نکال دیا اور پھر سارے مورچے کو چھین لیا۔ اور ہفت سے خانہ سپاہیوں کے حملوں کو لے لیا۔ اور ستر توپیں لے لیں۔ دشمنوں کے مورچے میں سپاہ انگریزی اس طرح کھڑی ہو گئی۔ جیسی کہ اپنے پریٹ کے میدان میں کھڑی ہوتی ہے اور اپنے جرنیلوں کو فتح کی مبارکیا دیں خوش ہو ہو کر دیتی ہیں اب سکھوں کی سپاہ تلج کو بھاگی جاتی تھی مگر ابھی انگریزوں کا خوف بالکل نہیں گیا تھا وہ فتح کی خوشحیاں منا رہے تھے کہ سامنے خاک کے تودے اڑتے ہوئے نظر آئے جن سے معلوم ہوا کہ کوئی دشمن آپہنچا ہے۔ یہ تیج سنگھ کا لشکر تھا۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ میر جان لٹلر کا لشکر اس کو دھوکا دے کر چلا گیا ہے تو وہ ۲۲۔ دسمبر کو بمبئی ہزار پیادے اور پانچ ہزار سوار اور ساٹھ توپیں لے کر چلا گیا مگر یہاں آنکر دیکھا تو سارا کام تمام ہو چکا تھا۔ جو مورچے سکھوں نے قائم کئے تھے وہ دشمن کے ہاتھ میں تھے۔ سکھوں کا لشکر تلج پار اتر چکا تھا۔ وہ انگریزوں کا حال دریافت کر کے اٹھا چلا گیا اس کو حال نہ کھلا کہ انگریزی سپاہ میں کچھ دم باقی نہ رہا تھا وہ بھوک پیاس کے مارے مر رہی تھی ہندوستانی سپاہ پکار رہی تھی کہ ہم بھوکے پیاسے مرے جلتے ہیں جنتیں گھنٹے بے کھائے پئے ان پر گذر چکے تھے گولہ باروت کچھ پاس نہ تھا اگر ایسے وقت میں ان پر حملہ ہوتا تو گات صاحب اور مارڈنگ صاحب اس کے روکنے لئے بہادرانہ تدابیر کرتے مگر پھر بھی انگریزی سپاہ پر بری ہوتی۔ ہندوستان میں کبھی اس کے سامنے ایسا زبردست دشمن لڑنے نہیں آیا۔ غرض خدا کا فضل ہوا کہ رسیدہ بود بلاے وے بخیر گذشت

طرفین کی سپاہوں کا نقصان

فتح بڑی مشکل سے حاصل ہوئی گات صاحب خود لکھتے ہیں کہ اگرچہ دشمنین بڑا دم شست ناک قتل ہوا مگر ہمارا نقصان

بھی ایسا بھاری ہوا کہ پہلے کبھی ہندوستان میں کسی لڑائی میں نہیں ہوا۔ ۲۷۱۵ سپاہیوں کا نقصان ہوا جس میں ۶۹۴ قتل ہوئے اس لڑائی میں سب سے زیادہ گوروں کی جائیں تلف ہوئیں وہ بہت جان لڑا کہ اس معرکہ میں لڑے۔ اور ان ہی کے سر پر فتح کا سہرا ہوا۔ یہ لڑائی ایسی سخت تھی کہ سرگزری مار دیا گئے ۲۱ دسمبر کی رات کو ہیہو لوک سے کہا کہ اگر ایسی دوسری لڑائی ہوئی تو سلطنت منزلزل ہو جائے گی اس کہنے کی گونج اور انگریزوں کے دلوں تک پہنچی۔ اور ان پر اثر کیا اس لڑائی میں سپاہ کا ساتواں حصہ بیکار ہو گیا سیمبر روڈٹ جو پولی ٹکل افسر اور ٹو صاحب بہرات کے نامور اور بے گریڈیر دال میں کام آئے۔ سکھوں کے نقصان کا آٹھ ہزار کا تخمینہ کیا گیا۔ فیروز شہر کی فروز مندی بڑی عظیم الشان تھی اس نے خالصہ سپاہ کو بالکل سیدل کر دیا اور تقریباً توپخانوں سے اس کو محروم کر دیا۔ ان معاملات کے بعد تیس سنگا سکھوں کا کمانڈر انچیف گورنر جنرل کے پاس صلح کی گفتگو کرنے آیا تو گورنر جنرل نے فرمایا کہ صلح جب تک نہیں ہوگی کہ انگریزی سپاہ دارالسلطنت کے اندر داخل نہیں ہوگی جو

گورنر جنرل کا اشتہار ۳۱ دسمبر ۱۸۵۷ء

۳۱ دسمبر ۱۸۵۷ء کو گورنر جنرل نے فیروز شہر (بمیر و شہر) سے یہ اشتہار دیا کہ برٹش گورنمنٹ نے لاہور کی گورنمنٹ کو کوئی اشتعال نہیں دلایا کوئی اسکے ساتھ اظہار جنگ نہیں کیا ان دونوں کے بغیر اس نے انگریزوں کے ساتھ جنگ بازی شروع کی۔ سکھوں کی سپاہ جہاں جس نے انگریزی عہداری پر حملہ کیا تھا تلج کے پار بٹادی گئی۔ اس لئے برٹش گورنمنٹ کو ضرور ہوا کہ ایسی تدابیر کرے کہ جس سے بغیر اشتعال کے حملہ کرنے والوں کو سزا ملے اہد آئندہ پنجاب کی گورنمنٹ اور سپاہیں اس قسم کی دغا بازی کا انداد ہو۔ تمام ہندوستان کے باشندوں سے جنہوں نے لاہور گورنمنٹ کی ملازمت اختیار کی ان کا اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ فوراً اپنی خدمت کو چھوڑ کر گورنر جنرل ہند کے زیر حکم آئیں ان کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ تلج کی اسی طرف آجائیں جو انگریزی عہداری میں ہے اور اپنے آنے کی اطلاع دیں اگر وہ اس حکم کی تعمیل نہیں کریں گے تو وہ برٹش گورنمنٹ کی حمایت سے محروم کر دے جائیں گے اور اپنے ملک کے دغا دینے والے اور برٹش گورنمنٹ سے باغی سمجھے جائیں گے۔

رنجور سنگ کا تلج سے پار اترنا اور لدھیانہ کو دھمکانا

ستلج کی سپاہ انگریزی ایک مہینہ کے قریب بیکار اس انتظار میں بیٹھی رہی کہ سپاہ و ہتھیار و خوراک دہلی سے اس کے پاس آئیں۔ دشمن نے اس اتواء جنگ کو انگریزوں کے ضعف پر حمل کیا اُس نے وسط جنوری میں بالائے ستلج کے فتح کرنے کا قصد کیا۔ سکھوں کی ایک فوج جرار کورنجور سنگھ مجیٹھیہ (سردار لہنا سنگھ کا بھائی) ستلج کے پار پھلور سے اُترا اسکے پاس ستر توپوں کا توپخانہ تھا اور لدھیانہ کی سرحد کو دھکایا جس میں انگریزی سپاہ کم تھی۔ لدھوا کا جھوٹا سارا جہ جو پہلے انگریزوں کا دوست تھا اُن سے دغا کر کے رنجور سنگھ کی سپاہ سے جا ملا۔ ۱۸ جنوری کو سرسہری سمٹھ لے قلعہ دھرم کوٹ کو لے لیا کسی نے اس کا مقابلہ نہیں کیا۔ لدھیانہ کی کمک کے لئے سواروں اور اٹھارہ توپوں کے ساتھ بھیجے گئے۔ قلعہ بدروال جن میں رنجور سنگھ نے تھوڑی سی سپاہ چھوڑی تھی ان کی راہ میں آتا تھا لیکن پہلے اس سے کہ یہ انگریزی افسر یہاں آئے دس ہزار سپاہ اس کی کمک کے لئے آگئی تھی سرسہری سمٹھ ایسی لڑائی سے جس میں سپاہ کی تعداد غیر متساوی تھی بچنا چاہتا تھا وہ لدھیانہ سکھوں کی سپاہ کے مقام سے دور کرنا ہوا چلا جاتا تھا کہ سکھوں نے اس سے لڑنے کا قصد مصمم کیا۔ جو وقت انگریزی سپاہ نظر آئی اُسی وقت گولے مارنے شروع کئے بڑی تیزی کے ساتھ لڑائی ہوئی جس میں انگریزی سپاہ کو شکست ہوئی اور سکھوں کے ہاتھ اُن کی خوجیاں اور بار برداری کے جانور ماتہ آئے بریگیڈیر کورٹن دھرم کوٹ سے سوار لے کر سپاہ کی کمک کو پہنچ گئے کہ وہ بالکل تباہ ہونے سے یا زیادہ نقصان اٹھانے سے بچ گئی۔ ۲۱ جنوری کو لدھیانہ پہنچ گئے مگر لڑائی میں اُنکے تقریباً ۶۹ سپاہی مارے گئے ۶۸ زخمی ہوئے ۷۷ مغرور ہوئے۔ کئی انگریز قید ہوئے جن میں مسٹر بیرن سٹنٹ سرجن بھی تھا جو لاہور بھیجا گیا۔

علی وال کی لڑائی

ستلج کی دائیں طرف سے اسی وقت میں رنجور سنگھ کی کمک چار ہزار توپخانہ سپاہ کی اور بارہ توپوں کی اور بہت سے سواروں کی آگئی وہ جگراؤں کی طرف اس ارادہ سے بڑھا کہ برٹش سپاہ کی آمد و رفت کی راہ کو بند کرے جو بدوال کی فتح سے سکھ اتر رہے تھے اور ڈیٹنگس مار رہے تھے کہ ہم انگریزوں کو میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اسی زمانہ میں سرسہری سمٹھ کی سپاہ کی کمک کے لئے بریگیڈیر ویلر کا بریگیڈ آگیا اور وہ لدھیانہ کی سپاہ سے مل گیا اور کل سپاہ گیارہ ہزار ہو گئی اور اس کے ساتھ

۲۲ توپیں تھیں۔ ۲۸- تاریخ جنوری ۱۷۵۷ء کو دن میں اس سپاہ کے ساتھ وہ دشمن پر حملہ کرنے کے لئے بڑھا جو علی دال ہن جمعیتے جس کا تخمینہ ۱۵۰۰ تھا اور ۵۶ توپیں تھیں۔ فوراً جب انگریزی سپاہ دشمن کو نظر آئی تو اس کی کل لین برایتی توپوں سے گولے مارنے شروع کئے ایک بڑی لڑائی ہوئی جس میں سنگینوں اور تلہ اوروں نے اپنی چمک دمک دکھائی خاک نہیں اڑتی تھی دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی۔ اس میں پنجیاروں کی چمک بہار دکھاتی تھی۔ انگریزی سپاہ کو دشمن کی آتش باری میں جب تک جھنڈ ٹھیرنا پڑا کہ برگیڈ اس کی کمک کو آن پہونچا پھر اس نے حملہ کر کے علی وال کو لے لیا۔ لیکن میدان جنگ میں سکھ جیسے رہے اور بڑی ثابت قدمی سے لڑتے رہے وہ کئی دفعہ انگریزی سواروں سے دست بستہ لڑے۔ پیدلوں نے جو سولہویں لین سسر پر حملہ کیا تو بندو قوں کو پھینک دیا اور تلوار اور سیرے کرشمہوں کے نیزوں سے لڑنا شروع کیا۔ سکھوں کا بڑا مستقل مضبوط مقابلہ کچھ کام نہ آیا۔ انگریز ایک مقام سے دوسرے مقام پر حملہ کرتے گئے اور ان کی توپیں چھیننے گئے آخر کار جنرل کورٹن کے سواروں نے تیسری دفعہ میں سکھوں کو بھگا دیا وہ دریائے پار بھاگے اور سینکڑوں ڈوب گئے سینکڑوں سے زیادہ جو کشتیوں میں سوار ہوئے ان پر انگریزوں نے ایسے تاک تاک کر گولے لگائے کہ وہ بھی موت کی کشتی میں سوار ہو گئے دریا میں جو بہت سی لاشیں بہتی ہوئی جاتی تھیں ان کے دیکھنے سے دہشت ہوتی تھی دشمنوں کی توپیں کیا چھین لی گئیں کیا انہیں محسن گاڑ دی گئیں یا وہ دریا میں ڈوب دی گئیں اسی طرح سکھوں کا کل توپخانہ برباد ہو گیا۔ ان کا اسباب حرب و خوراک اور ان کی ساری چیزیں جو وہ میدان جنگ میں لائے تھے فتح مندوں کے ہاتھ لگ گئیں۔ کمانڈر انچیف سرکاری مراسلہ میں اس فتح نمایاں کا حال جو یادگار روزگار رہا بھگا اسی طرح لکھتے ہیں کہ میری عادت ہے کہ میں اس کی تعریف نہیں کرتا جو تعریف کے قابل نہ ہو۔ میں اپنی رائے متین اور یقین کو بیان کرتا ہوں کہ کبھی کسی سپاہ نے کسی لڑائی میں جو خسار میں آئی ہو اس سے زیادہ عمدہ کام نہیں کیا۔ انگریزوں کا نقصان اس لڑائی میں یہ ہوا کہ ۱۵ مقتول اور ۲۱۳ مجروح اور

۲۵ مفروز ہوئے جو

علی وال کی لڑائی کا اثر فوراً یہ ہوا کہ ستلج کی انگریزی عمارت کی طرف کے تمام قلعے خالی ہو گئے اور سامانک انگریزوں کے قبضہ میں آگیا جو

گلاب سنگہ کی مدد و مائنت کی گفتگو

علی والائی شکست سے دوبار لاہور کا جی جھوٹ گیا اور ننگ وزیر خٹم اپنے عہدہ سے چل
ہوا۔ گلاب سنگہ بمبوں سے ۲۷ جنوری ۱۸۵۷ء کو لاہور دست بلایا۔ آیا اُس نے سپاہ کو بھیلایا کہ یہ اسی حالت
کہ اس نے ہندوستان کے فتح کرنے والوں پر فتح حاصل کرنے کی اب کی پھڑن نے سرسہری مار ڈال گئی مصلحت
کے پیغام سلام کرنے شروع کئے گورنر جنرل نے اس کو طمانہ دی کہ وہ صلح کرنے پر اس شرط پر راضی ہیں کہ سکھوں
کی سلاطین پنجاب میں قائم رہے مگر سپاہ خالصہ بالکل موقوف کی جائے اس پر گلاب سنگہ نے گورنر جنرل کو اطلاع
دی کہ اگر انہی سپاہ کے موقوف کرنے میں ہم بے انبیاریں سپاہ خالصہ سب پر غالب ہے وہ کسی کی
مغلوب نہیں ہو

سیراؤن میں سکھوں کا مورچہ بنانا

اس اثناء میں سکھ نئی لڑائی کے لئے بڑی استعداد سے تیار کیاں کر رہے تھے۔ تلج کے دائیں کنارہ پر وہ
اقامت رکھتے تھے اور بائیں کنارہ پر انگریزی سپاہ کے سامنے بڑے دہشت ناک مورچے جا رہے تھے ایک
بڑا ہنرمند سپین کا افسر ہیر پان کے پاس تھا جس کے ذریعہ سے انہوں نے فیروز پور سے بمیں پل کے
فاصلہ پر سیراؤن میں اپنا دھرم ایک ڈیرہ کی شکل کا بنوا تھا جس کا قاعدہ دیا تھا اور اس کے گرد کانٹے لگی تھے۔
اور دریا پر پل بنایا تھا ان بڑے بڑے کاموں کی انگریزوں نے غیب نقش کر لی تھی کہ وہ ڈھالی میل تک پھیلے ہوئے
ہیں اور بڑے زبردست توپخانے لگے ہوئے ہیں کہ دریا پر پکڑانی کرتے ہیں سکھوں کی سپاہیں ۳۵ ہزار سپاہی
لڑنے والے تھے ۶۷ توپیں تھیں۔ دریا کے پار ایک اور سپاہ لگے لئے موجود تھی اور دریا پر توپیں انگریزی سپاہ
کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ انگریزوں نے سکھوں کے دھرم پر حملہ کو اس لئے ملتوی کر رکھا تھا کہ دہلی سے سیکرین
اور قلعہ شکن بھاری توپوں کے آنے کا انتظار تھا یہ سامان ۷۷ فروری کو آگیا بعد اس کے کہ جیہانہ کی کمک
کے لئے جو بریڈ بھیجے گئے تھے وہ لشکر عظیم میں آنکر مل گئے اب کل انگریزی سپاہ ۱۵۰۰۰ ہو گئی جس میں ۵۰۰۰
گورے تھے جو

جنگ براؤن

علی دال کی لڑائی سے سکھوا، کی سپاہ کا دل شکستہ و افسردہ ہو رہا تھا۔ اور انگریزی سپاہ کا دال اپنی فتح کے سب سے شگفتہ تھا۔ ان کو یقین تھا کہ ہم کو فتح پا ل ہوگی۔ سکھوں کے افسروں میں اتحاد رائے نہ تھا۔ ان کی نسبت کیننگ ہم صاحب نے یہ کہا ہے کہ سیاہی ہر ایک کام کرتے تھے اور افسر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ بہت سے دل دلاوری کرنے کو اور بہت سے ہاتھ کام کرنے کو موجود تھے مگر کوئی دماغ نہ تھا جو ان کی رہنمائی کرتا۔ اس سپاہ میں جان ڈال دیتا۔ انگریزی سپاہ جو وقت، ماتیوں کو دیکھتی تھی کہ وہ بھاری بھاری توپوں کو ان کے لئے لاتے ہیں اور حربے ضربے رسد کا سامان دہلی سے جلا آتا ہے تو وہ باغ باغ ہوتی تھی۔ اب پیش قدمی کرنے کے لئے کسی چیز کی کسر باقی نہ تھی۔ دسویں فروری کو علی دال کی لڑائی کے بارہ دن بعد سکھوں کے مستحکم دمد پر حملہ کرنے کے لئے جو تیز ہیں ہوئیں۔ اس تاریخ کی صبح کو کھڑکی پر بیٹھی تھی اس کے اندر سپاہ کے بڑھنے کی ساری تیاریاں ہو گئیں اور دشمنوں کو خبر نہ ہوئی۔ درمے کے مضبوط مقاموں پر جو بیچ سنگہ کے زیر اہتمام تھے بھاری توپیں لگانی گئیں۔ لال سنگہ اپنے سواروں کے ساتھ دریائے سمٹ بالا میں مقیم تھا۔ سکھوں کے عزم مردہ میں اس سے جان لگئی تھی کہ ان کے ہاتھ انگریزوں کا وہ مقام لگ گیا تھا۔ جہاں سے وہ سکھوں کے لشکر کا مشاہدہ کیا کرتے تھے جسکو انہوں نے رات کو بولگی پہرہ چوکی کے چھوڑ دیا تھا۔ پیر دیرینہ سال کا زخمی و مودہ کار شام سنگہ اٹاری کا راجہ ہوڑھا تھا۔ سکھوں نے اسے دیوسار ہریا سے لڑنا اختیار کیا۔ لیکن اس کی نصیحتوں کو نہ سنتا تھا اس نے مایوس خالصہ سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ لڑائی میں دشمن سے سب سے پہلے لڑ کر اپنے جنگ کو درست کر دوں اور قدس جمہوری سلطنت پر اپنی جان قربان کروں۔

میدان جنگ کی کیفیت اور لڑائی کا حال

سات بجے صبح کو تاریک گہر جو سارے میدان جنگ کو گھیرے ہوئے تھے کئی انگریزی توپخانوں نے دشمنوں کے مورچوں پر گولے اولوں کی طرح متواتر برسانے شروع کئے جو ہر طرف موت کو دین کے پاس لجا تے تھے سکھ بھی ان گولوں کا جواب دیتے تھے۔ کل میدان جنگ پر گندک کے دھنوں کی گٹھا چھا رہی تھی اور لڑائی میں ہتھیاروں کے لوسے اور پیش کی چمک بجلی کی طرح چمک رہی تھی۔

طہین کی ایک سوئیں توپوں کی دھواں دھون ابک قیامت کا نمل شور مچا رہی تھی میں یہ فیروز پوہیں
 ان کی آوازیں جا رہی تھیں۔ اب معلوم ہوا کہ لڑائی کا فیصلہ بد وقتوں اور بد ٹائمنوں کے ہاتھ میں تھا۔ ہر گز بڑے بیٹن کی
 پیادے اور سواروں کو ساتھ لے کر حملہ کرنے کے لئے بالاستقلال آگے بڑھا اور دشمنوں کے توپخانوں کے وہرے
 سے تین سو گز کے فاصلہ پر جا پہنچا باوجودیکہ یہ پیش قدمی حملہ کے لئے سائنس کے موافق ہوئی تھی۔ لیکن سکھوں کی
 بند وقوں اور توپوں اور زخروں کوں نے اس سپاہ کے بڑے حصہ کو پیچھے ہٹا دیا۔ لڑائی ایسے چوہن و خروہن
 سے ہوئی جو خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ لیکن آخر کو متعل بہادر سپاہ انگریزی کو فتح ہوئی۔ ایک پیر بزرگ دلاور
 سر روبرٹ ڈک صاحب فوج کو جو حملہ میں تھے رہتی تھی ساتھ لیکہ ایسی دلیری سے حملہ آور ہوئے کہ وہ دمہ کی
 خندق سے پار ہو کر فضیل پر چڑھ گئے اور فتح کے نعرے لگائے۔ بہادر سکھوں نے خوب مقابلہ کیا ایک
 ایک لپٹ پر لڑے مگر تقدیر نے خالصہ کے ساتھ اپنا اخلاص چھوڑ دیا تھا۔ نہایت بہادرانہ تاہم یہ بھی کچھ کام نہیں
 تباہی ہر طرف ان کے انتظار میں مچی ہوئی تھی۔ سکھوں کی آتش زنی، اول سستی ہوئی پھر بالکل موقوف ہوئی۔
 سہراؤں کا دمدمہ جس نے انگریزوں کا مقابلہ کیا وہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ کسی طرح فتح ہی نہیں ہوگا اب وہ
 انگریزوں کے ہاتھ میں تھا۔ دغا بازی سسنگھیہ پہلے میدان جنگ سے بھاگا تھا ایسا ہی اب بھی بھاگا اور شرارت
 سے پل کی ایک کشتی کو چپ میں سے نکلوا گیا۔ لیکن اُس کے طریقے کے برخلاف شام نگد کا حال تھا جس کے سفید بال
 تھے وہ خالصہ کا دوست بڑے خلوص کے ساتھ تھا اُس کو اپنا قول یاد تھا جو اُس نے اپنی قوم سے کہا تھا اُس نے
 برف کی سی سفید ڈاڑھی کے مثل سفید لباس پہنا اور اپنے ہر ایہو نیکی بہت بڑھاتا ہوا اور ان کو میدان جنگ سے
 میں سرگ پالنے کی امیدیں دلاتا ہوا رزم گاہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑا ہوا گیا۔ اور بہادرانہ لڑ کر اپنی قوم
 پر جان فدا کی۔ اس کے شہید ہونے کو اس کی قوم بڑی قدر و منزلت کے ساتھ یاد رکھتی ہے اس دن کا قتل بڑا
 دہشت ناک تھا۔ خندقیں مرووں سے یا مرنے والوں سے بھری ہوئی تھیں اور فضیل ایک سر سے دوسرے
 سر سے نمک خون آلود ہو رہی تھی۔ گونجندوں نے ان کو ایسا دیا مگر گرو کے ان چیلوں نے کبھی انگریزوں سے
 پناہ نہیں مانگی ہر جگہ بہادرانہ مقابلہ کیا۔ رات کو تلخ میں پانی بہت آگیا تھا اور سکھوں نے اُس پر کشتیوں کا
 پل بنایا تھا وہ بہرہ گیا تھا۔ شکست یافتوں نے تلخ کے دائیں کنارہ پر تیر کر اُتارنا چاہا۔ لیکن انگریزی سپہ توپخانہ
 دوڑ کر کیا اس سرفور سپاہ یٹس نے گولوں کی ایسی بوجھاٹ لگادی کہ اس قدر آدمی مرے کہ اُن کے خون سے دیا
 کایا فی سرخ ہو گیا اور لاشوں سے وہ چھپ ہو گیا۔ لڑائی ابھی شروع ہوئی اور گیارہ بجے ختم ہوئی۔ ان دو

گھنٹوں میں سکھ جو سپاہ میدان جنگ میں لائے تھے ۳۱ کی ایک تہائی فنا ہو گئی۔ سینکڑوں گراپوں سے مے اور اُن سے زیادہ تلج کی طغیانی میں ڈوب کر مرے دریا میں جا بجا دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ بڑی سپاہ چھان عمر یہاں شکستہ ہو رہی ہے۔ سکھوں کا قتل اور انتشار و ناامید ہونا اس قدر تھا کہ کمانڈر انچیف نے کہا کہ اگر خالص سیاہ جنگ کی ابتدا میں ہمارے زخمیوں کے قتل کر لے اور ہمارے اڑانے سے اپنی بہادری کو داغ نہ لگایا ہوتا جو لڑائی کے اتفاقات سے سکھوں کے بس میں آسکتے تھے وہ اس کے فیاض فتح کرنے والوں کو بھی ان پر رحم آتا۔
 انہوں نے کہا کہ دشمنوں کے کشتوں کے وہ پستے لگے ہوئے ہیں کہ میں دریائے دوسرے کنارہ پر ان پر قدم رکھتا ہوں گے۔

فتح کا اثر فتح اور متوجہ پر

بھٹہ تو ہیں اور دوسو سے زائد شتری زینو کیس اور بہت سے علم اور سپاہ حرب ضرب افراط سے انگریزی فوجوں کے ہاتھ لگا خالص نے چول بنایا تھا اس کا ایک حصہ کمانڈر انچیف کے حکم سے جلا گیا۔ اگر فتح نمایاں ہوئی مگر انگریزوں کا نقصان بھی بہت ہوا۔ ۲۰-۳۱ انگلستانی میدان جنگ میں قتل ہوئے ان میں سیر جنرل سر روبرٹ ڈن کو اس وقت زخمی ہوا کہ وہ مورچوں کے قریب اپنے بہادر سپاہی کی دلیری بڑھا رہے تھے اور انگریزوں کے ۲۰۸۳ سپاہی مجروح ہوئے۔ سکھوں کا بڑا بھاری نقصان ہوا۔ آٹھ ہزار سپاہی مجروح و مقتول ہوئے یا دریا میں ڈوبے۔ اس فتح سے سکھوں کی سیاہ باطل شکستہ ویراگنہ ہو گئی۔ اس میں یہ قابلیت نہیں رہی کہ پھر ہتھیاروں کو ہاتھ میں لے کر

برٹش کا تلج کے پار جانا

فتح کے دن کی رات کو برٹش ریگنٹ جو آگے ڈھے ہوئے تھے وہ تلج کے پار فیروز پور کے مقابل اترے کوئی دشمن اُن کو نظر نہیں آیا کہ وہ ان کی راہ روکتا۔ سیر ایبٹ نے ان کشتیوں کا پل ہوا ایک سال پہلے کے انداز سے آئی تھیں ۱۲۔ فروری کو تیار کیا۔ ۱۳۔ فروری کو۔ سارا انگریزی لشکر سوا سے بھاری توپوں کے تلج کے پار اترتا۔ ۱۱۔ فروری کو قصور جو ۲۲ میل لاہور سے اور دہلی سے ۱۶ میل تھا انگریزوں کے قبضہ میں آگیا۔ یہیں سکھوں کے لاہور سے لپٹی آئے۔ دوسرے دن قصور پر بھی بغیر کسی مقابلہ کے انگریزوں کا قبضہ

ہو گیا۔ ۱۴۔ گورنر جنرل بھی کمانڈر انچیف کے کمپنیز آئے۔ یہ تحقیق معلوم ہو کہ اب ہزاروں کے قریب سکیمز سر
میں جمع ہوئے ہیں مگر ان کا ارادہ کرنے کا فن دس سے نہیں ہے جو

گورنر جنرل کا اشتہار

اسی تاریخ گورنر جنرل نے اشتہار دیا کہ انگریزی سیاہ شلیم بارٹرکین اور پنجاب ہیرڈنفل ہوئی یا ملان
کجا جاتاہے کہ برٹش گورنمنٹ پنجاب پر قبضہ رکھنے سے بہت تباہی و تباہی ہوئی کہ شلیم بارٹرکین کے عہد نامہ کے شرائط
کے توڑنے اور بغیر کسی اشتعال کے ممالک برٹش پر کرنے کا اقرار اسکو نوایا جائے گا اور جو کچھ جنگ میں
اس کا خرچ ہوا ہے اس کا تاوان لیا جائے گا اور انگریز ناہور گورنمنٹ کے انتظامات ایسے کے جائینگے کہ وہ
برٹش گورنمنٹ کے نزدیک پورے کفالت اسکے ہونگے کہ اس قسم کی عہد شکنی وب و فانی اور حلاوتی کی زیادتی
لاہور کی گورنمنٹ برٹش گورنمنٹ کے خلاف نہیں کرے گی۔ اور گورنمنٹ انڈیا نے لاہور کی سپاہ اور گورنمنٹ کے
بر خلاف جو جنگی کام اختیار کئے ہیں کچھ اس خواہش سے نہیں کئے کہ وہ اپنی عملداری کو وسیع کرے اگرچہ اس کو
ضروری تدبیریں تحصیل تاوان جنگ کے اور امن و عافیت رکھنے کے لئے ایڈی کرنی پڑیں گی کہ لاہور کی مملکت
میں سے ایک حصہ برٹش گورنمنٹ لے لے۔ اور اس کے مقدار دربار کے انتظام پر موقوف ہے اور برٹش عملداری
کے سرحدوں کی محافظت اور امن و عافیت کے خیالات کے سب سے بہر حال کوہ تانی اور میانی اصلاح
جو لاہور کی مملکت بنیاس و تلج کے درمیان واقع ہیں برٹش گورنمنٹ اپنے ملک میں داخل کریں گی۔ جس کی آمدنی تاوان
جنگ میں محسوب ہوگی جو لاہور کی سلطنت پر واجب الادا ہے گورنمنٹ انڈیا نے بار بار اعلان کیا ہے کہ وہ
ہرگز پنجاب میں لاہور کی گورنمنٹ کو تہ و بالا کرنا نہیں چاہتی اگرچہ دربار نے ایسا رویہ اختیار کیا ہے کہ یہ انصاف
بائے کے عوض لینے کے لئے سخت اور شدید تدابیر چاہیں باوجود اس کے گورنر جنرل کی خوشی ہے کہ سرداروں
و دربار کو ایک بلا وقت دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کی حکومت کا تابع جانیں اور نیک نیتی سے
اور دانشمندی کے صلاح و مشورہ کی طرف رجوع کریں اور گورنر جنرل کو برٹش گورنمنٹ کے خالص قسمت
اور بانی سلطنت ہمارا بہرینیت سنگہ کے ایک بیٹے کے لئے سکھ گورنمنٹ کو مرتب کرنے دیں اس واسطے گورنر جنرل
ان تمام سرداروں کو ہمارا رجحیت سنگہ کے بیٹے کے خیر خواہ ہیں۔ چاہتا ہے کہ ان کے ساتھ اتفاق کر کے کام کریں۔
اور ایسے انتظامات کو کام میں لائیں کہ وہ سکھ گورنمنٹ کو لاہور میں بیٹھائیں اور سپاہ کو اپنے قابو میں

رعایا کو محافظہ نہ کریں کہ اس لیے اصول پر مبنی ہوں کہ وہ آئندہ سکھوں کی ریاستوں میں امن و عافیت پیدا کریں اور برٹش گورنمنٹ کے برہنہ کلاٹ اس کی سرحد پر فتنہ انگیزی اور حملہ آوری چھڑک رہے ہوں دیں اور کل پنجاب پر ہندوستان کی اس اہمیت کی گورنمنٹ کے اعتدالی اور عادلانہ و نابت کریں اور ہشتہار کا خاتمہ اس علاقہ پر ہوا کہ اگر اس وقت میں جو ان کو دیا گیا ہے دوبارہ سکھوں کی قوم کو سیاہ کی بد نظمی و بد علی سے بچانے میں غفلت کریگا اور انگریزی سپاہ سے اس سر نو لڑائی شروع کریگا تو گورنمنٹ انڈیا پنجاب گورنمنٹ کے لئے ایسے انتظامات کرے گی کہ برٹش حکومت کے لئے عدالت اور ضرورت کے موافق ہونگے چو

لاہور کے دربار کی مصالحت چوٹی

راتی اور دربار نے اسے پسند کئے ہوئے وزیر گلاب سنگھ کو اکایا کہ وہ فوراً برٹش کیمپ میں جائے اور دربار کی طرف سے اہم اور کرم کے لئے لڑا گیا ہے اور مصالحت کے بیانیہ کو پیش کیے۔ تمام امرا اور سردار اور سیاہ کے بچوں نے راجہ سے بخیدہ وعدہ کیا کہ وہ ان شرائط کو قبول کریں گے جو برٹش گورنمنٹ سے اس بنیاد پر کیا گیا ہے کہ سکھوں کی گورنمنٹ لاہور میں قائم رہے گی۔ جس کا اعلان اشتہار میں دیا گیا ہے۔ تصویریں ہر سو فوری کو گورنر جنرل نے راجہ گلاب سنگھ دیوان ویشا ناتھ اور فقیر نوالدین اور باراک زئی سردار سلطان محمد خان کے سطح ملاقات کی جیسی کہ کسی ناراضی مند گورنمنٹ کے قائم مقاموں سے ہوا کرتی ہے وہ رہیں ہیں یہی گئیں جو دوستانہ ملاقات میں ہوتی ہیں اور بڑی بڑی اندریں پیش کی گئیں وہ قبول نہیں ہوئیں۔ گورنر جنرل نے ان سکھ ڈیسوٹے مشن کے آگے بیان کیا کہ دربار اور سپاہ نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بغیر کسی استیصال کے ناجائز رویہ اختیار کیا۔ اور برٹش گورنمنٹ نے کل کاموں میں تحمل اور اعتدال کا شیوہ برتنا۔ راجہ گلاب سنگھ کی تعریف کی کہ وہ سکھ گورنمنٹ کی بیوفانی اور دشمن کے کاموں سے جو اس نے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ کئے علیحدہ بیٹھا رہا اور اس کے اس فعل کی قدر گورنر جنرل کے دل میں ہے وہ برٹش گورنمنٹ اور لاہور کے دربار کی مصالحت کے باب میں جو شرائط شہرانی ہوئی ہوں ان کی بابت فیصلہ جیت سکھ بڑی سٹرکری اور ایک بحث شمالی سرحد ہند میجر لارنس سے مل کر کرے۔ ان انگریزی افسروں کے ساتھ رات کو ان سرداروں کی مجلس مشورہ ہوئی اور اس میں جو شرائط مصالحت انگریزوں کی طرف سے سرداروں کے سامنے بیان ہوئیں ان پر انہوں نے دستخط کر دیئے۔ شرائط صلح کا آگے بیان آئیگا چو

مہاراجہ دلیپ سنگھ کی ملاقات گورنر جنرل سے

گورنر جنرل نے ۱۸ فروری ۱۸۵۷ء کو مقرر کی کہ سٹیج و راوی کے درمیان لیسیا میں مہاراجہ ملاقات کو لاہور سے آئیں۔ چنانچہ یہاں مہاراجہ کا باب سنگھ دیا، ام، گا و دیوان و شیانہ و فقیر نور دین اور اور دس بارہ مصاحبوں کے آئے۔ گورنر جنرل سے دوبارہ کے خیمے میں ملاقات ہوئی۔ مہاراجہ کی توپوں کی سلامی اُتری۔ مہاراجہ نے اپنے حضور کی معافی مانگی اور لطف و کرم و رحم کے لئے گڑ گڑاے گورنر جنرل نے ارشاد کیا کہ شرائط صلح پہلے طے ہو چکی ہیں ان کا ذکر اس وقت سے فائدہ ہے جب مہاراجہ برٹش گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں آئے ہیں وہ اپنی مہربانی سے مہاراجہ کو یہ سمجھ بھڑ بھال کرتی ہے کہ وہ ایک قدیمی وفادار دوست کے بیٹے ہیں اور سکھوں کی قوم کا قائم مقام بناتی ہے جسکو اُمرا اور رعایا نے اپنی فرمانروائی کے لئے آپ کو انتخاب کیا ہے بشرطیکہ آپ سب شرائط عہد نامہ کی ایفا کریں، چنانچہ ایسے وزیروں کے سامنے بیان ہو چکی ہیں۔ پھر کچھ مہاراجہ بریجٹ سنگھ کے تعلقات برٹش گورنمنٹ سے، ساتھ بیان کر کے یہ اپنی اس ظاہر کی کہ مہاراجہ اپنے باپ کے قدموں پر چلے گئے اس کے بعد دوبارہ درخواست ہوا اور یہ فیصلہ ہوا کہ مہاراجہ گورنر جنرل کے ہمراہ لاہور میں جائیں۔

لاہور و امرتسر میں بل چل کا ٹرنا

زمانہ گذشتہ میں لوگ یہ قاعدہ یکہ چلے تھے کہ جو شخص شہر کو فتح کرتا ہے اس کو خوب لوٹتا ہے ان کو خوف تھا کہ انگریزی اس قاعدہ سے مستثنا نہ ہوں گے اس پر گورنر جنرل نے ۱۸ فروری ۱۸۵۷ء کو یہ اشتہار جاری کیا کہ امیروں و تاجروں و اہل پیشہ اور رعایا اور امرتسر اور لاہور کے باشندوں پر اعلان کیا جاتا ہے کہ آج کی تاریخ گورنر جنرل کی خدمت میں مہاراجہ دلیپ سنگھ حاضر ہوا اور اس نے اپنی اور سکھ گورنمنٹ کی برٹش گورنمنٹ سے لڑنے پر پشیمانی ظاہر کی گورنر جنرل کو ہر طرح سے امید ہے کہ دونوں گورنمنٹوں کے درمیان رشتہ استناد چلے ہو جائے گا لاہور و امرتسر کے باشندے کسی طرح کا خوف انگریزی سپاہ سے نہ رکھیں گورنر جنرل اپنے پنجاب کے باشندوں کو یقین دلایا کہ اگر لاہور کا دربار راست بازی سے کام کر لے گا اور سپاہ خالصہ سے کوئی برٹش گورنمنٹ کا دشمنانہ مقابلہ نہیں کیا تو ان کی جان و مال و سب طرح سے محفوظ

مرات سہ اور انگریزی سپاہ سے اُس کو مال برابر کھٹکا نہیں رہے وہ بخوف و خطر اپنے بنے کاموں اور
یشور میں مصروف رہے

لاہور میں انگریزی سپاہ کے آنیکے لئے انتظام

اس اثناء میں راجہ گلاب سنگھ نے اپنے سخت احکام جاری کر دیئے کہ سب راون کی شکست کو بعد
لاہور سے اٹھارہ میل کے فاصلہ پر سپاہ جو راسے وڈ میں مقیم ہے وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اس سپاہ کے سپہ سالاروں اور
سواروں کی تعداد کا تخمینہ چودہ ہزار سے میں ہزار تک کہا گیا تھا جس کے پاس ۳۵ توپیں تھیں۔ اور اسکے
سید سالار بیچ سنگھ اور راجہ لال سنگھ تھے لاہور میں قلعہ اور شہر کے دروازوں پر انگریزی مسلمان بچیوں کی
پلٹین متین کی گئی تھیں اور ان کو حکم تھا کہ کسی مسلح سکھ سیاح کو شہر میں نہ آئے دیں

لاہور میں انگریزی سپاہ کا بھجنا

۲۰۔ فروری ۱۸۵۷ء کی صبح کو قدیمی منہر لاہور کے سامنے انگریزی سپاہ داخل ہوئی اور دوپہر کو
میان میر کے میدانوں میں اُس نے اپنے خیمے ڈیرے جائے مہاراجہ کی جلوں انگریزی سپاہ کو مشرک برٹش صاحب
کوٹ تک لے گئے اور محل کے دروازہ سے الگ ہوئے۔ یہاں سے مہاراجہ کو راجہ گلاب سنگھ محل کے اندر لگے
مشرک برٹش صاحب نے مہاراج اور انکے وزراء سے یہ ارشاد فرمایا کہ گورنر جنرل کے حکم سے مہاراجہ کی جلوں انگریزی
سپاہ ان کو ان محلوں تک لائی ہے جہاں سے وہ اس خیال سے گورنر جنرل کی خدمت میں گئے تھے کہ برٹش گورنمنٹ
کی اطاعت قبول کرنے کا اقرار کریں اور اپنے تئیں اور اپنی دارالسلطنت کو اور اپنے ملک گورنر جنرل کے
سایہ عاطفت میں لائیں۔ گورنر جنرل نے ان کو بجال کر کے پھر محل میں بھیجا ہے تاکہ مہاراجہ کو مہاراجہ رنجیت سنگھ
کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کی دوستی کی ایک علامت دکھلائیں۔ مہاراجہ محل میں داخل ہوئے اور اکیس توپیں
سلانی کی سرہوشیں

گورنر جنرل کا اشتہار

جس محل میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا کنہا رہتا تھا اُس کے دروازہ اور کوٹ پر انگریزی سپاہ کا پہرہ

چوکی تھا۔ کوئی سکوں کی سپاہ نہیں مقرر تھی۔ اس خیال سے کہ شہر کے باشندوں کو اعتبار ہو اور وہ سمجھیں کہ انگریزوں کا ارادہ لوٹ مار کرنے کا اور ایذا پہنچانے کا نہیں ہے یہ سخت احکام جاری کئے گئے کہ تلخک شانی کوئی یورپین سوا۔ اُن اہل کاروں کے جو سرکاری کام کے لیے بھیجے جائیں شہر کے نزدیکت آنے پائیں اور ۲۲ فوری کو گورنر جنرل نے یہ اشتہار دیا جس میں ان واقعات کو جو واقع ہوئے تھے اور ان فتنے کو جو انگریزی سپاہ نے اپنے دشمنوں پر چاہل کیں تھیں بیان کیں۔ اور اس امر واقعی کو بڑے فخر و ناز سے بیان کیا کہ ساحلِ رز کے ہتھوڑی سے وقت میں چار لڑائیوں میں چیدہ چیدہ حاصصہ سپاہ کو شکستیں دیں اور ان سے دونوں ٹیس توپیں چھینیں ان کی سپاہ عظیم میں سے ۱۴۰۰۰ سپاہی باقی رہے اور اب ایک عہد نامہ لکھا جا رہا ہے کہ جس کی شرائط کے موافق برٹش اصلاح بہرہ کر سکھ ایسے فتنے و فساد و جلے بغیر کسی اشتعال کے نہیں کرینگے۔

لاہور میں بڑا ڈنر

۵ تاریخ کو لاہور میں گورنر جنرل نے بڑا ڈنر دیا کہ تمام افسر اور کمانڈر انچیف اور سر چارلس نے پیر جو خود تھے ٹوسٹ کھائے گئے اور سیچپس دی گئیں اس میں ایک دوسرے کی مدح سرائی اور بعد کو سپاہ کی ثناء خوانی گئی۔ ہر چہ رہیاش تباش تھا۔ ہیپ ہیپ ہر کاغل ایسا مچا تھا کہ کان بہرے ہوئے جاتے تھے۔

عہد نامہ پر دستخط

۸۔ مابعد ۱۲۶۷ء کو برٹش گورنمنٹ اور لاہور دبار کے درمیان جو عہد نامہ لکھا گیا اُس پر انگریزوں کی طرف سے سرگرس صاحب اور میجر لارنس صاحب نے دستخط کئے۔ اور مہاراجہ کی طرف سے راجہ لال سنگھ اور سردار تیج سنگھ بھائی رام سنگھ و دیوان دینا ناتھ وغیرہ نو دین نے دستخط کئے۔ اس موقع پر سکھ سرداروں نے میجر لارنس کے نام مہاراجہ کی طرف سے ایک خط پیش کیا جس کا مضمون یہ پڑھا گیا کہ گورنر جنرل نے لاہور دبار کو اپنی مہربانی اور فیاضی کا یقین دلایا ہماری بڑی آرزو یہ ہے کہ جب گورنمنٹ بہ کوشش کرتی ہے کہ تمام مسائل کا بندوبست خاطر خواہ کرے اور یہ ضرور ہے کہ موثر اور کارگر تدابیر ایسی کیجائیں کہ پھر دوبارہ کوئی فتنہ و فساد نہ کھڑا ہو۔ اس لئے بعض برٹش رجمنٹیں مع توپخانوں اور افسروں کے لاہور میں بھیجیں اور مہاراجہ اور شہر کے باشندوں کی حفظ و امان کے لئے یہیں ہو۔

گورنر جنرل کا دربار عہد نامہ کی تصدیق کے لئے

4۔ بائچ کو اس عہد نامہ صالحت کو شاہی حیمہ میں گورنر جنرل نے تصدیق کیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ اور اس کے ساتھ راجہ لال سنگھ وراجہ گلاب سنگھ سردار تیج سنگھ اور سب کے قریب اور سردار موجود تھے۔

کمانڈر انچیف اور اس کا سٹاف اور سر چارلس نے یہ گورنر سندھ اور اور کل جنرل اور ریگڈیر اور ہر ہندوستانی رجمنٹ کا ایک اعلیٰ افسر موجود تھا۔ گورنر جنرل ایک تخت پر اور مہاراجہ دلیپ سنگھ دوسرے تخت پر بیٹھے تھے۔ سہ ہند نامہ پر دستخط ہوئے اور اس کاٹنے ایک دوسرے کو دیا گیا۔ گورنر جنرل نے پیچ دیا جس کا ترجمہ مٹر کرے جس نے اہل دربار کو سنایا۔ اس پیچ میں سرسہری نے بار بار اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ ان دونوں گورنمنٹوں کے درمیان مصالحت اور موافقت کا خواہاں ہے وہ چاہتا ہے کہ سکھ گورنمنٹ پھر ایسی قائم ہو جائے کہ وہ اپنی سپاہ کو قابو میں رکھ سکے اور اپنی رعایا کو حفظ و امان میں رکھ سکے۔ اور اپنے ہمسایہ کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھ سکے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی دوستانہ پولیسی جو برٹش گورنمنٹ کے ساتھ تھی اس کی تعریف کی اور آئندہ کے لئے اس کے نمونے کی پیروی کرنے کی ہدایت کی۔ کونسل میں دانائی اور راست باہمی سے عہدوں کے ایفا ہونے کی بڑے زور سے تمنا ظاہر کی انہوں نے بیان کیا کہ برٹش گورنمنٹ نہیں چاہتی کہ خصوصیت و عداوت فرائض جھگڑوں سے اپنی عمارت کو وسعت دے اور کسی طرح سے یہ نہیں چاہتی کہ دربار کے اندرونی کاموں میں مداخلت کرے دربار نے جو نہایت شوق سے یہ درخواست کی ہے کہ جب تک سکھ سپاہ کا از سر نو نظام بند و بست بموجب عہد نامہ کے ہو انگریزی سپاہ لاہور میں چھوڑ دی جائے اسکو میں نے منظور کیا ہے لیکن یہ خاطر نہیں یہ سپاہ کسی صورت میں سال کے ختم ہونے کے بعد لاہور میں نہیں رہے گی۔ پھر انہوں نے ایرشاد کیا۔ کہ اگر دوستانہ امداد جو برٹش گورنمنٹ نے کی ہے دربار اس کو دشمنانہ اور سچی کوششوں کے ساتھ پیروی کرے گا۔ تو شیٹ صرف حال ہوگی اور میں بھی اس کے ساتھ کام کرنے میں دیر نہ کرونگا لیکن اگر انہوں نے اس میں غفلت کی تو پھر شیٹ کو برٹش گورنمنٹ کی امداد نہیں دی جائے گی۔

اس پیچ کے آخر ہونے کے بعد سرداروں نے شکر یہ ادا کیا کہ گورنر جنرل نے اس کم عمر مہاراجہ پر جو عنایت و احسان کئے اور قیمتی صلاح دی اس کا شکر ادا کرتے ہیں جس کی پیروی کرنے کے لئے ہم آمادہ ہیں

شرایط عہد نامہ

عہد نامہ جو ۹ مارچ کو تصویب ہوا اس کی شرائط صلح و صفات ذیل میں بیان کی جاتی ہیں جو
دفعہ اول برٹش گورنمنٹ اور مہاراجہ دیپ سنگ اور اس کے وارثوں اور جانشینوں کے درمیان
 ہمیشہ مصالحت اور موافقت رہے گی جو

دفعہ دوم مہاراجہ دیپ سنگ اپنے وارثین وارثوں اور جانشینوں کے تمام دعووں اور
 تعلقات سے دست بردار ہوتے ہیں جو اس کے اس مائے میں ہیں کہ دریا سنج کے جنوب میں واقع ہے اور عہد کرتے
 ہیں کہ اس ملک اور اس کے باشندوں سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے جو

دفعہ سوم مہاراجہ ہمیشہ کے لئے میانانی اور کوہستانی ملک کے جو دریا بیاس اور ستلج کے درمیان
 واقع ہے اور اس دوا بہ کے تمام قلعوں اور ملکوں کی حکومت اور اپنے حقوق کو انزابل کمپنی کو عطا کرتے ہیں جو
دفعہ چہارم ان ملکوں کے حوالہ کرنے کے سوا برٹش گورنمنٹ لاہور کی سیٹھ سے خرچ بنگ کا
 تمام ان ڈیٹھہ کروڑ روپیہ طلب کرتی ہے در صورتیکہ وہ ادا نہ کرے یا اس روپے کے ادا کرنے کی کوئی ایسی ضمانت
 نہ دے سکے جس پر برٹش گورنمنٹ کا اطمینان ہو تو مہاراجہ اس کے عوض ایک کروڑ روپیہ ملک کی سلطنت
 ہمیشہ کے لئے انزابل کمپنی کو دے گا اور یہ کوہستانی ملک دریا بیاس اور دریا سندھ کے درمیان واقع
 ہوگا جس میں کشمیر و ہزارہ داخل ہو گا اس کے کل قلعے و ملک و حقوق یہ سب حوالہ کئے جائیں گے جو

دفعہ پنجم اس وقت با عہد نامہ کی تصدیق سے پہلے پچاس لاکھ روپیہ مہاراجہ ادا کرے جو
دفعہ ششم مہاراجہ معاہدہ کرتا ہے کہ لاہور کی سرکش سپاہ سے ہتھیار لے کر موقوف کر دیگا
 اور مہاراجہ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ مہاراجہ رنجیت کے زمانہ میں پیدا ہونے والی رعیتوں کا جو نظام تھا اور جو قوانین
 ان کو ملتی تھیں اور جو قواعد ان کے پاس تھے ان کا یا بند ہوگا اور یہ بھی وعدہ کرتا ہے کہ جن سپاہیوں کو شرط مذکور کے
 موافق موقوف کر دیا ان کی چھٹی ہوئی تنخواہ ادا کرے گا جو

دفعہ ہفتم اب سے لاہور سیٹھ کی اپنی سپاہ کی تعداد یہ ہوگی پانچ سو کی ہاٹھ سو میں ہر
 ایک میں آٹھ سو سپاہی ہوں گے اور بارہ ہزار اس تعداد پر بغیر منظوری برٹش گورنمنٹ کے اضافہ نہ ہوگا۔ اگر
 اس سے اس سپاہ کی افزائش کی ضرورت کسی وقت میں ہوگی تو اس صورت کی توجیہ برٹش گورنمنٹ کے

روبرو بیان کرنی پڑے گی اور جب خاص ضرورت رفع ہو جائے گی تو بھی اپنی سپاہ کو اس قدر رکھنا پڑے گا
 تو اس دفعہ کے اوپر کے فقرہ میں بیان کی گئی ہے ۔

دفعہ ششم مہاراجہ برٹش گورنمنٹ کو جیتیس توپیں حوالہ کرے گا جو انگریزی سپاہ پر چلائی گئی ہیں۔
 اور سٹیج کے دیس کنارہ پر لگائی گئیں تھیں اور وہ سرفون کی لڑائی میں جس سامنے سے باقی رہی تھیں ۔

دفعہ ہفتم جن دریاؤں پر برٹش گورنمنٹ کا قبضہ رہے گا ان کا وہی محصول دیائیے گی
 ان کی تفصیل یہ ہے دریائے سیاح اور دریائے ستلج حوالے گئے پڑھ کر گراہ اور سبب نہ کہلاتا ہے اور ٹھن کوٹ میں دریا
 سندھ سے ملتا ہے اور دریائے سندھ ٹھن کوٹ سے بلوچستان کی حد تک اپنے دریاؤں میں ملتا ہے جو لاہور کی
 کشتیاں تجارت کی یا مسافروں کے بچانے کی غرض سے چلیں گی۔ اس سے برٹش گورنمنٹ مزاحم نہیں ہوگی۔

دونوں ملکوں میں کشتیوں کے چلنے سے جو آمدنی ہوگی وہ بعد منہائی خزانوں کے آدمی آمدنی نقد لاہور گورنمنٹ
 کو دی جائے گی اس دفعہ کی شرط ان کشتیوں کی آمدنی سے متعلق نہیں جو دریائے ستلج کے اس حصہ پر ہوگی جو بہاولپور
 اور لاہور کے درمیان واقع ہے ۔

دفعہ ہشتم اگر برٹش گورنمنٹ کسی وقت میں یہ چاہے گی کہ اپنی سپاہ کو مہاراجہ کی عملداری میں اپنی
 عملداری کی سرحد کی حفاظت کے واسطے یا کسی دوست کی حمایت کے لئے جائے تو اس کی خاص اطلاع
 دینے پر وہ لاہور کی عملداری میں گزرنے پائے گی اور ایسی صورت میں لاہور سٹیٹ کے افسروں کا یہ کام ہوگا
 کہ اس کے واسطے سامان رسد اور درباؤں کے عبور کرنے کے لئے کشتیاں بہم پہنچائیں اور برٹش گورنمنٹ
 کشتیوں اور سپہ سالار کی قیمت ادا کرے گی اور جن لوگوں کا نقصان اس سیاہ کے گزرنے سے ہوگا اس کا
 معاوضہ دے گی اور جن قطعوں میں یہ سپاہ گزریگی وہ ان کے باشندوں کے مذہب کا ایسا پاس و ملحاطہ کی
 کر ان کا دل نہ دکھے ۔

دفعہ یازدہم مہاراجہ وعدہ کرتا ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی منظوری کے بغیر کسی برٹش رعایا کو اور
 یورپ یا افریقہ یا امریکہ کے باشندے کو نوکر نہیں رکھے گا ۔

دفعہ دوازدہم مہاراجہ گلاب سنگھ جیوں لاہور کی سٹیٹ کی حس خدمات کی ہیں جس سے لاہور اور
 برٹش گورنمنٹ کے درمیان پھر رشتہ اتحاد محکم ہوا ہے مہاراجہ دلیپ سنگھ قبول کرتا ہے کہ پہاڑوں کے ان
 ملکوں اور ضلعوں میں وہ اپنا آزاد راج رکھے جن کو برٹش گورنمنٹ نے جدا عہد نامہ کے موافق جو اس کے

اور برٹش گورنمنٹ کے درمیان ہوا ہے دیا ہے یہ ملک راجہ کے قبضے میں مہاراجہ کھرک ننگہ کے عہد سے تھا اور برٹش گورنمنٹ بھی راجہ گلاب سنگھ کے جس خدمات کے صلے میں جو اس نے برٹش گورنمنٹ کی کیس میں مل ملک میں اسکے آئندہ اہل خانہ کو منظور کرتی ہے اور اس کو ایک عہد نامہ سے جو برٹش گورنمنٹ سے ہوا ہے مستفید ہونے دیتی ہے جو

دفعہ ستر و ہم اگر لاہور سیٹ اور راجہ گلاب سنگھ کے درمیان کوئی فساد کھڑا ہو تو برٹش کی ثالثی سے فیصلہ کے لئے حوالہ کیا جائے وہ جو فیصلہ کرے اسکے ملت کا مہاراجہ اقرار کرتا ہے جو
دفعہ چہار و ہم برٹش گورنمنٹ کے بغیر اتفاق رائے لاہور کی عملداری کی سرحدیں تبدیل نہیں ہوں گی
دفعہ پانچ و ہم لاہور سیٹ کے اندرونی انخفاست میں برٹش گورنمنٹ کوئی مداخلت نہیں کریگی لیکن ان تمام صورتوں اور حالتوں میں برٹش گورنمنٹ کی طرف رجوع کی جائیگی تو گورنر جنرل اپنی صلاح و مشورہ سے مدد کرے گا اور لاہور گورنمنٹ کے نفعوں کے ٹھکانے میں نیک صلاح دے گا جو
دفعہ شانز و ہم ہر ایک سلطنت کی رعایا ایک دوسرے ملک میں اس طرح آئے جائے کہ وہ معلوم ہو کہ دوست قوموں کی رعایا ہے جو

یہ عہد نامہ ۹- مارچ ۱۸۶۷ء مطابق ۱۰- ربیع الثانی ۱۲۷۲ھ کو تصدیق ہوا۔
 ۱۱- مارچ ۱۸۶۷ء کو لاہور گورنمنٹ نے گورنر جنرل سے درخواست کہ مہاراجہ کی ذات اور دار السلطنت کی حفاظت کے واسطے جب تک سپاہ کا دوسرا انتظام نہ ہو انگریزی سپاہ کا متعین کرنا ضرور ہے اس کے عہد نامہ میں ۱۱- مارچ کو یہ آٹھ دفعہ اور بڑھائی گئیں جو

دفعہ اول برٹش گورنمنٹ لاہور میں ۱۸۶۷ء کے آخر تک اتنی انگریزی سپاہ متعین رکھیگی جتنی گورنر جنرل کے نزدیک مہاراجہ کی ذاتی اور شہر لاہور کے باشندوں کی حفاظت کے واسطے اس عرصہ کے لئے کافی ہوگی جن میں سکھ سپاہ کا از سر نو بندوبست لاہور کے عہد نامہ کے موافق ہو۔ اس سپاہ کا جو مطلب ہے اگر دربار کی رائے کے موافق پورا ہو گیا۔ تو سال کے ختم ہونے سے پہلے یہ سپاہ ایسے وقت میں واپس بلالی جائے گی جس میں اس کو تکلیف نہ ہو۔ مگر وہ کسی صورت میں سال کے ختم ہونے کے بعد لاہور میں نہیں رہیگی جو

دفعہ دوم لاہور گورنمنٹ نے اسے منظور کر لیا ہے کہ لاہور میں انگریزی سپاہ جو ان تھا

کے لئے دفعہ مذکورہ بالا میں بیان ہوئے ہیں متعین ہوئی ہے وہ قلعہ اور شہر لاہور پر بالکل قابض ہوگی۔ اور شہر کے اندر سے لاہور کی سپاہ نکال دی جائے گی۔ لاہور گورنمنٹ وعدہ کرتی ہے کہ سپاہ مذکور کے سپاہیوں اور افسروں کے رہنے کے لئے مکانات آسائش و آرام کے تجویز کر دے گی۔ اور اگر یہ سپاہ اپنی چھاؤنیوں سے کہیں اور کام میں لائی جائے گی یا غیر ریاستوں میں بھیجی جائے گی اور جو کچھ اس کا معمولی خرچ اس سبب برٹش گورنمنٹ کا ہوگا وہ اس کو ادا کر دیا جائیگا۔

دفعہ سوم لاہور گورنمنٹ وعدہ کرتی ہے کہ وہ اپنی سپاہ کے افسروں کو رہنے کی جگہیں مقرر کرے گی۔ اور جب شرائط عہد نامہ فوراً برصغیر سے شوق سے مصروف ہوگی۔ اور اس میں جو ترقی ہوتی جائے گی وہ سپاہ کے رہنے کے لئے جو مقامات تجویز ہوں گے اس کی اطلاع ان حکام انگریزوں کو کرتی رہے گی جو لاہور میں متعین کئے گئے ہیں۔

دفعہ چہارم اگر دفعہ گذشتہ کے شرائط کے ایفا کرنے میں لاہور گورنمنٹ ناکام رہے تو برٹش گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ اپنی سپاہ کو جس وقت چاہے لاہور سے بلائے بغیر اس کے کہ سال جو دفعہ اول میں مخصوص کیا گیا ہے پورا ہو۔

دفعہ پنجم جو ملک بموجب دفعات ۳ و ۴ عہد نامہ لاہور مورخہ ۱۹ مارچ کو سرکار انگریزی کو دئے گئے ہیں۔ ان میں جو مہاراجہ رنجیت سنگھ و کھرک سنگھ و شیر سنگھ کے رشتہ دار جاگیر دار رہتے ہیں۔ ان کے اصلی حقوق کے پاس و لحاظ کرنے کو سرکار انگریزی قبول کرتی ہے اور وہ تاجین حیات اپنی اصلی جاگیروں پر قابض رہیں گے۔

دفعہ ششم دفعہ ۳ و ۴ عہد نامہ لاہور کے موافق جو ملک سرکار انگریزی کو دیا گیا ہے اس میں جو لاہور گورنمنٹ کی مالگزاری کی باقیات کا رداروں اور ناظموں کے ذمے ہے اس کے وصول کرانے میں حکام سرکار انگریزی سال حال ۱۹۰۲ء بکر حاجیت کی فصل خریف تک امداد کریں گے۔

دفعہ ہفتم لاہور گورنمنٹ - - کو اختیار ہے کہ ممالک مذکورہ بالا میں جن کی تخصیص دفعات بالا میں بیان کی گئی ہے تمام خزانے اور اسباب و مال سوار توپوں کے بجائے اگر اسباب مذکور کے کسی حصہ کو سرکار انگریزی اپنے پاس رکھنا چاہے گی تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اس کو رکھے اور اس کی قیمت مناسب ادا کر دے اور سرکار انگریزی کے افسر لاہور گورنمنٹ کا عانت اس کے اس حصہ کے فروخت کرنے میں

کرینگے۔ جسکو لاہور گورنمنٹ لیجانا نہیں جاتا تھی اور سرکار انگریزی اسکو رکھنا نہیں چاہتی۔

دفعہ ششم عہد نامہ لاہور گورنمنٹ مورخہ ۹ مایچ کے بموجب سرکار انگریزی اور سرکار لاہور کی مابین
درمیان حدود مقرر کرنے کے لئے دونوں گورنمنٹوں کی طرف سے کمشنر مقرر ہونگے۔

گلاب سنگہ کے معاملات

امری میں ۱۵- مایچ ۱۸۸۷ء کو گورنر جنرل نے گلاب سنگہ کو حسب ضابطہ مہاراج کا خطاب عنایت کیا۔ اس کے شکریہ میں مہاراج نے ہاتھ جوڑ کر بڑی گرجبوشی سے کہا کہ حضور کی ان عنایات اور احسانات کے سبب میں حضور کا زرخیز غلام ہو گیا۔ اور ۱۶- مایچ کو مہاراج گلاب سنگہ اور سرکار انگریزی کے درمیان یہ عہد نامہ ہوا

دفعہ اول مہاراجہ گلاب سنگہ کو اور اس کے کور وارثوں کو ہمیشہ کے لئے ازادانہ فیصلہ اس تمام کوہستان مالک اس کے توالیہ کے برٹش گورنمنٹ حوالہ کرتی ہے جو دریا سندھ کے مشرق اور دریا راوی کے مغرب میں واقع ہے۔ اس میں چبدا داخل ہے مگر اس سے لہرول خارج ہے وہ اس مالک ایک حصہ ہے جو سرکار لاہور نے سرکار انگریزی کو بموجب دفعہ ۴ عہد نامہ لاہور مورخہ ۹ مایچ ۱۸۸۷ء دیا ہے۔

دفعہ دوم مشرقی سرحد اس خطہ کی بموجب دفعہ گذشتہ مہاراجہ گلاب سنگہ کو دیا گیا ہے وہ کمشنر مقرر کرینگے جو اس کام کے لئے سرکار انگریزی اور مہاراجہ گلاب سنگہ مقرر کرینگے اور پیمائش کے بعد اس کی نسبت جدا معاہدہ ہوگا۔

دفعہ سوم مہاراجہ اور اس کے وارثوں کو بموجب دفعہ گذشتہ جو مالک دیا گیا ہے اس کے عوض میں مہاراجہ گلاب سنگہ سرکار انگریزی کو پچتر لاکھ روپیہ نانک شاہی ادا کرینگے اور پچیس لاکھ روپیہ بعد اس عہد نامہ کی تصدیق کے پہلی اکتوبر ۱۸۸۷ء سے پہلے دینگے۔

دفعہ چہارم کسی وقت میں مہاراجہ گلاب سنگہ کے ملکیت کی حدود بغیر سرکار انگریزی کی منظوری کے تبدیل نہیں ہوں گی۔

دفعہ پنجم اگر گورنمنٹ لاہور اور مہاراجہ کے درمیان کوئی جگہ دکھڑا ہو یا معاملہ پیش ہو یا کسی اور ہمسایہ کی ریاست سے لڑائی ہو تو اس کا فیصلہ کرنا برٹش گورنمنٹ کے اختیار میں ہوگا۔

دفعہ ششم مہاراجہ گلاب سنگہ معاہدہ کرتا ہے کہ وہ اور اس کے وارث اپنی کل جنگی سپاہ کو

انگریزی سپاہ کے ساتھ اس حالت میں شامل کر نیے کہ وہ پہاڑوں میں یا اُس کے ملک کے متصل کارزار میں مصروف

ہو۔

دفعہ ہفتم مہاراجہ گلاب سنگھ معاہدہ کرتا ہے کہ بغیر برٹش گورنمنٹ کی منظوری کے وہ اپنی زیر مستحیات برٹش رعایا اور نہ ہوا، وہ اور امریکہ کی رعایا کو ملازم رکھے گا۔

دفعہ ہشتم مہاراجہ گلاب سنگھ معاہدہ کرتا ہے کہ جو ملک اُس کو دیا گیا ہے اس میں وہ دفعتاً ۱۷۹۵ء کو جو جدا ایک عہد نامہ میں لاہور دربار اور سرکار انگریزی کے درمیان لکھا گیا ہے ملحوظ خاطر رکھے گا۔

دفعہ نہم اگر مہاراجہ گلاب سنگھ کے ملک میں کوئی خارجی حملہ ہو گا تو سرکار انگریزی اُسے ملک کی حفاظت میں مدد کرے گی۔

دفعہ دہم مہاراجہ گلاب سنگھ نے برٹش گورنمنٹ کے اعلان اور مرتفع ہونے کا اقرار کر لیا ہے پس اس اعتراف کے نشانی کے لئے وہ برٹش گورنمنٹ کو نذرانہ میں یہ چیزیں دیا کرے گا ایک گھوڑا اور نہایت عمدہ نسل کی شالی بیٹریں جن میں چھ نر چھ مادہ ہوں اور تین جوڑے کشمیری شال کے۔

توپوں کا کلکتہ بھیجنا

کل ہندوستان میں ہندوستانیوں کے دلوں میں اس یقین والانے کے لئے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سلطنت نے بالکل اپنا سرانگریزوں کے قدموں پر رکھ دیا ہے گورنر جنرل نے یہ حکم دیا کہ ڈھائی سو توپیں جو سکھوں کی ہم کو ماتھ لگی ہیں وہ ایسی بڑی دھوم دھام اور کروفر سے کلکتہ کو لاہور سے جائیں کہ اُن کو فیر و سیر کی حشمت و شوکت ظاہر ہو فیر و زور سے کلکتہ تک جو چاؤنی نہ ٹک پر آئے وہاں سپاہ کی یہ ٹیڈ ہو جب یہ توپیں کلکتہ میں آئیں تو وہ ڈیپٹی گورنر جنرل کے ملاحظہ سے گندیں اور فورٹ ولیم سے بارک پور تک سپاہ کی صف بندی ہو۔

خطابات کا عطا ہونا

جب انگلنڈ میں ان فتوح کا مژدہ پہنچا تو اس احسان مند ملک نے ان لڑائیوں میں جن افسروں

کاروبار نمایاں کئے اُن کا بڑا احترام کیا۔ سر روبرٹ پیل نے کامنس ہوس میں اپنی فیض سیچوں میں اس بہادر سپاہ کا جنہوں نے سر بیوگاٹ اور سر ہنری مار ڈنگ و سر ہنری سمتھ کے ماتحت کاروبار عظیم خفا کی ٹمن کے مقابلہ میں کئے تھے شکریہ ادا کیا اور ان کے ساتھ اور میر بھی شریک ہوئے۔ وزیر اعظم نے جو گورنر جنرل کی تعریف کی وہ اُس کے مستحق تھے۔ اہم ہوس میں لارڈ پرن کی سپیوں کی ڈیوک ونگٹن نے تائبندی کی اور گورنر جنرل اور کمانڈر انچیف کو پسر کا اور ہنری سمتھ علی دال کو بیرونٹ کا اور جنرل کلکٹرٹ کا خطاب عطا ہوا۔ جتنے سپاہی لڑائی میں شریک تھے اُن میں سے ہر ایک کو میڈل ملا اور بارہ مہینہ کا پورا بھتہ دیا گیا۔

انتظام لاہور

سر جان لٹ ٹلر لاہور کی سپاہ کے سپہ سالار مقرر ہوئے وہ بڑے بہادر تھے اس کام کے لئے سب طرح سے لائق تھے۔ لاہور میں رزیڈنٹ کرنل ہنری لارنس کو گورنر جنرل نے مقرر کیا۔ کوئی دوسرا افسران سے بہتر اس عہدہ کے لئے نہیں تصور ہو سکتا تھا وہ بڑے شجاع سپاہی اور دانشمند و عالی دماغ دوہیں مدبر تھے ڈپلومیٹک کاموں میں کمال اُستاد تھے۔ جنگ افغانستان اور نیپال کی رزیڈنٹ میں اپنے کارنامے نمایاں دکھائے تھے۔ اور آئندہ اُنہوں نے اپنی قابلیت اور دیانت و عقل و دانش کے جوہر پہلے سے زیادہ دکھائے تھے جب وہ پنجاب میں آئے تو اُنہوں نے عہد نامہ کے مرتب کرنے میں فرمائگی کے ساتھ بڑی جدوجہد کی وہ لارڈ مارڈنگ کے ساتھ ہم خیال اور سکھوں کے سرداروں کے ساتھ ہمدرد تھے اس لئے وہ پرنس گورنمنٹ اور سکھ گورنٹ کے درمیان ثالث بالین بننے کے لئے نہایت مناسب و موزون تھے۔ رانی جیٹا مہاراجہ کی والدہ نائب السلطنت تھیں۔ اور وزیر اعظم لال سنگھ تھا جو بڑا وجیہ اور خوش وضع تھا مگر بالکل نالایق تھا۔ سکھوں کے ایسے سر رہنما کے ہونے سے گورنر جنرل کے دل میں یہ امید باقی نہیں رہی تھی کہ دوستانہ مصالحت سکھوں کی گورنمنٹ کی ساتھ جاری رہیگی۔

کشیہ کا فساد

شیخ امام الدین کج جو صوبہ کشمیر کا دربار کی طرف سے حاکم تھا یہ حکم بھیجا گیا تھا کہ اس صوبہ کا قبضہ و دخل باجمہ غلاب سنگھ کو جب وہ اُس کو لینا چاہے حوالہ کرے لیکن اُس نے رانی اور لال سنگھ کی صلاح سے اول تو اس

کام میں اتوا کیا اور پھر اُس کے کرنے سے انکار کر دیا۔ بہت سے کوہستانی سردار جو اپنے اس نئے حاکم کو پسند کرتے تھے اس سرکشی میں امام الدین کے ساتھ ہو گئے۔ اور راجہ گلاب سنگھ کے جوے کے تلے نہ آنے میں اپنا فائدہ سمجھتے تھے۔ غرض یہ سرکشی ایسی بڑھ گئی کہ اُس کے فرو کرنے میں برٹش امداد کی ضرورت پڑی لاہور کی سپاہ انگریزی جموں کی حفاظت کے لئے روانہ ہوئی چند ہی ہفتے میں ہنری لارنس اس ناراض سپاہ کا سپہ سالار بن گیا۔ جو ابھی میدان جنگ میں انگریزوں کے ساتھ لڑ رہی تھی اور اس کو کشمیر اپنے ساتھ لے گیا چند ہی انگریزی افسر اسکے ساتھ تھے۔ لارنس صاحب بیان کرتے ہیں کہ نصف درجن انگریزی افسروں کو اپنی مطیع کی ہوئی کشت سپاہ کو دنیا کے دشوار گزار ملک میں ایسے سردار کے لئے جو پہلے وہاں حاکم تھلا و باب وہاں اُس کو لوگ دل سے باغی جانتے ہیں۔ اس زمین کے قبضہ دلانے کے لئے جو ان کے ملک کا جوہر درخشان ہے لے جانا ایک بڑا غریب تماشہ ہے۔ جب امام الدین نے اپنے رقیب کی اس زبردست کمک کو دیکھا تو خوف کے مارے وہ خود لارنس صاحب کے پاس آگیا۔ جیسے لارڈ ہارڈنگ نے فرمایا کہ وہی سرداروں کی سپاہ جو کل ہمارے ملک پر حملہ کرتی تھی آج انگریزی افسروں کی ہدایت سے عہد نامہ کی اس شرط کو پورا کرنے میں تمہیں کے قابل کام کر رہی ہے جو ان کو سب سے زیادہ ناگوار تھی سہراؤں کی اٹھارہ جہینے کے اندر ہی ان سکھ سپاہیوں نے دو تین انگریزی افسروں کی ماتحتی میں اس سردار کو جس سے اُن کو دلی نفرت اور آندہ گئی تھی اپنے ملک کے سب سے زیادہ زرخیر صوبہ دلا دینے میں کام پورا کیا۔ گلاب سنگھ کا اپنے ملک پر پورا تسلط ہو گیا تو ہنری لارنس صاحب لاہور آئے اُن کو امام الدین نے تین اصل پر وائے دئے تھے۔ جس میں لال سنگھ نے شیخ امام الدین کو ہدایتیں کیں تھیں کہ وہ گلاب سنگھ کا مقابلہ کرے اور کشمیر کے افسروں اور سپاہیوں کو لکھا کہ شیخ امام الدین کے احکام کی تعمیل کریں جو

لارڈ ہارڈنگ کے حکم سے لال سنگھ کے جرم کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن جس میں پانچ انگریزی افسر تھے۔ مسٹر فریڈک گرے فورین سکریٹری اس کے صدر انجمن تھے اور سپیٹھ سکھ افسر تھے اس کمیشن کے روبرو جو لال سنگھ پر الزامات لگائے گئے تھے وہ پوری طرح ثابت ہوئے وہ اپنے عہدہ وزارت سے معزول ہوا۔ اور دو ہزار روپیہ ماہوار پنشن پر مجبور دریا شیر بن بنارس میں جایا وطن ہوا۔ اس سردار پر وزیر محرموں کی طرح رویا پٹیا جو

انتظام گورنمنٹ لاہور

اب ضروری سوال یہ پیش ہوا کہ پنجاب کی گورنمنٹ کا کام کس طرح جاری کیا جائے ایک بڑا تجربہ کیا گیا تھا۔ اُسے چند مہینے بعد پناکامیابی ہوئی اب ایک دوسرے تجربہ کی آزمائش ہوئی چاہئے کہ لارڈ ڈارڈن کی یہ امید باقی نہ رہی کہ پنجاب میں ہندوستانی حکومت کی کمزوری کو دور کر دیں۔ مہاراجہ کی عمر نو برس کی تھی۔ گورنر جنرل راج کو خود سر مہاراجوں اور خراب یا نالائق افسروں سے بچانا چاہتا تھا اُس نے سکھوں کے سکھ سرداروں کو بلایا کہ وہ ان شرائط کو سوچیں کہ جن کے موافق برٹش سپاہ کی محافظت اور برٹش ریزیڈنٹ کے اصلاح و مشورہ متعار دیئے جائیں۔ ۱۶- دسمبر کو باؤن سردار سکھوں کی ایک سنجیدہ مجلس میں اس طلبہ کے لئے جمع ہوئے کہ مشرف ٹیکر گرے اور کرنل لارنس سے اس نئے عہد نامہ کے مقاصد پر بحث کریں جو مہاراجہ کے عہد نامہ کے انتظامات پر فائق ہو گا۔ ایسا اتفاق آرا سے شافونادر ہوتا ہے جو اس بات پر ہوا کہ کونسل آف راجپوتانی کا ایک کمیٹی میر مجلس مدار الملہامی اور اسکا رہنما اور ہادی برٹش ریزیڈنٹ ہوا اور وہ سب پر غالب ہو جائے اس کے کہ نالائق رانی نائب السلطنت ہوا اور اپنے پسند کے وزیر سے مدد لے۔ اس نئی کونسل میں آٹھ سردار ہوں جن کی موقوفی صرف گورنر جنرل کی منظوری سے ہو وہ مہاراجہ ولیپ سنگھ کی ایام نابالغی میں سلطنت کے کاموں کو ریزیڈنٹ کی نگرانی میں انجام دیں اور ریزیڈنٹ ہر کارخانے و ڈپارٹمنٹ اور سرشتے و معاملے و مقارے میں وسیع الاختیار ہو اور یہ بھی سب ارباب مجلس نے منظور کیا کہ پنجاب میں جو انگریزی سپاہ متعین ہے اس کے خراج کے لئے یاٹیں لاکھ روپیہ سالانہ خزانہ لاہور سے ادا ہوا کرے اس انتظام میں سب سے زیادہ سکھ سرداروں نے اس بات کو پسند کیا کہ نائب السلطنت رانی کے کل اختیارات کرنل لارنس کے ہاتھ میں منتقل ہو جائیں۔ انہوں نے خود درخواست کی کہ رانی اپنے عہدہ سے حقوق کی جائے اور ڈپٹی لاکھ روپیہ سالانہ اُس کی پنشن مقرر کی جائے۔ اس پنشن کو وہ اپنی مرضی کے موافق خرچ کیا کرے گورنر جنرل کے حکم سے کرنل لارنس صاحب بالکل پنجاب کا فرمانروا خود مختار ہو گیا جسکو ایسے وسیع اختیار دئے گئے کہ وہ جو چاہے معاملات اندرونی و بیرونی میں کام کیا کرے۔ ۲۶- دسمبر کو بھرہ وال میں اس نئے عہد نامہ کے ہونے پر جو مہاراجہ ولیپ سنگھ اور لارڈ ڈارڈن کے درمیان ہوئے توپوں کی سلامی ہوئی بعض سننے والے یہ جانتے تھے کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ سلطنت کی وفات پر یہاں تھی توپیں ایک ایک منٹ کے وقفہ سے چوٹ رہی ہیں

شمار ایلٹ عہد نامہ بھیرن وال مورخہ ۱۶- دسمبر ۱۸۷۶ء

دفعہ اول برٹش گورنمنٹ اور لاہور سٹیٹ کے درمیان جو ۹ مارچ ۱۸۷۶ء کو عہد نامہ لکھا
 منادہ بدستور سابق برقرار اور قائم رہیگا اور دفعہ ۵ اکا ایک فقرہ چند روز کے لئے تبدیل ہوگا جو
 دفعہ دوم ایک برٹش افسر کو اور اس کے اسٹنٹوں کے گورنر جنرل مقرر کرے گا کہ وہ لاہور
 میں میں ان افسروں کو پورا اختیار ہوگا کہ سٹیٹ کے ہر کارخانہ اور سرشتہ کے کل معاملات میں اپنی حکومت
 اور غلبہ رکھیں جو

دفعہ سوم سب طرح سے توجہ اسپر کی جائے گی کہ انتظام اس طرح کیا جائے کہ رعایا کے
 دل نہ دکھیں۔ قومی قوانین آئین دستور رسوم اور سب جماعتوں کے حقوق قائم رہیں جو
 دفعہ چہارم انتظام کے طریقہ اور جزئیات میں تبدیلیاں نہیں کی جائیں گی الا جب لاہور
 گورنمنٹ کے واجب الادا کاموں کے لئے ان کی ضرورت پڑے گی تو ہندوستانی افسران جزئیات کا
 انتظام کریں گے جو بالفعل کونسل ریجنی مقرر کرے گی جس میں امرا و سردار ممبر ہیں اور وہ برٹش رزیڈنٹ
 کی کار فرمائی کے موافق فرمان برہیں جو

دفعہ پنجم کونسل ریجنی کے اول یہ ممبر مقرر ہونگے۔ سردار تیج سنگھ سردار شیر سنگھ امرتی والا
 دیوان دینا ناتھ فقیر نور دین و سردار رنجیت سنگھ کلو والا سردار رنجور سنگھ بھٹی بھائی بدھان سنگھ
 سردار عطر سنگھ سردار شیر سنگھ سیندھیان والا۔ ان ممبروں کی تبدیلی برٹش رزیڈنٹ کے حکم کے بغیر
 نہیں ہوگی جو گورنر جنرل کے احکام کے موافق کام کریگا جو

دفعہ ششم کونسل ریجنی اس طرح سے انتظام ملکی کرے گی کہ وہ برٹش رزیڈنٹ سے صلاح
 مشورہ لے کر معاملات کو خود فیصلہ کرے رزیڈنٹ کو کل اختیار حاصل ہے کہ وہ ہر کارخانے اور سرشتہ
 میں جو چاہے کار فرمائی کرے اور اپنا غلبہ رکھے جو

دفعہ ہفتم ہمارے کی ذات کی محافظت اور ملک کے امن عافیت کے لئے لاہور میں جہت
 حسب زور و تعداد کی سپاہ کو گورنر جنرل مناسب جانے وہ رکھی جائے جو
 دفعہ ہشتم گورنر جنرل کو اختیار ہے کہ لاہور کی مملکت میں جس قلعہ اور جنگی مقام میں چاہے

انگریزی فوج کو رکھے جس کے رکھنے کی ضرورت برٹش گورنمنٹ کو دارالسلطنت کی سلامتی اور ملک کی امن و عافیت کے لئے معلوم ہو۔

دفعہ نہم برٹش گورنمنٹ کو لاہور سٹیٹ بانیں لاکھ نانک شاہی روپے کھرے سالانہ ادا کرے یہ روپیہ اس طرح دو قسطوں میں ہر سال ادا کیا جائے کہ ۱۲- لاکھ میں ہزار روپیہ مئی یا جون میں اور ۸ لاکھ اسی ہزار روپیہ نومبر یا دسمبر میں ہو۔

دفعہ دہم مہارانی والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو اپنے اور انہوں کے خراج کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ دیا جائے اس کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہے خرچ کرے۔

دفعہ یازدہم اس معاہدہ کی تمام دفعات پر عمل درآمد مہاراج کی ایام نابالغی میں ہوگا اور جب ان کی عمر ۱۷ برس کی تکمیل ہوگی تو یہ معاہدہ ختم ہو جائے گا اور دربار اور برٹش گورنمنٹ کو اطمینان ہو جائے گا کہ مہاراجہ کی گورنمنٹ کے سنبھالنے کی اس کو ضرورت نہیں ہے۔

جان لارنس صاحب

لال سنگھ کے جرم کی تحقیقات میں ہنری لارنس کا سچو ٹانجا لائی جان لارنس صاحب بھی شریک تھا وہ جنگال کے حکام متعہد میں بڑے نیک نام قابل و جنکشن افسر مشہور تھے۔ سکھوں کی لڑائی کے شروع ہونے سے چند ہفتے پہلے لارڈ مارڈنگ دہلی میں تشریف لائے تھے تو ان کی ملاقات جان لارنس سے ہوئی تھی وہ اس وقت دہلی کے بحریٹ و کلکٹر تھے۔ جب لڑائی شروع ہو گئی ہے تو جان لارنس نے اس کے لئے باربر داری اور اسباب رسد کے بہم پہونچانے میں بڑی جدوجہد کی تھی۔ سب قسم کے آدمیوں پر انہوں نے اپنا اثر ایسا ڈالا تھا کہ گاف صاحب کے پاس سارا سامان رسد حربہ ضرب پہونچ گیا جس کے سبب فتح نمایاں سیراؤں میں حاصل ہوئی۔ غرض لارڈ مارڈنگ جان لارنس کی فرست و گیاست و لیاقت سے دہلی کی ملاقات سے اور ان کا روبرو نمایاں کرنے سے واقف ہو گئے تھے انہوں نے جان لارنس صاحب کو پنجاب کا نیا ملک جو حال نہر کا دوا بڑھتہ آیا تھا اس کا کمشنر مقرر کر دیا کہ وہ ان جنگ جو سکھوں پر چڑھائی اور تہذیب و دور میں حکمرانی کریں۔

انتظام دوا بہ جان نہر

یہ نیا کمشنر تیس لارڈ مارٹون کے مل کر اپنے کام میں مصروف ہوا وہ بندوبست بڑا تجربہ اور کامل استعداد خدا داد رکھتا تھا۔ اس نے چند انگریزی افسروں اور ہندوستانی اہل کاروں کی مدد سے اس نئے صوبے میں انتظام کو پہلے سے بہتر کیا۔ حقیقت آراضی کی خوب تحقیقات کی۔ اس سر فوج ایسی شرح سے تخفیف کی جو مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ سے پہلی تھی۔ زر مالگذاری نقد لیا جاتا تھا۔ اس کا جنس میں ادا کرنا موقوف کیا گیا اور مالکان آراضی اور کاشتکاروں کے حقوق موجودہ بڑی کاوش اور تحقیق سے قلمبند کئے گئے۔ کمشنر صاحب نے منتظم پولس مقرر کیا۔ جس کا خرچ کم تھا۔ تجارت کے پاؤں میں جو پہلے بیڑیاں پڑی تھیں وہ کاٹ ڈالیں۔ سڑکیں اوپل اور مفید عمارت تعمیر کرانی شروع کیں۔ عدالتیں مقرر کیں اہل مقدمہ کا خرچ کم ہوتا تھا فوجداری کا ضابطہ ایسا بنادیا کہ جس کا سمجھنا آسان تھا اور اسکے قاعدوں پر عمل کرنا سہل تھا۔ غرض اس طرح کا عام پسند انتظام کیا کہ گھر گھر میں جان لارنس صاحب کا نام ہر شخص کی زبان پر تھا جو

انتظام اس روئے تسلیم

اس روئے تسلیم کے اضلاع کے پولی ٹکل انتظامات میجر میک سن کو سپرد ہوئے وہ بڑے لائق افسر تھے۔ انہوں نے بڑے ایچ پیج کے معاملات طے کئے اور سرداراں محروسہ کے ساتھ نہایت عمدہ تہاؤ برتا۔ پنجاب میں اس وقت گورنمنٹ کے بڑے لائق افسروں کا مجمع تھا۔ جس نے پنجاب کے مردہ انتظاموں کو زندہ کر دیا۔ پنجابیوں کے حقوق و دستور و رسم و رواج میں کوئی بے ضرورت مداخلت نہیں کی گئی۔ اور زبردستوں کو زبردستوں کے زور ظلم سے بچالیا۔ قدیمی بندوبست اور مالگذاری اور عدالتوں کے انتظام کو درست کیا۔ کھیتوں میں بیگار کام کرنے کو موقوف کیا جو جمع آراضی کی تخفیف کر دی کاشتکاروں کو فصل کی پیداوار بڑھانے کیلئے ہمت بندھوا دی۔ سستی و بچہ کشی و بچوں کی مزدوری و برہہ فروشی پر سخت ضرب لگائی۔ سب قسم کے آدمیوں کے ساتھ لارنس اور اسکے انگریزی اسٹنٹوں نے ازادانہ ملکہ رعایا کے دلیں برٹش گورنمنٹ کا اعتماد اور احترام پیدا کیا۔ رعایا اپنے دکھ درد کو بے تکلف دوستوں کے طور پر اپنے سامنے بیان کرنے لگی اور سمجھنے لگی کہ وہ آدمیوں کے درمیان بڑے الفاف کرنے والے ہیں جو

برٹش گورنمنٹ کا اثر پنجاب پر

۱۸۵۷ء کے ختم ہونے سے پہلے لارنس صاحب نے رپورٹ کیسی کر سپاہ موقوف شدہ میں سے زیادہ تر سپاہی عافیت پیشہ ہو گئے ہیں اور زراعت پشوں پر برٹش اثر بہت اچھی طرح اپنا کام کر رہے ہیں خل کے اندر سازشیں آسودگی عامہ کے برخلاف ہو رہی ہیں بہت سے آدمی یہ سوچ رہے ہیں کہ رزیدنٹ کو ٹھکانے لگائے۔ بے چین مہارانی کی عداوت و نفرت اُن لوگوں سے جنہوں نے اُس کے عاشق زار کو نکالا ہے اور اُسکو سلطانی اختیارات سے محروم کیا۔ یہ کسی طرح سے نہیں جاتی اس نے تچ سنگر ریڈٹ کو نسل مہاراج کو قربانی کا بکرا بنایا ہے۔ اگست تچ سنگر کی راجہ ہونے کی تقریب میں سکھ سرداروں اور انگریزی افسروں کا جمع ہوا۔ اُس کو ایک گھنٹہ تک اس رسم کے ادا ہونے کے لئے بیفادہ انتظار کرنا پڑا۔ مہاراجہ کے آسے میں دانستہ اتوا کیا گیا۔ نوجوان مہاراجہ نے اپنی اس کے ہکانے سے تچ سنگر کے ماتھے پر راہلی کا تانک لگانے کے لئے انکار کیا تو ایک گرو نے اُس کی بیثباتی پر ہلک لگایا۔ یس رانی نے جو راجہ کی بڑی حقارت کی اُس نے رانی صاحبہ کی ساری سازشوں کا ذخائر ریا مہاراجہ کے پاس سے جو رانی کے ساختہ پر داختہ رفیق رستے تھے وہ اور خود رانی صاحبہ کو لے گئے اور لارڈ مارٹون کے حکم سے تیلپا کی طرح پر شیخاپور میں جولاہور سے پچیس میل تھا بھیجی گئیں کام کی نثر سے ہنری لارنس اپنی صحت کی دیکھ کے لئے شک تشریف لے گئے اور اپنے بھائی جان لارنس کو اپنی جگہ چند مہینے کے لئے کام کرنے کیواسطے مقرر کر گئے جو

انگریزوں کے برخلاف سازشیں اور مذہبی بلوے

جو وقت بنگال کی سپاہ سٹیج پر لڑ رہی تھی ۱۸۵۷ء کے شروع میں ایک بھاری سازش برٹش گورنمنٹ کے خلاف پٹنے اور دانا پور میں ہو رہی تھی اس سازش کا اصلی حال کہیں نہیں تحقیق ہوا صرف محسوس اپنے قیاسات ہی لڑائے کسی نے کہا کہ وہ دہلی کے پادشاہ کے اخواسے ہوتی تھی کسی نے کہا کہ سکھوں نے خود کی تھی۔ دینا پور کی سپاہ کو رشوت دینے کے لئے روپیہ جمع کیا گیا تھا۔ کہ وہ بغاوت اختیار کریں۔ مگر اس سپاہ نے اپنی فحش کو پنجابیوں دیکھ کر یہ رشوت نہیں لی۔ کرنل کروفت نے اس سازش کے سرغنوں کو گرفتار کر کے دو کو موت کی سزا دی جو

ان مقدمات کی تحقیقات میں یہ معلوم ہوا کہ یہ کہانیاں بن رہی ہیں کہ گورنمنٹ ایسی تدبیریں

کر رہے ہیں کہ ہندو مسلمان کے مذہب اور رسم و رواج کو دور کر کے عیسائی بنائے۔ اس کا یقین احمق لوگوں کو اس سبب سے آتا تھا کہ گورنمنٹ ضروری تبدیلیاں قدیمی قانون وراثت میں کیں تھیں اور گورنمنٹ اسکولوں کے نوجوان تعلیم یافتوں کے لئے سرکاری نوکریوں کے ملنے کا حکم دیا تھا اور غلامی و بچہ کشی اور سستی ہونے کی موقوفی بڑی سرگرمی سے گورنمنٹ کر رہی تھی بنگال نے جیل خانوں میں کھانے کا انتظام بھی قیدیوں کے لئے نیا کیا تھا اور پٹنہ کا جوسٹرٹ ضلع میں ایک قسم کی مردم شماری کر رہا تھا جس میں ذاتوں اور مذہبوں پیشوں کی تعریف ہوتی تھی۔ مولوی و پنڈت جاہلوں اور سپاہیوں کو سمجھاتے تھے کہ یہ سب سامان ہندوستان میں ذات اور مذہب مٹانے کے لئے ہیں اس لئے کہ یہ خیالات واہیہ رعایا کے دل سے دور ہوں ٹوپسی گورنر بنگال نے یہ اشتہار دیا کہ جو حکایتیں مشہور ہو رہی ہیں اور رعایا کے دلوں کو بے چین کر رہی ہیں وہ بالکل جھوٹی ہیں۔ شریر آدمی جو گورنمنٹ انگریزی سے نفرت و عداوت رکھتے ہیں وہ ایسی جھوٹی افواہیں گورنمنٹ کی نسبت اڑا رہے ہیں جس کا لبادہ ہرگز ہی نہیں ہو گا کہ کسی فرقہ کی مذہبی رسوم و رسم و رواج میں مداخلت کرے ہر فرقہ کو یہ اتحقاق حاصل ہے کہ وہ اپنے مذہب کے موافق اسینے خدا کی عبادت کرے۔ یہ اشتہار نہایت دانشمندانہ سمجھا تھا مگر رعایا اسکو بالکل صحیح نہیں جانتی بھی انگلش کسی مذہب میں کبھی مداخلت نہیں کرتے تھے وہ دیکھ چکے تھے کہ ان کے مذہبی رسم سستی ہونے کی موقوف ہو کر فوجداری کا جرم قرار پایا تھا۔ انسان کی قربانی چڑھالے کی رسم تلوار کے زور سے موقوف کی گئی تھی جو

لاہور میں ۱۸۵۷ء میں اور ممبئی والی میں اسی سال میں اور جالندھر میں ۱۸۵۷ء میں مذہبی بلوی ہوئے تھے لاہور میں ایک توپخانے کے سپاہی نے جو احکام سرکار کا پابند زیادہ اس ملک کے رسم و رواج سے متاچند گاؤں کو زخمی کیا جس پر ہندو ایسے برا فروختہ خاطر ہوئے کہ انگریزوں پر اینٹ پتھر مار کر گاؤں کے زخمی ہونے کا عوص لینا چاہا۔ دکانوں کی پڑتال کر دی۔ انگریز افسروں کے خاص کر کرنل لارنس کے تحمل و بردباری نے ایک رات میں اس بلوہ کو مٹا دیا اور دکانیں پھر کھل گئیں۔ اس بلوہ کے سرخون میں سب بچاؤ انگو اکریو لٹ برٹن کو بچاؤ دی گئی۔ جولائی ۱۸۵۷ء میں جالندھر میں بھی عیسائی و مسلمان گاؤں و خواروں کے برخلاف ہندوؤں نے ایک ہنگامہ برپا کیا۔ کٹر صاحب نے شہر کے باہر مسلمانوں کے لئے الگ گائے قصابوں کی دکانیں کھلوا دی تھیں۔ جہاں کچھ ہندوؤں کے دلوں کو صدمہ نہیں پہنچتا تھا۔ بنیوں نے دھمکا دیا کہ ہم دکانیں بند کرتے ہیں ان کی اس دھمکی کی شہنوائی نہیں ہوئی تو انہوں نے دکانیں بند کر دیں۔ بازار بند

میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ سپاہی جو انتظام کے لئے بھیجے گئے ان کے ساتھ بھی بڑا سلوک کیا گیا اور خود جان لارنس پرائنٹ پتھر چھینے۔ اتنے میں سپاہ آگئی تو اُس نے بلوہ کرنے والوں کو پرانندہ کیا۔ ہندوؤں نے کبھی روز تک ہڑتال رکھی۔ کشترنے جب اور جگہ سے اناج منگا کر ڈھیر لگائے تو بیویوں نے دکانیں کھولیں۔ ۱۸۵۷ء میں مشنریوں کی کوشش سے بنی والی میں ہندو بہت عیسائی ہو گئے تھے ہندوؤں نے ان عیسائیوں کے گھر لوٹ لئے جنکے مقدمات عدالت میں دایر ہو کر فیصل ہوئے جو

مشرقی و مغربی تہذیب کی لڑائی

بارہ سال سے بیشک مشرقی و مغربی خیالات اخلاقی و مذہبی و پولی ٹیکل میں براہ راست یا بالواسطہ جنگ ہو رہی تھی۔ ہندوستانیوں کی حسد اور انگلش کی دانائی سے جو پرانی مزاحمتیں پیدا ہوئی تھیں وہ اصلاح کی حرکت کے طوفان سے ایک ایک کر کے اٹھنی جاتی تھیں۔ مصلحین عظیم اور ان کے دوستوں کی تعداد اس قدر بڑھتی جاتی تھی کہ ان کی ذات کے اچھے یا برے اثر سے اصلاحوں کا ایک طوفان برپا تھا۔ عدالت مدبراں ملکی بن ٹرنگ اور ہارڈنگ اور برڈ اور لارنس نے ہندوستانیوں کی معاشرت کی ان رسوم پر بڑا صدمہ پہونچا جو ان کے اخلاق پر صدمہ پہونچاتی تھیں انہوں نے جہالت و اودام باطلہ سے لڑائی اس طرح شروع کی کہ اسکول قائم ہو گئے۔ جہان یور و پا کی سائنس کی تعلیم بذریعہ انگریزی زبان کے ہوئی تھی۔ اور انگریزی علم ادب سکھایا جاتا تھا۔ گرم جوش مشنریوں نے جیسے کہ ڈاکٹر ڈف تھے اپنے اسکول قائم کئے جس میں عیسائی مذہب کی تعلیم ہوتی تھی اور اسکے ساتھ وہ علوم بھی سکھائے جاتے تھے جو مذہب سے منہ آئے تھے۔ یہاں وہاں بعض گورنمنٹ کے افسروں نے بازار اور چھاؤنیوں میں عیسائی بنانے کی کوشش کی جو دانائی سے بعید تھی جو

لائق اخبار نویسوں نے بھی ہر تدبیر جو ان کی نظر میں ہندوستانیوں کو روشن ضمیر بناتی تھی اپنی قلموں کو گھنا شروع کیا اور اعلیٰ درجہ کی تہذیب کی ترقیوں کی توضیح کرنے لگے۔ ہندوستان کے بہت سے حصوں میں ہندوستانیوں میں ایک عقلی تحریک ہو رہی تھی کہ وہ اپنے انگلش ماہیوں کی کوشش و سعی میں معاون ہوں انگریزی یا دیہی زبان کے اسکول بالکل یا جنس بہ مذہب کی ہندوستانیوں کے روپے سے قائم ہوتے تھے۔ نوجوان گورنمنٹ اسکولوں سے تازہ تعلیم پا کر نکلتے تھے وہ نئے اسکول قائم کرتے تھے۔ تاکہ ان کے جاہل

ہموطنوں کو فائدہ پہنچے۔ بمبئی کی لائبریری کے لئے ایک ہندوستانی راجہ نے بڑا چندہ بھیجا۔ ہندوستانی خود اخبار لکھتے تھے جنہیں سے کم یا زیادہ لیاقت سے معاملات موجودہ پر آزادانہ بحث کرتے تھے۔ جس میں شائد ہی کوئی محض بات سرکار کی بدخواہی کی ہوتی تھی۔ کچھ ہندو بھی لکھتے تھے کہ ان کی عورتوں کو جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسکو دور کرنا چاہتے تھے اور نیا علم جو ان کو حاصل ہوا تھا وہ عورتوں کے دلوں میں بھی جانشین کرنا چاہتے تھے۔

لارڈ ہارڈنگ کے رفاہ عام کے کام

جسے لارڈ ہارڈنگ نے سرزمین ہند میں قدم رکھا انہوں نے اپنی اس سلطنت کی تمدنی ترقی کے بڑھانے میں مختلف طرح سے کوشش کی۔ انہوں نے ۱۰ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو یہ حکم جو قابل یاد رکھنے کے ہے جاری کیا۔ کہ سرکاری اعلیٰ درجہ کی نوکریاں ان ہندو امیدواروں کو ملا کریں جو دیوبند یا گورنمنٹ اسکولوں کے نوجوان ہندوستانی تعلیم یافتہ ہوں اور اپنی اخلاقی و عقلی تعلیم میں کامیاب ہوئے ہوں اور اسے درجہ کی نوکریوں کے امیدواروں میں ہندوستانی جو لکھ پڑھ سکیں۔ ان کو ان پڑھ امیدواروں پر ترجیح دیجئے وہ ہندوستانیوں کی تعلیم میں کوشش اس لئے کرتے تھے کہ وہ اپنے بچے دل سے یقین کر لیتے تھے کہ علم سے قومی ترقی ہوتی ہے۔ ان کی یہ بڑی دانشمندانہ خواہش تھی کہ عوام تحصیل علم میں بقدر اپنی ضرورتوں کے سہی کریں۔ غالباً اس سے سرکاری خدمات میں بھی فائدہ پہنچے گا۔ جب کوئی ہندو عیسائی ہو جاتا تھا تو اس کو ہندو محروم الارث کر دیتے تھے۔ لارڈ ہارڈنگ نے قانون وراثت میں ایسی ترمیم کر دی کہ اگر کوئی ہندو یا مسلمان عیسائی ہو جائے تو وہ اپنے حقوق اور وراثت سے محروم نہ ہو۔

اسی زمانہ میں انگریزی اثر سے جو انسانیت پھیلی تھی وہ اپنے نیک اثر ہندوستانی ریاستوں میں بھی لاری تھی۔ ۱۸۵۷ء میں نوجوان مہاراجہ سیندھیا کی عہداری میں سستی کا ہونا اور بددعویٰ کا ہونا موقوف ہوا۔ نظام نے بھی احکام جاری کر دیے کہ کوئی عورت اس کی عہداری میں سستی نہ ہو۔ جسے پور کی کونسل نے بھی دختر کشی سے لڑائی کا اشتہار دیدیا۔ اس کے انسداد کے لئے بہاری نذرانہ لینا موقوف کر دیا جو شادی بیاہوں میں لیا جاتا تھا۔ اس سبب سے ہندوئوں میں دختر کشی کا بوجھ رواج تھا وہ ترک کیا گیا ان کو سکھایا گیا کہ لڑکیوں کو کووار رکھنا بے عزتی ہے بچوں کا چرانا اور

بیچنا غلامی کے لئے یا کسی بنانے کے واسطے جے پور کی کونسل نے بالکل بند کر دیا۔ جمالا اور میں زندہ آویں
کا جلاتا یا زمین میں گاڑ دینا بالکل منع کیا گیا۔ لارڈ مارٹونگ کے زمانہ میں اور چھوٹی چھوٹی باتیں صلح
کی ہوئیں مسئلہ اعم میں انہوں نے حکم جاری کر دیا کہ اتوار کو کوئی سرکاری کام نہ ہوا کرے اس کی
تقلید سکھوں کے دربار نے بھی کی کہ وہ کونسل اور دربار کا جلسہ اتوار کو نہیں کرتے تھے کشمیر
میں گلاب سنگھ نے انگریزی خیالات کے موافق ایسے احکام جاری کئے کہ اس کی رعایا بھی انگریزی رعایا
کے مثال ہو جائے۔ اس نے اشتہار دیا کہ اس کی کل مملکت میں عبادت کرنے کی آزادی ہے۔ سنی ہونا و
برہہ فروشی کا ہونا و کچھ کشتی کا کرنا جرایم میں داخل ہیں۔ اس نے اپنے تئیں رحم دل اور دانشمند فرمانروا ثابت
کیا۔ لیکن راجہ ترلوک کوہ انگریزوں کے سارے نیک کاموں کی تقلید میں سب پر سبقت لے گیا۔

کھانڈ قوم میں انسان کی قربانی کا بند ہونا

ہم نے لارڈ آگ لینڈ کے عہد حکومت میں کھانڈ قوم کی انسان کی قربانی کرنے کا ذکر بالا
کیا ہے اب یہاں بالتفصیل لکھتے ہیں۔ ملک اٹریس میں ایک بڑا دریا مہاندی ہے اس کے جنوب میں گھنے
درختانی کوہ اور زرخیز وادی گوم سرور بودھی ہیں۔ ان میں دس برس سے انسان کی قربانی کے بند کرنے کے
لئے کوشش ہو رہی تھی۔ ان دور افتادہ اضلاع میں کھانڈ کی اقوام آباد تھیں۔ ان کو یہ زم بڑی عزیز
تھی کہ وہ اپنے دیوتا پرستوں کی قربانیان چڑھاتے تو اس قربانی کو وہ میری آہ کہتے تھے وہ پرستوں کو
پوچھتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جب تک پرستوں پر یہ قربانی ہم نہیں چڑھائیں گے وہ ہم پر دیا نہیں
کرے گی۔ جس کے بغیر ہمارا کھیتی بونا اکارت جائیگا۔ یہ میری آہ نوجوان لڑکے لڑکیاں خریدے جاتے یا چرائے
جاتے۔ اور ان کی پرورش بڑی احتیاط سے کھانڈ کے دیوتا میں اس لئے ہوتی تھی وہ روز معین پر قربانے
جائیں جو قربانی کا دن مقرر ہوتا تو آدمیوں کا جمع ہوتا اور میری آہ ایک میٹھ سے باندھا جاتا اور اول گرجی
اسکو بولے سے زخمی کرتے اور پھر اور آدمی چاقوؤں سے گوشت کے پارچے کاٹ کر لے جاتے اور ان
پارچوں کی بوٹیاں ہو کر کنبوں میں تقسیم ہوتیں اور وہ اس بوٹی کو اپنے کھیت میں دباتے اور سمجھتے کہ ہم نے
اپنی اچھی فصل کا بیج بویا ہے اس سے وہ بہت خوش ہوتے جو

یہ تحقیق ہوا کہ بعض اوقات اس تقریب میں پچیس قربانیاں تک ہوتیں اور کئی سو آدمی ہنسیہ اس

انتظار میں رہتے کہ وہ قربان ہونگے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب آدمی قربانیوں کے لئے رکتے ہوئے ہاتھ نہ رکھتے تو ایک بوڑھے آدمی نے اپنی دو بیٹیاں قربانی کرنے والے کو قربانی کرنے کے لئے دیدیں۔ بعض ضلع میں جب اور آدمی قربانی کے لئے نہیں آتے تو لوگ اپنے بیکس لوٹے ماں باپوں کو لا کر کھوٹی سے قربانی ہونے کے لئے باز نہ دیتے جس ملک میں انگریزی عملداری ہو اور اس کو صحیح صحیح یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ظلم و ستم وہاں ہوتے ہیں تو یہ ناممکن ہے کہ وہ اسکو اس سبب سے جائز رکھے کہ وہ نہایت ہی حکم میں۔ وحشی کھانڈکی اس رسم سے اول مدراس کے ایک افسر میجر کیمبل واقف ہوئے اور جب وہ بیمار ہو کر چلے گئے تو میجر کیمبل ان کی جگہ چار برس تک کام کرتے رہے۔ ان دونوں افسروں نے کھانڈکے بڑیوں اور بڑوں کو سمجھا کر یاد دلا کر سیکڑوں ہریاہ کو بھٹائے لارڈ مارٹونگ نے چھ انگریز اور ان سے تگنے ہندوستانی اسسٹنٹ بھیجے کہ وہ میجر کیمبل کی مدد کر کے اس وحشیانہ رسم کو ان وحشیوں سے چھٹائیں جو چھ ہزار مربع میل میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان افسروں نے گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل میں ایسا تشدد کیا کہ کھانڈ اقوام کے بہادر نوجوان سرداروں میں اشتعال پیدا ہوا اور وہ مقابلہ کو کھڑے ہوئے۔ اُس کے موسم بہار میں کیمبل نے دھڑ دیکھا کہ اُس کے خیمہ کو ایک سلاخ گروہ نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ جن کی دیکھوں سے یا اقراروں سے ایک سو ستر ہریاہ انکو اس نے واپس کر دئے جو بودھ کے سرداروں نے ایک ہفتہ ہوا کے حوالہ کئے تھے۔ جب میجر صاحب نے گیوم سلاخ کی طرف مراجعت کی تو باغی اُن کو رستہ بھگا کرے گئے۔ اور اُن کو مجبور کیا کہ اُن کے راجہ کو جو برٹش خیمہ گاہ میں تھا وہ اُن کو حوالہ کریں۔ اسی زمانہ میں ایک گورہ کھانڈ جس کے پاس توڑے دار بند و قیں تھیں مدراس کے سپاہیوں سے شکست پا کر بھاگا۔ یہ سپاہ بعض سرکش سرداروں کی تفتیش کے لئے آئی تھی جو

برسات گذرنے کے بعد بودھ میں سرکشی کے شعلے پھر بھڑکے۔ پہلے سے وہ مرتفع زمینوں میں سر میں اٹھ رہے تھے جس کے باشندے سب اسے اس سردار بسوی کے پیچھے چو کر بسوی کے لئے اندر سفر میں آتے تیار کر رہے تھے جو اس سازش کے الزام سے اپنے تئیں بری لگے۔ راجہ جو برٹش کے خلاف بھاگ ہوئی تھی آئندہ سارے سال لڑائی کی شرارے چمکتی رہے چو کر کے پیر و اُن پہاڑوں میں اس سے جا بیٹھے جو درختوں سے گھرے ہوئے تھے اس کو اس کی بہت تھوڑی پروا تھی کہ میدان میں اُن کے خالی دوات جلانے جاتے ہیں وہ جانتے تھے کہ سپاہ جو اُس کے پاس جانے کی کوشش کرے گی اُس کی موت اس

سفر دور دراز میں جنگلی سنجار سے مر جائیں گے۔ کرنیل ڈائلس اور کرنیل کمبل صاحب کے دوبارہ آجانے کے خوف سے آخر کو گیوم سر کے بڑے حصہ میں اختتام ہو گیا۔ سام بسوئی جلا وطنی سے دوبارہ بجال ہو گیا۔ نئے ریجنٹ کو ان خوفوں کے کم کرنے میں کچھ دقت نہیں پڑی جو رعایا میں پھیلے ہوئے تھے وہ گورنمنٹ نے ارادہ کو جانتے تھے کہ گیوم سر کے آس پاس وہ سیاہ کو نہیں بھیجے گی۔ گیوم سر کے سرکشوں نے اقرار کر لیا کہ آدمی کی قربانی نہیں کرینگے مگر انہوں نے یہ حجت کی کہ یہ بڑی سختی ہے کہ ہمارے ملک میں انسان کی قربانی موقوف ہو اور بودھا اونچی پور میں وہ جاری رہے جو

اگرچہ چکر و بسوے کا چچا اپنے راج پر بجال ہو گیا مگر وہ اپنی بغاوت سے باز نہیں آیا اپنے دوست راجا انگل سے جالایہ شہزادہ کے اول دنوں میں کمبل صاحب راجا انگل سے لڑنے کے لئے ایک برگیٹ اور چار توپیں لے گئے مگر ان کی کامیابی کے مزاحمت کے لئے ملک کی قدرتی حالت موجود تھی دو مہینے میں سزا پورا ہوا جو سرکشوں نے ایک گولی چھوڑنے پر اپنے سارے کوٹ حوالہ کر دئے سرکش راجا گرفتار ہو کر ملک سے بھیجا گیا۔ گورنمنٹ نے اس راجہ کی پیش منقر کردی تھی گو اس نے اس کے غصہ کو بہت بھڑکایا تھا اس عرصہ میں چکر و بسوئی سرکشی کو تادم کرتا رہا کھانڈ کی اقوام سے اس نے وعدہ کیا کہ وہ انسان کی قربانی کرنے دیگا۔ وہ اپنے آقاؤں سے سرتابی کریں۔ مگر انگریزی خوف ان پر ایسا چھایا ہوا تھا کہ وہ اس کے کہنے میں نہیں آئے۔ کمبل صاحب نے بودھ کے سرداروں کو یار بنا کے خوب بھجوا دیا تا مگر سرکش سردار اس کے پیچھے پر حاضر ہوئے۔ ایجنٹ صاحب ان کی ملاقات کے جلے بے تکلف رہتے۔ می سے پہلے چکر و بسوئی شکار کیا گیا۔ اور ہر ایک بودھ کے سردار نے انسان کی قربانی کے لئے توبہ کی دو سو پینتیس میری آہ برٹش ایجنٹ کے حوالہ کئے یوں اس ملک میں انسان کی قربانی کا نام و نشان باقی نہیں رہا جو

بحری قزاقی کا دور کرنا

لارڈ ڈارڈنگ کی عہد حکومت کا یہ کام بھی بڑا تھا کہ انہوں نے مشرقی بحروں اور دریائوں سے بحری قزاقی کو نقش بر آب بنا دیا۔ مجمع الجزائر ہند میں یورپیوں کی ٹانگہ قوم بڑی خونریز بحری قزاقی کرتی تھی۔ ملک کے بحری سرشتہ کے کپتان کمبل شہزادہ بینوستان کے کپتان سکوت نے اس کام میں قیمتی حاصل کی اور ڈھاک قوم کو بہت قتل کیا اور ان کی جنگی کشتیاں چھین لیں۔ اس لئے سندھوں میں کئی

سال کے بعد پھر بحری قزاقوں کو اس طرح کی سزا دی گئی۔ غرض پھر انگریزی بحری قوت کا بحری قزاقوں کے دل میں وہ رعب بیٹھا کہ انہوں نے اپنے اس کام سے توبہ کی جو

قلات کا ملک سرچارلس نے پیر

۱۸۵۷ء کے شروع میں سرچارلس نے پیر صاحب پانچہزار سپاہ لے کر اس کو ہستانی ملک میں گئے جو خان قلات سے علاقہ رکھتا تھا اُس نے اپنے ملک میں سرچارلس کو جلنے کی اجازت دیدی کہ وہ قزاق قوموں کو سزا دیں جو ملک سندھ میں بڑی لوٹ مار کرتی ہیں۔ تیرسے جی اور بعض اونچے نیچے پہاڑوں میں گئے دو مہینے تک وہ جنگوں میں پھرتے رہے اور دشمنوں کو جو ان کے سامنے آتے تھے اُن کا شکار کھیلتے رہے کبھی کبھی سخت لڑائیاں بھی اُن سے ہوتیں۔ بہت سے دشمن گرفتار ہوئے بعض اوقات قیدی چارپائے ہوتے تھے۔ اونٹ۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکریاں اس قدر گرفتار ہوئے تھے جن کے سب سے یہ فساد جلد فرو ہو گیا۔ روز بروز قزاقوں نے دیکھا کہ انگریزی سپاہ کے رخ میں آئے جاتے ہیں۔ پچا خاں نے بڑی کوشش کی کہ سرچارلس نے پیر جیسے شکاری کے جال سے بچ جاؤں مگر جب انگریزی سپاہ اُس کے قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوئی تو اُس نے یہ ہاشمندی کی کہ انہیں پیش سرچارلس کے حوالہ کر دیا۔ اس وقت تمام بلوچی سرخسوں نے سوا ایک کے اپنے تئیں اور اپنے کہنے کو اور سارے اسباب کو سرچارلس نے پیر صاحب کے ہاتھوں میں حوالہ کیا۔ غرض قزاقوں کو سرچارلس وہ سبق پڑھائے جن کو وہ مدت تک نہیں بھولینگے جو

اس وقت سے سندھ میں صرف دو یا تین بلوے سرحد پر ہوئے جن کو سزا واجب دی گئی ۱۸۵۷ء کے شروع میں میرپور کے امیر شیر محمد خاں نے آخر کار تھک کر اپنے تئیں برٹش گورنمنٹ کے حوالہ کیا۔ اُس کی بھی مثل اور امیران سندھ کے گورنمنٹ نے منشن مقرر کر دی۔ خیرپور کے امیر پر یہ سال میر رستم خاں نے ایک سال پہلے جلاء وطنی کی حالت میں دنیا سے رحلت کی آخر تک اس کو یہ امید رہی کہ انگریزوں نے جو ناحق میرے ساتھ بدسلوکی کی ہے اُس کی مکافات کریں گے۔ افسران سندھ نے اپنے وکیلوں کی معیت کو رٹ ڈایر کٹرٹس والنگٹن گورنمنٹ کے روبرو اپیل دائر کی وہ اس سبب سے ناکام رہے کہ جو کچھ انگریزوں نے کرنا تھا اُس کو وہ پورا کر چکے تھے گورنمنٹ کے لئے

اپنے ان فائدوں کو جو ہماری طرح سے حاصل ہوئے ہوں حوالہ کرنا ایسا ہی سخت مشکل ہے جیسے کہ شکاری جانور کو اس شکار کا چھوڑ دینا جو آدھا انگل چکا ہو۔ انگلش میں امیران سندھ پر جو ظلم کیا گیا تھا افسوس کرتے تھے مگر ان فائدوں کو جو ان کو خود اور رعایا کو حاصل ہوئے تھے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ آج گزشتہ۔ اب جو ملک انگریزی عملداری میں الحاق کیا گیا تھا وہ انگریزی مانتوں سے نہال ہو رہا تھا اسکے چھوڑنے سے کیا حاصل تھا۔ سرچارلس نے پیرنے تھوڑے عرصہ میں ملک سند کا انتظام اور رفاہ عام کام بہت کچھ کیا۔ غلامی اور ظلم و ستم اور عزیز رشتہ داروں کے قتل کو بالکل مسدود کر دیا ہر صوبہ وادہ پر عدالت کو بٹھا دیا۔ وہ قزاق پیشہ جو ان کو ناچ بچاتے تھے یولس میں بھرتی ہوتے تھے۔ غرض ان کے ہاتھ سے ہر کارخانہ کا از سر نو اچھا بندوبست و انتظام ہو گیا۔ جب وہ یہاں سے ولایت گئے ہیں تو سپاہیوں اور افسروں کو ان کے جانے کا بہت افسوس ہوا۔ کرنیل اوٹرم سے ان کی ان بن رہی۔ ہنری لارنس کرنیل اوٹرم کی بڑی تعریف یہ کرتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ مفلس تھا مگر اس نے اپنے تئیں اس ملک کی غنیمت سے مالدار نہیں بنایا۔ غنیمت کے اپنے حصہ کو خیرات میں دیدیا۔ اس کے نزدیک یہ لڑائی نا واجب تھی اور سرچارلس نے پیرنے اپنے تئیں اس ہم سے دولت مند بنایا جو

انتظام جدید و قدیم

اگر انگریزی عماری میں یہ دیکھیں کہ قدیم انتظام کیا تھا اور لارڈ مارڈنگ کے زمانہ میں انتظام جدید کیا ہوا تو بڑا فرق معلوم ہوگا۔ بڑے بڑے انگریزی افسروں نے اس ملک کی بہبودی میں سعی کی۔ بھیجی کی سپاہ کے کرنیل ہنری روبرٹس صاحب نے مرچٹوں میں رہ کر ان کے اوصاف و اطوار کو درست کیا اور بیضہ میں ۱۸۴۷ء کو اپنی جان دی۔ کرنیل سدرلینڈ پولیٹکل ایجنٹ راجپوتانہ بڑے روشن و باخ فرائض و دانشمند تھے انہوں نے راجپوتانہ میں انتظام کی پرانی بنیاد پر ایک نئی خوشنما عمارت بنادی۔ اس ملک میں سے سستی ہونے کو اور بردہ فروشی کو اور بچوں کو غلامی یا کسی اور مطلب کے لئے چرانے کو بالکل موقوف کر دیا وہ خیرات کرنے میں بڑے فیاض تھے اپنی فیاضی سے ایک میڈیکل کالج کی بنیاد ڈالی وہ ہجرت پور میں ۱۸۸۷ء میں اپنی وفات سے کل راجپوتانہ کو افسردہ و ماتم زدہ کر گئے۔

ان سالوں میں انگریزی عماری کے اکثر حصوں میں بالکل امن و امان رہا۔ نیپال و افغانستان اور پنجاب میں خونریز کارزار کے ہنگامے برپا رہے اور عمارت نظام کے ملکوں رعایا پر ظلم و ستم برپا رہے۔ انگریزی رعایا اکثر اپنی عادت کے موافق اپنے پیشوں اور حرفوں میں مصروف رہی اور اپنی عادت کے موافق انہوں نے باہر کے جھگڑوں سے کچھ سرکار نہیں رکھا۔ سرکار کمپنی کی عماری میں رعایا کو ایسی آسائش اور آرامش جمانی اور خالگی حاصل تھی کہ وہ اس آرزو میں بے چین تھی کہ عماری بدل جائے جسکے سبب ان کی گردن ہلکی جوے سے نکل کر بھاری جوے کے نیچے آتی متوسط درجہ کا زراعت پیشہ جس کی خواہشیں بہت تھوڑی ہوتی ہیں صرف وہ اپنے بل چلانے اور کھیت کے بونے سے اور فصل کے اچھے ہونے سے جس سے اس کو پیٹ بھر کے روٹی مل جائے اور گاؤں کے سود خواروں کو اپنے قرض کا سودا داکر دے بہت خوش رہتا تھا۔ اہل پیشہ و حرفہ و دکاندار اس عماری سے خوش تھے کہ ان سے سونا ہنک کے کوئی اور محصول نہیں لیتی تھی۔ اس نے اس پر سے سب قسم کی چوری اور ظلم و تشدد کو دور کر دیا تھا اور وہ اپنی مزدوری خاطر خواہ پاتے تھے۔ سوداگروں۔ تاجروں۔ ساہوکاروں کو تو کوئی سبب ہی نہ تھا کہ وہ اس عماری کی شکایت کرتے جس نے ان کو مال و نہال کر دیا تھا اور دیانت اور تجارت کو بامبار

کو چکا دیا تھا۔ اور کچھ اُن سے لے کر اپنی آمدنی ملی کو نہیں بڑھایا تھا جو

جب گورنمنٹ رعایا پر ٹیکس زیادہ کرتی تھی۔ تو وہ ہر جگہ سرکشی پر آمادہ ہوتی تھیں مثلاً مسلم میں سورت میں جب نمک پر محصول زیادہ کیا گیا تو ایسا دنگا اور بلوہ مچایا کہ سپاہ نے جا کر اُس کو کچے دیر کے لئے قتل کیا اور مقامات سے سپاہ بلائی گئی۔ لیکن اس اثناء میں کلکٹر ضلع نے فساد کو مٹا کر بالکل امن امان کر دیا۔ جب سر جارج ارنلڈ گورنر بنے تو شہر کی ٹیکسوں کی بابت معاملہ کو سپریم گورنمنٹ میں پیش کیا تو لارڈ مارڈنگ نے یہ فیصلہ کیا کہ نمک کا محصول جو زیادہ کیا گیا ہے وہ ادا کیا جائے۔ اور پہلی اکتوبر سے تمام شہری محصول ہفتوں کے جائیں۔ چند ہفتے کے بعد گورنر جنرل نے یہ اور عنایت کی کہ باہر سے جو نمک آتا تھا اور اسپرڈرآمد کا محصول لیا جاتا تھا۔ اس میں بہت تخفیف کر دی جس سے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ کی ملکی آمدنی کم ہو گئی مگر اس سے کروڑوں غریب آدمیوں کو فائدہ ہوا کہ وہ خالص نمک کو کھانے لگے سال آئندہ بھی کی گورنمنٹ نے جو ہر دکان پر ٹیکس لگایا تو دوکانداروں نے اس پر بڑے غصہ کے ساتھ واد فیاد کی جس کا جواب اُن کو یہ ملا کہ ٹیکس نہایت انصاف کے ساتھ لیا جائے گا جس سے اُن کی تنفی تسلی ہوئی ہو

وقتاً فوقتاً اہل پیشہ و حرفہ نے لئے لئے نئے قسم کے کام نکلتے آتے تھے مثلاً ۱۸۷۴ء میں مغربی ہند میں پہلی سٹیم کمپنی کے تین سال بعد ایک اور ہندوستانیوں کی کمپنی نے اپنا کام جاری کیا اور یہی سے گجرات ایک نئی لائن سٹیٹروں (دخانی جہازوں) کی جاری کی۔ اسی زمانہ میں سورت میں اہل شہر نے انگریزی کلوں سے کاغذ بنانے کی کمپنی مقرر کی اسی طرح سے گجرات میں روئی کے صنعتوں کی ترقی کے لئے دو کمپنیاں مقرر ہوئیں۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں کی خام روئی لین کیسٹر کپڑا بنانے کے لئے کیوں بھیجی جائے۔ یہیں ہم اپنے آپ اس کا کپڑا بنایا کریں

ایک سال بعد دو کمپنیاں لنگائیں سٹیٹروں کے چلانے کے لئے مقرر ہوئیں یہ فائدہ مند رقابت گورنمنٹ کے ساتھ تھی جس نے چند سال پہلے سٹیم چلائے تھے اس سے پہلے دخانی قوت دریا سندھ میں جہازوں کے چلانے میں کام میں آئے تھے لارڈ مارڈنگ کے چار سال عہد حکومت میں متحدہ سٹیم انجن کوئلہ و کاغذ و شکر کے کاموں میں پہلے سے سرچند کام میں آنے لگیں۔ بیرھوم کی کوئلوں کی کانوں اور تربہت میں تیل کوئلوں آسام میں چاء کے باغات نے۔ کانپور میں دباخت چرم کے کاموں نے شاہجہاں پور میں قند و شراب بنانے کے کاموں نے اور دہلی اور کشمیر میں بننے کی کلوں نے سبھی مول میں ڈوک جہازوں کے بننے کے کام نے

بہت سے ہندوستانی کاریگروں اور کلرکوں اور سروروں کے لئے پیشے اور کام پیدا کر دئے۔
 ۱۸۵۷ء میں گورنمنٹ کے حکم سے دیر و ایں دہالیہ کے سب ڈھلاؤں میں ہزاروں ایکڑ
 زرہاں جا کی اجازت ہونے لگی۔ چند سال بعد بہاں کی چار جزائر برطانیہ میں اچھی قیمت پر فروخت ہونے
 لگی۔

لارڈ ڈارڈنگ بڑے منصف حاکم اور بہت بازار لگش میں تھے وہ اپنی بہترین ذکاوت
 و طاقت اور ان کاموں میں استعمال کرتے تھے جو ان کے ماتھے تلے آتے تھے اور ان کو اپنی کونشنس فہم کے
 موافق انجام دیتے اور اپنے دل سے غور کرتے تھے۔ انہوں نے اول ہی ہفتے میں جس وقت ہندوستانی سپاہ
 کی ناراضی میں جوش زن دیکھا تازیاہ زنی کے قانون کو جو لارڈ ڈولیمپٹنگ منوع کر گئے تھے پھر
 جاری کر دیا۔ اس پر ان کے ایجنٹ جیمز جبرل مرجیس ٹلی اور سپاہ کے بہت سے قدیمی افسروں نے
 اس حکم کے برخلاف سر بلائے اور کہا کہ وہ بڑا دہشت ناک ہے۔ وہ دہشت ناک ہی نہیں بلکہ انسانیت
 سے بعید ہے۔ اب اس کے معذرت میں یہ معقول دلیل بیان کی جاتی تھی کہ اب تک تازیاہ زنی کی سزا کے بجا
 کوئی اور معقول سزا نہیں مقرر ہوئی سال بھر میں ہندوستانی پچھلے کی نسبت بہت سزا یاب ہو گئے تھے۔

سن ٹنگ کے قانون کے موافق گزشتہ دس سالوں میں سپاہ کی ڈسپلن میں تزلزل آیا اور سزائیں بہت زیادہ
 گئیں۔ سب سے زیادہ مضبوط دلیل یہ تھی کہ یہ ظاہر نا انصافی ہے کہ ہندوستانیوں کی سپاہ میں تازیاہ
 زنی کی سزا موقوف ہو اور گوروں کی سپاہ میں وہ دستور قائم رہے۔ جس سے وہ ہندوستانی سپاہ کی نظروں
 میں حقیر ہوں۔ لارڈ ڈارڈنگ کے اختیار سے یہ باہر تھا کہ وہ تازیاہ زنی کی سزا کو بالکل موقوف کر دیتے اس
 لئے انہوں نے ہندوستانیوں میں ہر کو پھر جاری کر دیا۔ یہ کام بڑی چابوت کا تھا مگر انہوں نے اس قانون
 کی تجدید ایسی احتیاط سے کی کہ اس بے رحمی کی صورت میں بہت سی مزاحمتیں ایسی مقرر کیں کہ تازیاہ
 کی سزا تقریباً تقویم بار نہیں ہو گئی۔

لارڈ ڈارڈنگ سپاہ کی بڑی غور و پرداخت میں رہتے تھے اور اس کے دکھ درد کو دل
 دیکر سنتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں سپاہ لڑائی پر گئی تھی اس کی تنخواہ کا اضافہ کر دیا جوا کلان کی لڑائی
 میں ہوا تھا۔ سال آئندہ میں ہی پنجاب کی سپاہ کو عطیہ دیا گیا سپاہ کے ساتھ روپیہ کے لحاظ سے اور
 رعایتیں بھی وہ کرتے تھے کہ سپاہیوں کو اجازت تھی کہ وہ نالٹس میں دیوانی عدالت میں اپنے مقدمات

عرضی دعوے بغیر اسٹامپ کے دائر کیا کریں۔ لڑائی میں جو سپاہی زخمی ہوئے۔ ان کے بیکار ہو جانے سے ان کی پیش قدمی پر بڑھادی وہ اپنے ہموطنوں کی احتیاجوں کو بھرتے نہ تھے۔ انہوں نے ہی یہ اول حکم دیا کہ گوروں کے لئے کٹ (طروف جنیں اسباب سفر رکھ سکیں) سرکار خرید کرے۔ انہوں نے لارڈ ایلن برائے کی تعلیم کر کے ایک کو ہستانی سینیٹری لم (ایسا مقام جہاں کی آب و ہوا صحت بخش ہو) ڈک شاہی میں گوروں کی سپاہ کے لئے بنوایا۔ کرنیل لارنس بھی کسولی کی اسائی لم (گوروں کی سپاہ کے یتیموں کی تعلیم گاہ) کے بنانے میں مشکل سے کامیاب ہوئے مگر لارڈ ڈارڈنگ انکی مدد نہ کرتے۔

جب سکھوں کی لڑائی ختم ہوئی تو لارڈ ڈارڈنگ نے کفایت کے انتظام پر توجہ کی۔ گورنر جنرل کے رو بہ یہ سوال پیش ہوا کہ کس طرح جنگی اخراجات میں تخفیف ہو جائے کہ سرکار کی جنگی قوت میں فرق نہ آئے۔ ۱۸۵۷ء کے شروع میں لارڈ ڈارڈنگ نے یہ حکم جاری کر دیا کہ ہندوستانی رجمنٹ میں گیارہ سو سپاہیوں کی جگہ آٹھ سو سپاہی رہیں۔ اسی قسم کا حکم سواروں کے باب میں بھی دیا۔ جو سپاہی خوشی سے اپنا نام کٹانے آنا اُسکو اچھا انعام دیا جاتا اور کسی سپاہی کا نام بغیر اس کی خوشی کے نہیں کاٹا جاتا۔ پولس کی بھی کئی پلٹنوں کی تخفیف ہوئی اور اس کی جگہ غیر آرمی سپاہ بھرتی ہوئی۔ کوئی ہندوستانی و انگریزی افسر موقوف نہیں کیا گیا۔ سندھ کی محافظت ٹیپو کی سپاہ کو سپرد کی گئی۔ گوروں کی پلٹنیں ولایت چلی گئیں۔

لارڈ ڈارڈنگ نے اپنے تئیمروں سے پچاس ہزار روپے والے سپاہیوں کی تعداد فوج میں سے کم کر دی پھر بھی صلح کے زمانہ میں قہری سپاہ رکھنی چاہی وہ اس قدر تھی کہ ۱۸۵۷ء کی سپاہ سے زیادہ تھی۔ باوجود اس تخفیف سپاہ کے بالائے ہند میں میرٹھ سے ستلج تک ملک کی حفاظت کے لئے ۵۴۰۰۰ سپاہ اور ۲۴۰ توپیں ہلکی بھاری تھیں اور گوروں کی سپاہ نو ہزار اس سپاہ سے زیادہ تھی جو اس برس سے پہلے تھی۔ خزانہ شاہی کے لئے اسی طرح ایک کروڑ روپیہ کی بچت نکال دی جو

اس تخفیف سپاہ کی بچت سے اور اضلاع ستلج کی آمدنی کی افزائش سے رفاہ عام کے کام جن کی ہندوستان میں سخت ضرورت تھی شروع کئے۔ ان ضرورتوں میں سب سے زیادہ ضرورت گنگا کی نہر کی تھی اول اس کی بنیاد کی اقتدار لارڈ ڈارڈنگ نے ڈالی تھی۔ ۱۸۵۷ء میں ایسی قحط سالی ہوئی تھی کہ کسی کو یا د نہیں کہ پہلے بھی ایسی ہی ہوئی تھی۔ انہوں نے شملہ جاتے ہوئے مقابلہ کیا کہ ایام قحط میں نہری اضلاع میں یہ نسبت غیر نہری اضلاع کے آدمی بہت کم مرتے ہیں۔ اب تک گورنمنٹ نے ان ہی نہروں کی مرمت

اور دستہ کر ادا ہوئی جو پہلے اور نہ ہوا ہو۔ جن سے تین لاکھ ایکڑ زمین میں آبپاشی زیادہ ہو گئی تھی اور دھانی کروڑ روپیہ کا۔ زیادہ ہو گیا۔ نکال کے تو پچانہ کے کپتان کاٹ لی نے ابک نئی نہر کی تجویز کی جو شاہ آب وادی کو گزریں ہر دو ار سے لیکر آباد تک۔ آبپاشی کرتی۔ لارڈ آک لینڈ نے اس تجویز کو نظر مہربانی سے دیکھا اور شش ماہ کے آخر میں کپتان کاٹ لی نے جو نہر کی پیمائش کی تھی اس کا نقشہ کورٹ ڈائریکٹر میں پیش کیا۔ اس نے اس کو پسند کیا۔ لارڈ آک لینڈ نے حکم دیا کہ فوراً کپتان کاٹ لی کے اہتمام سے نہر کی تعمیر شروع ہو اور اس کا خرچ خزانہ ہند سے اٹھانا چاہئے۔

لارڈ آک لینڈ کے چلے جانے سے یہ کام بند ہو گیا۔ لارڈ امین برا کے عہد میں یہ سوال پیش ہوا کہ نہروں کے بنانے سے فائدہ ہوتا ہے یا نقصان۔ دہلی اور کراچی کے اضلاع میں اس نہر کے سببے وبائی بیماریاں پھیلیں تھیں کہ کراچی سے انبالہ میں چھاؤنی کو منتقل کرنا پڑا۔ طاعون صاحب لفسٹ گورنر ممالک مغربی نے کاٹ لی صاحب کے کام کے سر انجام ہونے میں دل لگایا اور اپنی عرصہ ہشتیں ایسے آدمیوں کے سامنے پیش کیں جن کے کانوں نے ان کو سنا۔ لارڈ ہارڈنگ نے ایک کمیٹی مقرر کی کہ وہ کراچی اور دہلی کی نہروں کی تحقیقات کرے۔ اور یہ بتلائے کہ نہر گنگ کے پانی ہونے کا تو یہ نہایت نتیجہ نہیں ہوگا۔ اس کمیٹی کی تحقیقات کا نتیجہ یہ تھا کہ اگر پانی کی نکاحی ستوا در نہر کے لیول کے پستے صحیح درستی سے بنائے جائیں گے تو اس نہر کا فائدہ بے شمار ہوگا۔ آخر کو مارچ ۱۸۸۴ء میں لارڈ ہارڈنگ نے نہر کو لئے سر حوالہ لانی کو خود دیکھ بھال کے اس بڑے منصوبے کے کام کو دھانی کروڑ روپیہ خرچ کر کے مکمل ارادہ ٹھان لیا۔

لارڈ ہارڈنگ کا ارادہ یہ بھی تھا کہ ہندوستان میں ریلوے تجارتی اور جنگی کاموں کے لئے تیار کی جائے۔ ۱۸۸۴ء میں بمبئی کے اہل شہر نے ایک کمپنی بنائی تھی کہ مغربی دارالسلطنت سے سلاستی کے پار نخل تک اور بھجور گھاٹ تک سڑکیں بنائی جائیں۔ بالائی ملکوں سے روٹی اور اوراسیاب کی تجارت خوب ہونے لگے۔ دوسرے سال کے اکتوبر میں مسٹر جی بی ایک نئی کمپنی کے انجینئر گریٹ انڈین ریلوے لین کی پیمائش کی اور ان دشوار راستوں کی تحقیقات کی جو گھاٹوں سے نیچے میدانوں میں جاتے ہیں۔ لارڈ ہارڈنگ کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ کہ اس نے اس توجہ سے ایک ڈوئل سٹیشن بنایا اور اسکے اسٹاف کے انجینئروں نے اس ریلوے کے لئے زمین کی پیمائش کی۔ جو مالک مغربی کے

بڑے بڑے سول اور میٹری اسٹیشنوں کو دارالسلطنت بنگال سے ملا دئے کیونکہ ریلوے کمپنی کی امداد و کار
 فقط زمین میں ہی ہو کرتی ابتدائیں اس پر بہت سی گفتگو میں ہوئیں اور غنائیہ خیالات خوب پسے گئے تو پھر کمپنی
 میں اسکے خط و خال نے اپنی نمائش عملی صورت میں کی کہ اس کام میں سرکار اپنا ہتھ کیا ہے۔ گورنر جنرل نے اپنے
 شرکیوں سے زیادہ کام کیا۔ کہ انہوں نے تجویز کی کہ ریلوے کمپنی کو زمین ہی ریلوے کے لئے دیا جائے کہ
 سو اصد و در کر لی چاہئے۔ اور خیال کرنا چاہئے کہ سرکار کو کس قدر فائدے کلکتہ اور دہلی کے درمیان روزانہ
 آمد و رفت سے حاصل ہونگے۔ کورٹ ڈائرکٹرز نے بالکل اس کے ساتھ اتفاق رائے کیا اور انہوں نے اس
 کام کی شرائط مقرر کیں جن کے موافق اس نئے کار عظیم میں مدد دی۔ جو وقت پانچ کروڑ روپیہ ہو اس اندیشہ میں
 کمپنی کے حصہ دار داخل کر دیں تو سرکار ان کے روپیہ کے سود مقررہ دینے کی خاص سالوں کی تعداد
 کے لئے کفیل ہو گئی۔ ریلوے کے لئے جتنی زمین چاہئے ہوگی وہ دی گئی اور کمپنی کو اجازت دی جائے گی کہ وہ مصالح
 تعمیر ریلوے کو محصول کے ادا کرنے کے بغیر لے جائے۔ اس شرط پر کہ جس لائن کی تکمیل بنائے گا اس کی زیادہ جو اس
 قدر کرایہ محصول گھٹایا جائے۔ اور اس کے شروع سے تیس سال بعد گورنمنٹ کو اختیار ہوگا کہ وہ اس کو خریدے۔
 اس کی گارنٹی بھی کمپنی کو دی گئی۔ بعض اور شرائط کی درستی آئندہ پر موقوف رکھی گئی۔ لارڈ مارڈنگ کے قیام
 کے دن ختم ہونے کو تھے۔ انہوں نے اپنی جانٹھنی کے لئے ایک بٹیا بنادی جس پر وہ خوب قدم چاکر چلے گئے
 یہ ریلوے کی تجویز تو درپیش تھی مگر لارڈ مارڈنگ نے بنگال اور بالائے ہند میں سفر کرنے کی اور آسٹریا
 پیدا کی۔ پہلے اس سے کہ وہ ہندوستان تشریف لے جائیں کلکتہ سے میرٹھ تک ٹرنگ روڈ شاہ راہ تعمیر کیا
 ہو گئی تھی صرف چند پل بننے باقی تھے۔ اور ایک ہزار میل کا سفر گاڑیوں میں بجائے ایک مہینے کے دو ہفتوں میں
 ہونے لگا تھا۔ انہوں نے اخباروں اور خطوط کے محصول کم کرنے کی تجویز جو پوسٹ ماسٹر جنرل سٹریٹلر نے پیش
 کی اسکو مسترد کیا۔ ولایت میں انڈیا ہوس میں مسجد بنایا۔ اور اس کے احکام کا نظربا۔ اسی سال میں انہوں
 نے کلکتہ کے اہل شہر کو میوٹی پبل گورنمنٹ کے سپرد کرنے کا بل کو قتل میں پیش کیا۔ جس سے حفظ صحت کا انتظام اور
 شہری اصلاحیں ہوں۔ ان کے عہد میں تجارت کو بھی تقریباً آزادی ہو گئی۔ شہری اور راہداری کے محصولات
 بالکل موقوف ہو گئے۔ اور ملک مغربی کی دوڑی کٹم لائن ہونے کی جگہ ایک ہو گئی۔ انہوں نے ہندوستان
 میں اول چاء کی کاشت کیے لئے کوشش کی۔ ڈاکٹر جس کو زیریں ہالیہ میں چاء کاشت کرنے کے لئے مرد میدان
 بنایا تھا۔ یہ بھی کامیاب ہو گیا۔ انہوں نے گرینڈ ٹرنگوٹر میل سروس کی ترقی میں کوشش کی۔

انہوں نے پٹھان اور شیخوں کی عمارتوں کے برقرار رکھنے میں اہتمام کیا اور نہ تاج گنج کی خوبصورت عمارت کھنڈر ہو جاتی۔ اس نے مسٹر طامن صاحب کی امداد کی کہ وہ رٹ کی میں ہندوستانی اور انگریزوں کی سول انجینئرنگ کی تعلیم کے لئے کالج قائم کریں۔

اُن کے رفاه عام کے کاموں میں سب سے اخیر یہ کام تھا کہ وہ لکھنؤ میں آئے جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے اگر واجد علی شاہ جناب مدد و روح کی نصیحتوں کے موافق اپنے ملک کی اصلاح کر لیتا تو برسوں وہ اپنی دارالسلطنت میں ایسی گوت لیں اور سازشوں کی مجلس میں اپنی سرور سرائی کرتا رہتا ہوتا جس سے اس کے کچھ نہیں ہوا کہ دربار آغا کو درستانہ مراسا بھیجا گیا۔ مگر اُس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ نیپال میں رانی نے ایک بڑا کشت و خون کا ہنگامہ برپا کیا جس کے سب سے نوجوان لائق جنگ بہادر کا اقبال چمکا اُس نے فوت اور قتل و تہریر سے پہلے اس سے کہ اس کے ہمسائے انگلش کوئی احسان کریں۔ اپنی عزت اور شان کو اپنی رعایا میں پیدا کر لیا۔ دوست محمد خان نے افغانستان میں ایسا عمدہ انتظام کیا کہ ہندوستان کے مدبران ملکی کے خیالات میں کوئی اضطراب نہیں پیدا ہوا۔

لارڈ مارڈنگ اپنی ساٹھ برس کی عمر میں ہندوستان میں آئے تھے۔ ساٹھ تین برس تک وہ یہاں بحساب وسط دس گھنٹے ہر روز کام کرتے رہے۔ ایسی سخت محنت اس عمر میں کمتر آدمی اُس ملک میں کر سکتے ہیں۔ جہاں کی آب و ہوا اُن کو بڑی موافق ہو۔ جب وہ دو برس بعد اپنی دارالسلطنت کلکتہ میں آئے تو اس وقت میں تجارت کی گساہ بازی تھی۔ مگر سب قسم کے لوگ بڑے جوش و خروش سے ہنگے خیر مقدم کے لئے جمع ہوئے انہوں نے اپنی خوش اخلاقی و نیک دلی سے سب طرح کے آدمیوں کے دلوں کو خواہ وہ انگریز ہوں یا ہندوستانی ایسا تاثیر کر لیا تھا کہ اُن کے حسن انتظام کی شکر گزاری میں اہل کلکتہ نے ایک ایڈریس دیلی جس پر پانچ سو شریفوں کے دستخط تھے اور ان کے سٹے بٹوں کے بننے کے لئے دو ہزار روپے چنڈہ لارڈ مارڈنگ کلکتہ لے گئے۔ سر ہنری لارنس نے ان کی نسبت یہ کہا کہ کسی گورنر جنرل نے لارڈ مارڈنگ کی برابر اپنی نئی راہ نہیں نکالی جس پر وہ خود چلا۔ ولایت میں کورٹ ڈائرکٹر اُن کی استقامت رائے اور رفاه عام میں گرم کوشش کی تعریف کرنے سے جھکے نہیں۔ ڈیوک ونگٹن نے اُن کے بے غرضی ہونے کی تعریف کی۔

فہرست نمایین حصہ دوم

صفحہ

مضمون

۱	لارڈ آگ لینڈ	۱
۴	جنگ افغانستان	۴
۶	اسباب جنگ افغانستان اور اُس کی تمہیدات	۶
۲۳	افغانستان کی جنگ اول	۲۳
۲۶	جنگ افغانستان کا بلبلہ پھوٹنا	۲۶
۴۷	جنگ افغانستان کا آخر کام	۴۷
۹۷	جنگ افغانستان کا خلاصہ	۹۷
۹۸	امیرانِ سندھ اور برٹش گورنمنٹی کے ساتھ معاہدات	۹۸
۱۰۳	فصل دوم	۱۰۳
۱۲۳	واقعات عظیمہ	۱۲۳
۱۳۶	جنگ گوالیار	۱۳۶
۱۳۷	عہدہ ریزیڈنٹی اور دربار گوالیار کی تشریح	۱۳۷
۱۳۷	دربار کے ممبروں کا حال اور معاملات گوالیار	۱۳۷
۱۴۵	گوالیار میں مداخلت	۱۴۵
۱۵۶	گورنر جنرل کا ولایت طلب ہونا	۱۵۶
۱۵۷	لارڈ لیبلن برا کے عہد و حکومت کے بعض انتظامات	۱۵۷
۱۶۰	باب اول	۱۶۰
۱۶۰	لارڈ مارڈنگ کے عہد حکومت لارڈ مارڈنگ کا نقشہ ۱۸۴۳ء	۱۶۰
۱۶۱	عدن میں لارڈ مارڈنگ کا جانا گورنر جنرل کے روبرو آدھ کی بدلتھائی و ابتری کا معاملہ پیش ہونا	۱۶۱
۱۶۳	مجبور پال کا فساد	۱۶۳
۱۶۳	گوہا پور اور ساونت واڑی کے فسادات	۱۶۳

صفحہ	مضمون
۱۶۴	سکھون کی اول لڑائی کی ہمدین
۱۶۵	جھوٹی رپورٹیں کہ گورنمنٹ پنجاب انگریزی سپاہ پر بھی حملی آتی ہے۔
۱۶۷	انگریزوں کی حفظ ماتقدم کی تدابیر۔
۱۶۹	برٹش گورنمنٹ کی طرف سے اشتہار جنگ۔
۱۷۰	انگریزی سپاہ کا لڑائی کے لئے جانا۔
۱۷۱	مدد کی لڑائی۔
۱۷۲	پھیر دبا فیروز شہر کی لڑائی ۲۱ دسمبر ۱۸۵۷ء
۱۷۴	طرفین کے سپاہیوں کا نقصان
۱۷۵	گورنر جنرل کا اشتہار ۳۰ دسمبر ۱۸۵۷ء
۱۷۵	رنجور سنگھ کا شیلے سے پارا ترنا اور لدھیانہ کو دھمکانا
۱۷۶	علی وال کی لڑائی
۱۷۸	گلاب سنگھ کی مصاحبت کی گفتگو۔
۱۷۸	سیراؤن مین سکھوں کا مورچے بنانا
۱۷۹	جنگ سیراؤن
۱۷۹	سیدان جنگ کی کیفیت اور لڑائی کا حال
۱۸۰	فتح کا افراتاج اور مفتوح پر
۱۸۱	برٹش کا شیلے کے پار جانا
۱۸۲	گورنر جنرل کا اشتہار
۱۸۳	لاہور کے دربار کی مصاحبت جوئی
۱۸۳	مہاراجہ ولیم سنگھ کی ملاقات گورنر جنرل سے
۱۸۴	لاہور و امرتسر میں ہل چل کا پرنا
۱۸۵	لاہور میں انگریزی سپاہ کے آنے کے انتظام۔ انگریزی۔ پاہ کا بیچنا۔ گورنر جنرل کا اشتہار
۱۸۶	لاہور میں بڑا ڈنر۔ عہد نامہ پر دستخط۔

صفحہ	مضامین
۱۸۷	گورنر جنرل کا دربار ہند نامہ گوانت بدلتی کے بارے
۱۸۸	شرائط عہد نامہ
۱۹۲	گلاب سنگھ کے معاملات
۱۹۳	توپولن کا کلکتہ بھیجنا و خطایات کا عطا ہونا
۱۹۴	انتظام لاہور و کشمیر کا فساد
۱۹۶	انتظام گورنمنٹ لاہور
۱۹۷	شرائط عہد نامہ بھیروان وال مورچہ ۱۸۵۷ء
۱۹۸	جٹا، لارنس صاحب و انتظام صوابہ بالندھھر
۱۹۹	انتظام این روڈ کے سٹیج۔ ریش گورنمنٹ کا اثر پنجاب پر
۲۰۰	انگریزوں کے برخلاف سازشیں
۲۰۱	شرقی و غربی تہذیب کی لڑائی
۲۰۳	لارڈ ہارڈنگ کے رفاہ عام کے کام
۲۰۴	کھانڈ قوم بن انسان کی قربانی کا بندھونا
۲۰۶	بحری قزاقی کا دور کرنا۔
۲۰۷	قلاں کا ملک اور میر جالیں نے پیر
۲۰۹	انتظام جدید و قدیم۔

غلط نامہ صحیح

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۷	کر کے	کرا کے	۳	۱۳	بڑا بی	بڑا مائی
۶	۱۱	بناتی	بنائی	۶	۱۴	اسلے یہ	+
۱۳	۱۷	تھے	جاتے تھے	۰	۱۶	کو	گو

صفحہ	سطر	تخلط	صحیح	صفحہ	سطر	تخلط	صحیح
۱۷	۴	اکسار	اختیار	۲۲	۱۵	جوان	جون
۲۵	۱۴	شاہ	شاہ کا	۲۷		شگون	شگونی
۳۲	۱۰	امیر خان	اکبر خان	۳۴	۹	دی کہ	کر
۴۰	۲	سے	سے امیر	۴۱	۱۵	ان کو	اس کو
۴۴	۱۱	آتی تھی	آتی تھی	۴۵	۵	مین	میں لکھا
۵۰	۲	جاگر	جا	۵۷	۲۲	وامانوں	وامانوں
۶۱	۱۱	بافضل	بافل سپاہین	۶۴	۱۹	نے	نے کہا
۶۹	۱۸	کڑا کے	کڑا کے کا	۷۲	۱۱	کہتے	کہتی
۷۵	۱۰	کو	کے	۷۸	۱۶	بچے	بچے
۷۸	۲۱	پہننی	ڈہنی	۸۰	۲	موں	مون
۹۰	۱۵	اختلاف	اسلاف	۹۲	۱۳	مشتری	مشمزی
۹۹	۱۳	میں اور	میں	۱۰۲	۲۳	کرنے	کرنے سے
۱۱۳	۱۹	شکایتوں	شکایتوں کی	۱۱۴	۱۴	نہ کہوں	کرین
۱۱۱	۵	کرا	کرایا	۱۱۷	۲۱	ریاست	ریاست سے
۱۱۸	۷	ساتھ	پاس	۱۲۲	۱۰	اثرے	اثر و نگا
۱۳۰	۱۰	لکھاے	لکھے	۱۳۷	۹	لیگ	لیک
۱۳۸	۱۲	بڑا	پیرا	۱۴۳	۱۹	دیوا	دیوان
۱۴۳	۱۰	علاحداری	علاحداری میں	۱۴۵	۱	مقبنہ	مقبنے
۱۵۰	۹	میں	میں ہی	۱۵۹	۳	حکم	حکم کا
۱۶۳	۹	ایجت	ایجت	۱۶۵	۱۸	کر پش	کر
۱۶۶	۵	قوم یا	قوم	۱۶۷	۵	بچاتا	بچاتا
۱۷۱	۱۷	کو اور	اور	۱۶۹	۱۰	کراٹا	کراٹا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۹	۱۴	کون	کو کون	۱۸۶	۱۰	خود	خود اسے
۱۸۸	۲۲	ہزار	ہزار سوار	۱۹۲	۸	فیصلہ	قبیلہ
۲۰۰	۵	کبیر	کبھی	۲۰۲	۲۲	بابخیر	یا بابخیر
۲۰۷	۲۰	افسران	امیران	۲۱۱	۱۳	بن ٹنگ	بن ٹنگ

فہرست کتب موجودہ مولفہ خاں بہادر شمس العلماء محمد زکاء اللہ صاحب

نام کتاب	قیمت	مصول	نام کتاب	قیمت	مصول
فلسفہ اشغال منتخب الاشغال	۸	۱	عجائب الحساب	۸	۱
اکسیر دولت - دولت پیدا کرنے کے طریق میں ہے	۸	۱	رسالہ علم ساحت ٹوڈ ہینٹر	۱۲	۱
کیمیائے دولت	۸	۱	سبادی الانشا حاصل	۸	۱
فلسفہ سیاسئہ الیہ	۹	۱	سبادی الانشا حصہ چہارم	۵	۱
شرقی طبیعیات کی اسباب	۴	۱	محاسن الاخلاق	عشر	۳
غربی طبیعیات کی اسباب	۴	۱	تہذیب الاخلاق	۹	۱
شرقی غریبی طبیعیات پر محاکمات	۲	۱	تعلیم الاخلاق	۸	۱
اہل یونان کی طبیعیات کی تاریخ	۴	۱	صحیفہ فطرت	عشر	۳
اہل اسلام کی طبیعیات کی تاریخ	۴	۱	محاسن مناظرہ	۳	۱
سائنس و مذہب کی رزم و بزم	۵	۱	اہل عرب کا جبر مقابلہ	۴	۱
زہرہنگ فرنگ	۴	۱	جزا فیہ ریاضیہ	۸	۱
تقدیم اللسان	۴	۱	تحریر تقلید متقلا اول و دوم مع شرح و تملیح	۶	۱
رسالہ بزمناوہ حصہ اول و دوم	۱۲	۲	شرح لول فشن مقالہ و مقالہ یازدہم و دواہیم		
معاول الحساب	۸	۱	جو درس میں جاری ہے	۸	۱

کمیشن - پانچ روپیہ کے خریدار کو ایک آنہ فی روپیہ - چھ روپیہ سے دس روپیہ تک کے خریدار کو ڈیڑھ آنہ فی روپیہ گیارہ روپیہ انیس روپیہ تک کے خریدار کو دو آنہ فی روپیہ بیس روپیہ اور اس زیادہ کے خریدار کو بیس روپیہ سیکڑہ کمیشن دیا جائیگا۔ محصول ہر حالت میں ذمہ خریدار ہوگا۔ اور سب نقد روپیہ لیا جائیگا جو اخبار نویس عنایت فرما کر اپنے اخبار میں اشتہارات کو چھاپ بیگے کہ یہ کہ کتابیں انکی معرفت مل سکتی ہیں اور جتنی درخواستیں انکے سطح میں آئیں تو سب پاس بھیج دیں انکو ان درخواستوں کے مطابق بیس روپیہ سیکڑہ کمیشن دینگا۔ ان کتابوں کو مفصل اشتہاری چھپ رہا ہے جن کو مطلوب ہوں وہ منگالین ۷

محمد عطاء اللہ دہلی چیلون کا کوچہ ۲۷